دلچسپ
انوکھے واقعات
مؤلف
مولانا ارسلان بن اختر
مکتبہ الارسلان
MAKTABA-E-ARSALAN
www.besturdubooks.wordpress.com

دلچسپ انوکھے واقعات

مؤلف

مولانا ارسلان بن اختر

شعبہ تحقیق و تصنیف:

مکتبہ ارسلان

اردو بازار، کراچی۔

فون:0333-2103655

مکتبہ ارسلان اُردو بازار، کراچی۔
فون: 0333-2103655

نام کتاب .... دلچسپ انوکھے واقعات
مولف .... مولانا ارسلان بن اختر
باہتمام .... ارسلان بن اختر
اشاعت اوّل .... جولائی 2004ء
قیمت ....

ملنے کا پتہ:

کراچی: نفیس اکیڈمی اردو بازار، کراچی۔ بیت القران اردو بازار، کراچی۔ صدیقی ٹرسٹ نزد لسبیلہ چوک۔
اقبال بک ڈپو (اقبال نعمانی صدر)۔ اسلامی کتب خانہ نزد بنوری ٹاؤن۔ دارالاشاعت اردو بازار، کراچی۔
علمی کتاب گھر اردو بازار، کراچی۔

لاہور: مکتبہ رحمانیہ غزنی اسٹریٹ اردو بازار، لاہور۔ ادارہ اسلامیات انارکلی بازار، لاہور
مکتبہ سید احمد شہید اردو بازار، لاہور۔

راولپنڈی: مکتبہ رشیدیہ مدینہ مارکیٹ، راجہ بازار، راولپنڈی۔

فہرست مضامین

کبھی پیٹ بھر کر نہ کھایا

کھانا کھانے میں رسول اللہ ﷺ کی سنتیں کتنی پیاری اور اچھی ہیں۔ پہلی بات یہ ہے کہ آپ ﷺ جب بھی کھانا کھاتے تھے تو اپنے پیٹ کا کچھ حصہ خالی رکھتے تھے۔ مطلب یہ کہ ایک تو کھانا اتنا کم کھایا کہ ڈکار نہ آئیں، دوسرے یہ کہ تھوڑی سی بھوک ابھی باقی ہے۔ کھانا چھوڑ دے۔ آج سائنس کی دنیا کہتی ہے کہ ایک کھجور انسان کے جسم میں جا کر اتنی کیلوریز کر دیتی ہے کہ وہ آدمی بھوک کی وجہ سے تین دن تک نہیں مر سکتا۔

سوچئے ہم جو اتنی اتنی غذا کھاتے ہیں کہ اس کا ۱۰ فیصد ہمارے جسم کا حصہ بنتا ہے اور ۹۰ فیصد ایسا ہوتا ہے جو ہم Crush کر کے خارج کر دیتے ہیں۔ یعنی ہم عادت کے لحاظ سے پیٹ تو بھر رہے ہوتے ہیں مگر جسم اس کو Crush کر کے خارج کر دیتا ہے۔ پوری غذا کا دسواں حصہ ہمارے جسم کا حصہ بنتا ہے تو ہم نے اپنے معدے کو خوب بھر لیا۔ جس کی وجہ سے کئی دفعہ بیماری، فلاں بیماری، گیس کی تکلیف، پیٹ کا بڑھنا یہ ساری بیماریاں پیدا ہوتی ہیں۔

نبی کریم ﷺ جب کھاتے تو پہلا اصول کہ جتنی بھوک ہوتی تھی اس سے ذرا کم کھاتے تھے۔ دوسری بات ایک وقت میں ایک کھانا کھاتے تھے دو کھانوں کو ملا کر نہیں کھاتے تھے۔ ہم تو ایک ایک دسترخوان پر چار چار پانچ پانچ کھانوں کو ملا کر کھاتے ہیں۔ میں کبھی کبھی سوچتا ہوں کہ جتنی مرغن غذائیں ہم نے تیار کی ہوئی ہوتی ہیں آپ ان میں سے تھوڑا تھوڑا لے کر ایک برتن میں ڈال دیں تو دیکھیں کیا بنتا ہے۔ اس کو دیکھنے کو بھی دل نہیں چاہے گا۔

قوت برداشت

ایک عورت نے مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ سے کہا ''اے ریاکار!''
تو آپ نے فرمایا ''اے فلانی! تو نے میرا وہ لقب معلوم کر لیا جسے اہل بصرہ بھی نہیں جانتے۔''
ابن مقفع رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ''غصہ کا پینا عذر کرنے کی ذلت سے بہتر ہے۔''
کسی نے آپ سے ایک دفعہ غم اور غصہ میں فرق دریافت کیا۔ آپ نے فرمایا ''غم تو کسی بڑے آدمی کا تیری آرزو کے برخلاف ہونے سے پیدا ہوتا ہے اور غصہ کمزور آدمی کی تیری مخالفت کرنے سے۔''

ابو معاویہ الاسود رحمۃ اللہ علیہ کو اگر کوئی برا بھلا کہتا تو آپ اس کے لئے دعا فرماتے۔ ایک آدمی نے بکر بن عبداللہ مزنی رحمۃ اللہ علیہ کو بہت سی گالیاں دیں، آپ خاموش رہے۔ کسی نے آپ سے کہا ''آپ اسے کیوں گالیاں نہیں دیتے؟''

آپ نے فرمایا ''میں اس کی کوئی برائی نہیں جانتا کہ میں اس کو برا کہہ سکوں اور بہتان لگانا مجھے جائز نہیں۔''

آنکھیں ایک نعمت ہے انہیں بچایئے

ایک آدمی کا ایکسیڈنٹ ہوا۔ ان کی آنکھ کا پپوٹا کٹ گیا۔ اس کی ایک آنکھ پر پردہ تھا اور دوسری پر نہیں، جیسے مچھلی کی آنکھ ہوتی ہے۔ چند دنوں میں ان کا زخم تو ٹھیک ہوگیا لیکن پریشانی یہ تھی کہ ہر دو تین گھنٹوں کے بعد آنکھ کی بینائی دھندلی ہوجاتی۔ ڈاکٹر نے کہا کہ ''ہوا میں مٹی کے چھوٹے چھوٹے ذرات ہوتے ہیں، وہ آنکھ پر جم جاتے ہیں، اس لئے آپ کو بار بار آنکھ دھونا پڑے گی۔'' چنانچہ اسے ہر دو گھنٹے بعد آنکھ دھونا پڑتی۔

آپ جانتے ہیں کہ جب آدمی پانی میں زیادہ دیر نہائے یا کپڑے یا برتن دھوئے تو ہاتھ کیسے ہوجاتے ہیں۔ اسی طرح جب وہ بار بار آنکھ کو دھونے لگے تو ان کے رخسار کے اوپر زخم سا بن گیا۔ اس کے بعد پانی لگنے سے انہیں جلن محسوس ہونے لگی۔ وہ پریشان تھے۔ ڈاکٹروں کو بتایا کہ تو وہ کہنے لگے کہ ''ہم کچھ نہیں کرسکتے۔''

مساجد کو آباد کرنے والے کے لئے انعام

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ:

''جو شخص کثرت سے مسجد میں جاتا ہے اللہ تعالیٰ اسے سات باتوں میں سے ایک بات عنایت فرمایا تا ہے:

۱۔ اللہ تعالیٰ کوئی ایسا شخص ملاتا ہے کہ جس سے اللہ تعالیٰ کے بارے میں استفادہ ہو۔

۲۔ اللہ تعالیٰ کی اس پر رحمت ہوتی ہے۔

۳۔ اللہ تعالیٰ اسے علم عجوبہ عطا فرماتا ہے۔
۴۔ کوئی بات ایسی اس میں آ جاتی ہے کہ وہ جادۂ حق کی طرف گامزن ہو جاتا ہے۔
۵۔ اللہ تعالیٰ اسے برائی سے محفوظ کر دیتا ہے۔
۶۔ اللہ تعالیٰ اسے گناہوں سے محفوظ کر لیتا ہے۔
۷۔ اللہ تعالیٰ اس میں اپنا خوف پیدا کر دیتا ہے۔

پس کثرت سے نیات کرنے کا یہ طریقہ ہے کہ اسی پر تمام طاعات و مباحات کو قیاس کر لینا چاہئے۔ اس لئے کہ کوئی طاعت ایسی نہیں جو بہت سی نیات کی متحمل نہ ہو۔ مومن بندہ کے دل میں اسی قدر آتی ہے جس قدر کہ وہ طلب خیر میں جدوجہد اور فکر کرتا ہے۔

تعویذوں سے اولاد نہیں ہوتی

فرمایا آج کل تعویذ گنڈوں کے بارے میں عوام کے عقائد میں بہت غلو ہو گیا ہے۔ خصوصاً دیہاتی لوگ تو ہر مرض کو آسیب ہی سمجھتے ہیں۔ ایک شخص نے مجھ سے کہا کہ میری اولاد نہیں ہوتی، تعویذ دے دو۔ میں نے کہا کہ اگر تعویذ سے اولاد ہوا کرتی تو کم از کم میرے ایک درجن اولاد ہوتی، حالانکہ ایک بھی نہیں۔ میں ان تعویذوں سے بڑا گھبراتا ہوں۔

(ملفوظات حکیم الامت)

ایک پہلوان نے بمبئی سے خط لکھا کہ کشتی کے لئے ایک تعویذ دے دو تاکہ میں غالب رہا کروں۔ میں نے لکھا کہ اگر دوسرا بھی ایسا ہی تعویذ لکھوا لے تو پھر تعویذوں میں کشتی ہو گئی۔ اگر عوام کے عقائد کی یہی حالت رہی اور تعویذوں کی یہی رفتار رہی تو شاید چند روز میں لوگوں کے ذہن میں نکاح کی بھی ضرورت نہ رہے گی۔ اس لئے کہ نکاح میں تو بکھیڑا ہے۔ وقت صرف ہوتا ہے، قسم قسم کی کوشش میں تکلیف اٹھانی پڑتی ہے۔ مال صرف ہوتا ہے۔ نان ونفقہ لازم ہوتا ہے۔ غرض بڑے بکھیڑے ہیں۔ یہ درخواست کیا کریں گے کہ ایسا تعویذ دے دو کہ عورت کے بغیر اولاد ہو جایا کرے۔ بھلا کس طرح اولاد ہو جایا کرے گی۔
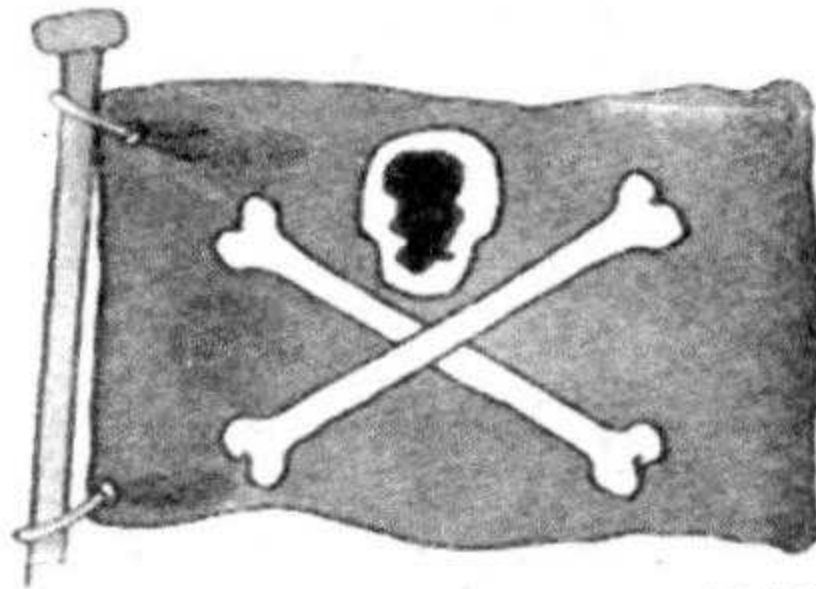
آدم علیہ السلام کی پسلی سے تو حضرت حوا پیدا ہوگئیں۔ مگر پھر ایسا نہیں ہوا۔ اور اب یہ چاہتے ہیں کہ خلاف معمول اولاد پیدا ہوجایا کرے۔ اگر میں تعویذ پر پانچ روپیہ مقرر کردوں تو پھر کوئی ایک بھی تعویذ نہ مانگے۔ (ملفوظات حکیم الامت)

خواهش منزل هی سهی

ایک شخص نے خواب میں حضرت عبداللہ بن مبارکؒ کے پڑوسی لوہار کو بھی دیکھا کہ اسے بھی وہی درجہ مل گیا ہے جو حضرت عبداللہ بن مبارکؒ کا تھا۔ پردہ میں جاکر لوہار کی بیوی سے پوچھا کہ ''کیا تیرا شوہر ایک عام مسلمان نہ تھا؟''

اس نے جواب دیا کہ ''تھا تو ایک عام مسلمان، مگر وہ دو خاص عمل کرتا تھا۔ ایک خاص عمل یہ تھا کہ لوہا کوٹتے ہوئے اگر ہتھوڑا اوپر اٹھا ہوتا تھا اور اذان کی آواز سنتا تھا تو وہیں نیچے پھینک دیتا اور نماز کے لئے اتنی سی بھی دیر گوارا نہ کرتا کہ لوہے کو ایک اٹھی ہوئی چوٹی ہی لگادے۔ دوسرا عمل یہ کہ رات کو بچوں کے ساتھ چھت پر سوتے اور آہ بھرتے تھے کہ اگر میں تھکا نہ ہوتا تو میں بھی عبداللہ بن مبارکؒ کی طرح عبادت کرتا۔''

یہ حسرت انہیں جنت میں حضرت عبداللہ بن مبارکؒ کے مقام تک پہنچا گئی۔ یہ حسرت وتمنا بڑی چیز ہے، نیکی کی حسرت رکھنا بھی بڑی کام کی چیز ہے۔

یہ بھی کیا کم ہے کہ ہم تیری تمنا میں جئیں
لطف منزل نہ سہی خواہش منزل ہی سہی

ایسا کرنے کی اجازت نہیں

حضرت شاہ یعقوبؒ صدر مدرس دیوبند سے کسی نے عرض کیا کہ ''انگریزوں کا تسلط بڑھتا جارہا ہے، کیا اللہ والے کچھ نہیں کرسکتے؟''

فرمایا کہ ''ایک تسبیح پھیرنے کی ضرورت ہے کہ ان کا تختہ الٹ جائے گا۔ مگر اوپر سے ایسا کرنے کی اجازت نہیں ملتی۔''

حضرت خواجہ عبدالمالک صدیقیؒ فرمایا کرتے تھے کہ ''اگر میں پورے شہر والوں کو توجہ دوں تو تڑپا کر رکھ دوں، مگر ایسا کرنے کی اجازت نہیں ہے۔''

خیالات سے گھبرائیں مت

حضرت ڈاکٹر عبدالحئی صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں ایک صاحب آئے اور عرض کیا کہ ''حضرت! میں بہت پریشان ہوں، اس لئے کہ میری نمازیں کسی کام کی نہیں، جب میں سجدہ کرتا ہوں تو اس وقت دماغ میں ایسے شہوانی اور نفسانی خیالات کا ہجوم ہوتا ہے کہ الامان، تو وہ میرا سجدہ کیا ہوا؟ وہ تو ویسے ہی ٹکریں مارنا ہوا۔ میں تو بہت پریشان ہوں کہ کس طرح اس مصیبت سے نجات پاؤں۔''

ہمارے حضرت رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ''تم یہ جو سجدہ کرتے ہو تمہارے خیال میں یہ کیسا سجدہ ہے؟''

اس نے کہا کہ ''حضرت! بڑا ناپاک اور بڑا گندہ سجدہ ہے۔ اس لئے کہ اس میں ناپاک اور گندے شہوانی خیالات آتے ہیں۔''

حضرت نے فرمایا کہ ''یہ ناپاک اور گندہ سجدہ تو اللہ میاں کو نہیں کرنا چاہئے، اچھا ایسا کرو کہ تم یہ ناپاک سجدہ مجھے کرلو۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کے لئے تو بہت پاکیزہ اور اعلیٰ قسم کا سجدہ ہونا چاہئے اور یہ ناپاک سجدہ ہے، یہ مجھ ناپاک کے سامنے کرلو۔''

وہ صاحب کہنے لگے ''توبہ توبہ! آپ کے سامنے کیسے سجدہ کرلوں؟''

حضرت نے فرمایا کہ ''بس اس سے پتہ چلا کہ یہ سجدہ اسی ذات کے لئے ہے، یہ پیشانی کسی اور کے سامنے جھک نہیں سکتی، اس سجدہ میں کیسے ہی گندے، شہوانی اور نفسانی خیالات کیوں نہ آرہے ہوں، لیکن یہ پیشانی اگر جھکے گی تو اسی کے در پر جھکے گی۔ لہذا یہ سجدہ اسی اللہ کے لئے ہے، اور اگر یہ فاسد خیالات غیر اختیاری طور پر آرہے ہیں تو انشاء اللہ یہ تمہارا کچھ نہیں بگاڑیں گے۔ یہ اللہ تعالیٰ کے یہاں معاف ہیں۔''

اللہ والوں کا پڑوسی ہونا خوش نصیبی ہے

محدثین میں ایک بزرگ ہیں جن کی کنیت ''ابوحمزہ'' ہے۔ ان کو ''سکری'' یا ''شکری'' بھی کہا جاتا ہے۔ عربی میں ''سکر'' نشے کو کہتے ہیں اور ''شکر'' چینی کو کہتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ ان کا نام ''ابوحمزہ سکری'' اس لئے پڑ گیا تھا کہ ان کی

باتوں میں اتنا نشہ تھا کہ جب یہ لوگوں سے باتیں کرتے تھے تو ان کی باتیں اتنی لذیذ ہوتی تھیں کہ سننے والوں کو لذت کا نشہ آجاتا تھا۔ اور "شکری" اس لئے کہا جاتا ہے کہ ان کی باتیں چینی کی طرح میٹھی ہوتی تھیں۔ ان کی باتوں میں حلاوت اور مٹھاس تھی۔

ایک مرتبہ ان کو پیسوں کی ضرورت پیش آئی، ان کے پاس ایک بڑا مکان تھا، مکان کے علاوہ کوئی اور چیز نہیں تھی، جس کو بیچ کر پیسے حاصل کریں، انہوں نے ارادہ کیا کہ اس بڑے مکان کو بیچ کر کسی اور جگہ پر چھوٹا مکان خرید لوں اور جو پیسے بچیں اس سے اپنی ضرورت پوری کرلوں۔ چنانچہ انہوں نے ایک خریدار سے مکان کا سودا کرلیا اور ایک دو دن کے اندر مکان خالی کر کے اس کے حوالے کرنے کا وعدہ کرلیا۔

پڑوسیوں کو جب معلوم ہوا کہ "ابوحمزہ سکری" مکان بیچ کر کہیں اور جارہے ہیں تو سارے پڑوسی مل کر ان کے پاس حاضر ہوئے اور ان سے کہا کہ ہم نے سنا ہے کہ آپ ہمارا محلّہ چھوڑ کر جارہے ہیں۔ ہماری درخواست یہ ہے کہ آپ ہمارا محلّہ نہ چھوڑیں اور جتنے پیسے خریدار اس مکان کے بدلے آپ کو دے رہا ہے، ہم سب مل کر اتنے پیسے آپ کو دینے کے لئے تیار ہیں۔ لیکن آپ کا یہاں سے ہمارا پڑوس چھوڑ کر جانا قابل برداشت نہیں۔ اس لئے کہ آپ کے پڑوس کی بدولت ہمیں بہت سی نعمتیں میسر ہیں۔ ہمیں ایسا پڑوس ملنا مشکل ہے۔

بہر حال! اگر نیک اور خوش اخلاق اور اللہ والا پڑوس مل جائے تو یہ اتنی بڑی نعمت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو انسان کی خوش نصیبی کی علامت قرار دیا۔

تراویح میں قرآن سنایا اور بادشاہ نے تخت پر بٹھایا:
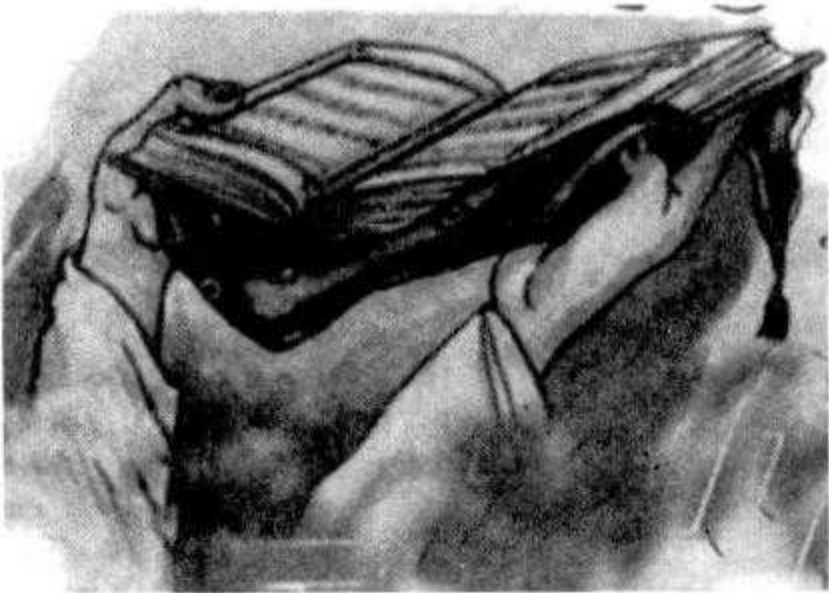
P-166

سلطان محمد بیکرہ علماء کی مجلس میں بیٹھا تھا۔ علماء قرآن کی عظمت پر بات کررہے تھے۔ ایک عالم نے ایسے میں کہا "قیامت کے دن سورج کے قریب آجانے کی وجہ سے سب لوگ پریشان ہوں گے، لیکن جو شخص قرآن کا حافظ ہوگا، اس کے قریبی عزیز اس روز رحمت کے سائے میں ہوں گے۔ سورج کی حرارت اس پر اثر انداز نہ ہوگی۔"

سلطان نے یہ سن کر ایک سرد آہ بھری اور کہا

''افسوس! ہمارے بیٹوں میں سے کوئی یہ سعادت حاصل نہ کرسکا کہ میں قیامت کے دن سورج کی تپش سے بچ جاتا۔''
اس مجلس میں سلطان کا بیٹا خلیل بھی موجود تھا۔ اسی وقت اٹھا اور بڑودہ چلا گیا۔ وہاں ان کی جاگیر تھی۔ اس نے وہاں قرآن حفظ کرنا شروع کردیا۔ اس قدر محنت کی کہ آنکھیں سرخ رہنے لگیں۔ طبیب نے کہا بھی کہ راتوں کو جاگ کر قرآن یاد کرنے کی وجہ سے یہ سرخ ہوئی ہیں، لیکن اس نے کوئی پرواہ نہ کی۔ آخر ایک سال اور چند ماہ میں پورا قرآن حفظ کرلیا۔ رمضان سے پہلے سلطان کی خدمت میں حاضر ہوا اور بولا ''حکم ہو تو تراویح میں قرآن سناؤں۔''
بادشاہ نے حیرت سے پوچھا ''تم حافظ کب بن گئے، یہ کیسے ہوگیا؟''
شہزادہ خلیل نے سارا واقعہ سنادیا۔ بادشاہ بیٹے سے لپٹ گیا۔ آنکھوں میں آنسو آگئے۔ اللہ تعالیٰ کا شکر بجالایا۔ خلیل نے تراویح میں پورا قرآن سنایا۔ بادشاہ اتنا خوش ہوا کہ اسے اپنے تخت پر بٹھادیا۔

نسبت کی وجہ سے ایک بڑا اعزاز

اصحاب کہف کے ساتھ ایک کتا چل پڑا تھا۔ مفسرین نے لکھا ہے کہ ''اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اسے انسانی شکل عطا کریں گے اور جنت عطا فرمادیں گے۔'' نیکوں کے ساتھ نسبت حاصل ہونے سے اگر کتے کو جنت مل سکتی ہے تو اگر مومن اللہ والوں کے ساتھ نسبت پکی کرلے تو نجات کیوں نہیں ہوگی۔

اعضائے جسم استعمال کرتے وقت احتیاط کریں

دل کی مثال ایک تالاب کی ہے جس میں چار راستوں سے پانی آرہا ہے۔ ان راستوں کے ذریعے جیسا صاف یا گندہ پانی آئے گا، ویسا ہے پانی تالاب میں جمع ہوگا اور وقت ضرورت وہی صاف یا گندا پانی باہر آئے گا۔ تالاب دل ہے اور چار راستے آنکھ، زبان، کان اور دماغ ہیں۔
لہذا ہمیں چاہئے کہ ان چاروں راستوں کو استعمال کرتے وقت احتیاط سے کام لیں۔

انسانی کھوپڑیوں کا مینار

ایک دفعہ تاتاریوں کے سردار چنگیز خان سے کسی نے پوچھا ''اے خانِ تاتار تو نے کبھی کسی پر رحم کیا؟''
چنگیز خان نے کہا ''ہاں۔ ایک دفعہ میں اپنے گھوڑے پر سوار ہوکر نیزہ اٹھائے ایک ندی کے کنارے سے گزر رہا تھا۔ ایک عورت ندی کے کنارے کھڑی ہوئی مدد کے لئے پکار رہی تھی۔ میں نے دیکھا کہ اس کا ننھا سا بچہ ندی میں ڈبکیاں کھا رہا ہے۔ مجھے اس عورت پر ترس آگیا۔ بچہ کنارے سے زیادہ دور نہ تھا۔ میں گھوڑے سے اتر کر قریب پہنچا۔

پھر میں نے اپنا ہاتھ بڑھا کر نیزہ بچے کے پیٹ میں گھونپ دیا اور اسے نیزے کی انی پر اٹھا کر اس کی ماں کے سپرد کر دیا۔"

چنگیز خان جب بھی کوئی شہر فتح کرتا تو فتح کی یادگار کے طور پر انسانی کھوپڑیوں کے مینار بنا دیتا۔ بغداد فتح کرنے کے بعد اس نے نوے ہزار کھوپڑیوں کا مینار بنایا۔

انسان کو کن چیزوں سے پست کیا گیا

عبید اللہ بن عائشہ کی روایت ہے کہ سفیان بن عیینہؒ نے فرمایا کہ "اگر ابن آدم کو اللہ تعالیٰ تین تباہ کن چیزوں کے ذریعے پست نہ فرماتے تو ان کا تکبر و فساد حد سے زیادہ بڑھ جاتا اور کوئی چیز ان کا شر برداشت کرنے کی طاقت نہ رکھتی۔ افسوس کہ انسان ان تباہ کن چیزوں میں مبتلا ہونے کے باوجود شر و فساد کے میدان میں چھلانگیں لگا تا رہتا ہے۔ سرکشی اور شر انسانی کو دبانے والی وہ تباہ کن تین چیزیں یہ ہیں۔ (۱) فقر و افلاس (۲) امراض (۳) موت۔"

اللہ تعالیٰ ہمیں تکبر سے، فساد سے، سرکشی سے اور ان اعمال سے بچائے جو اللہ عزوجل کی ناراضگی اور غضب کے موجب ہیں۔ اور ان اعمال کی توفیق نصیب فرمائیں جو سعادتِ دارین کے اسباب ہیں۔ آمین۔

ایمان کے سلب ہونے کا ذریعہ:

ابو بکرؒ الوراق فرماتے ہیں کہ بندوں پر ظلم کرنا اکثر سلب ایمان کا ذریعہ بن جاتا ہے۔ ابو القاسم حکیمؒ سے کسی نے پوچھا کہ کوئی گناہ ایسا بھی ہے جو بندے کو ایمان سے محروم کر دیتا ہے۔ فرمایا، ہاں تین چیزیں ہیں جو آدمی کو ایمان سے محروم کر دیتی ہیں۔

۱۔ پہلی نعمت ایمان پر شکر نہ کرنا۔

۲۔دوسری اسلام کے جاتے رہنے کا کوئی خوف وخطر محسوس نہ کرنا۔
۳۔اور تیسری اہل اسلام پر ظلم کرنا۔

نعمت کی ناقدری

میں نے حضرت ڈاکٹر عبدالحئی رحمتہ اللہ علیہ سے حضرت تھانوی رحمتہ اللہ علیہ کا یہ واقعہ سنا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت تھانوی رحمتہ اللہ علیہ بیمار ہوئے۔اس دوران ایک صاحب نے آپ کو پینے کے لئے دودھ لاکر دیا۔آپؒ نے وہ دودھ پیا اور تھوڑا سا بچ گیا۔وہ بچا ہوا دودھ آپ نے سرہانے کی طرف رکھ دیا۔اتنے میں آپؒ کی آنکھ لگ گئی۔جب بیدار ہوئے تو ایک صاحب جو پاس کھڑے تھے ان سے پوچھا کہ ''بھائی وہ تھوڑا سا دودھ بچ گیا تھا، وہ کہاں گیا؟''

توان صاحب نے کہا کہ ''حضرت وہ تو پھینک دیا۔ایک گھونٹ ہی تھا۔''

حضرت تھانوی رحمتہ اللہ علیہ بہت ناراض ہوئے اور فرمایا کہ ''تم نے اللہ کی اس نعمت کو پھینک دیا۔تم نے بہت غلط کام کیا۔اگر میں اس دودھ کو نہیں پی سکا تو تم خود پی لیتے۔کسی اور کو پلا دیتے یا بلی کو پلا دیتے، یا طوطے کو پلا دیتے۔اللہ کی کسی مخلوق کے کام آجاتا، تم نے اس کو کیوں پھینکا؟'' پھر ایک اصول بیان فرمادیا کہ ''جن چیزوں کی زیادہ مقدار سے انسان اپنی عام زندگی میں فائدہ اٹھاتا ہے ان کی تھوڑی مقدار کی قدر اور تعظیم اس کے ذمہ واجب ہے۔''

مثلاً کھانے کی بڑی مقدار کو انسان کھاتا ہے، اس سے اپنی بھوک مٹاتا ہے۔اپنی ضرورت پوری کرتا ہے، لیکن اگر اسی کھانے کا تھوڑا حصہ بچ جائے تو اس کا احترام اور توقیر بھی اس کے ذمہ واجب ہے۔اس کو ضائع کرنا جائز نہیں۔یہ اصل (ضابطہ) بھی درحقیقت اسی حدیث سے ماخوذ ہے کہ اللہ کے رزق کی ناقدری مت کرو، اس کو کسی نہ کسی مصرف میں لے آؤ۔

ایسی رقم مل گئی جس کا تصور نہ تھا:

عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ مرو میں رہتے تھے۔ مرو خراسان کے شمال مغرب میں واقع ہے اور شام سے کوسوں دور ہے۔ ایک مرتبہ اپنے وطن سے شام گئے۔ یہ اس زمانے کی بات ہے جب نہ راستے اچھے تھے نہ تیز چلنے والی گاڑیاں تھیں۔ سفر کیا تھا، ایک مسلسل مصیبت۔ اس لئے سفر پر نکلنا بڑے دل گردے کی بات تھی۔ عبداللہ تاجر تھے، نرے تاجر ہی نہیں، بہت بڑے عالم بھی تھے۔ عالم ہونے کے ساتھ عمل کے بھی دھنی تھے۔ راتیں جاگ کر گزارتے تھے اور دن میں دین کی خدمت کرتے رہتے۔ جب اعلان جہاد ہوتا تو تلوار سونت کر میدان جنگ میں کود پڑتے۔ اللہ نے بہت کچھ دیا تھا۔ اس دولت کا پورا فائدہ اٹھاتے۔ یعنی بے دریغ اللہ کی راہ میں لٹاتے۔

ایک مرتبہ ایک شخص حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور بولا ''حضرت کچھ برے دن آئے ہیں، سخت پریشانی میں ہوں۔ قرض لے کر گھر کا خرچ چلاتا رہا ہوں۔ اب یہ بھی مشکل نظر آتا ہے، کیونکہ قرض بہت بڑھ گیا ہے۔''

جھوٹے ہونے کے لئے کافی ہے

امام اعظمؒ کے بعض مخالفین ایسے تھے کہ جو مخلص تھے مگر اڑتی افواہوں اور سنی سنائی باتوں کی وجہ سے بدظن ہوگئے تھے۔ حدیث شریف میں ہے کہ آدمی کے جھوٹے ہونے کے لئے یہی کافی ہے کہ وہ سنی سنائی باتیں نقل کرتا پھرے۔ مشائخ نے یہاں تک فرمایا کہ اگر تمہارے سامنے کوئی آدمی آکر یہ کہے کہ فلاں آدمی نے میری آنکھ پھوڑ دی ہے اور اس کی آنکھ واقعی پھوٹ چکی ہو تو بھی اس وقت تک فیصلہ نہ کرنا جب تک دوسرے کو دیکھ نہ لینا، ہوسکتا ہے کہ اس بندے نے اس کی دو آنکھیں پہلے پھوڑ دی ہوں۔

عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ نے فرمایا ''کوئی بات نہیں، اللہ پر بھروسہ رکھو اور روزگار کی تلاش میں رہو، فی الحال میرا یہ پرچہ لے جاؤ اور میرے منشی کو دے دینا۔''

وہ صاحب پرچہ لے کر منشی کے پاس پہنچے، اسے پرچہ دیا۔ اس نے پرچہ کھولا تو دیکھا کہ اس میں خاصی بڑی رقم دینے کی ہدایت تھی۔ منشی نے ویسے ہی پوچھا ''کیوں جناب! کتنی رقم کی ضرورت ہے؟''

اس اللہ کے نیک بندے نے کہا۔ ''سات سو درہم کا قرض ہے۔ اس کا ذکر میں نے عبداللہ بن مبارک سے کیا تھا۔ کیا انہوں نے یہ رقم دینے کے لئے لکھا ہے۔''

اس نے کہا ''ہاں، مگر تم ذرا میرا یہ پرچہ انہیں لے جا کر دینا۔ تمہیں رقم مل جائے گی۔''

وہ پریشان حال اللہ کا بندہ منشی کا پرچہ لے کر پھر ابن مبارکؒ کے پاس پہنچا۔ بڑی تکلیف ہوئی، کیونکہ منشی نے پوچھا تھا ''یہ شخص سات سو درہم کا مقروض ہے، آپ نے اسے سات ہزار درہم دینے کو کہا ہے، لکھنے میں کچھ بھول تو نہیں ہوگئی۔''

عبداللہ بن مبارک بہت بڑے محدث تھے۔ انہیں تو آنحضرت ﷺ کی ایک ایک بات تھی۔ جو رزق اللہ نے دیا تھا وہ ان میں سے بڑی رقم اللہ کے ضرورت مندوں پر خرچ کرنا چاہتے تھے، انہیں منشی کی باریک بینی اچھی معلوم نہ ہوئی۔ جواب میں اسے لکھا ''میری تحریر ملتے ہی اس شخص کو چودہ ہزار درہم دے دو۔ انتظار مت کرو، میں نے سات ہزار پیش کئے تھے، ظالم تو نے میری لذت ایمانی کو مول تول کی نذر کر دیا۔ اب اسے معلوم ہے سات ہزار ملیں گے، اس لئے اسے چودہ ہزار دو۔ یہ رقم اس کے لئے غیر متوقع ہوگی۔ اللہ کے نبی ﷺ کا فرمان ہے کہ جو شخص کسی مسلمان کو اچانک خوش کر دے گا تو اللہ تعالیٰ اسے بخش دے گا اور جو کچھ اس نے اللہ کی راہ میں دیا ہے اس سے کہیں بڑھ کر دیا جائے گا۔ اس میں ذرا کمی نہ ہوگی۔''

نیکوں کے ساتھ بیٹھنے کا فائدہ
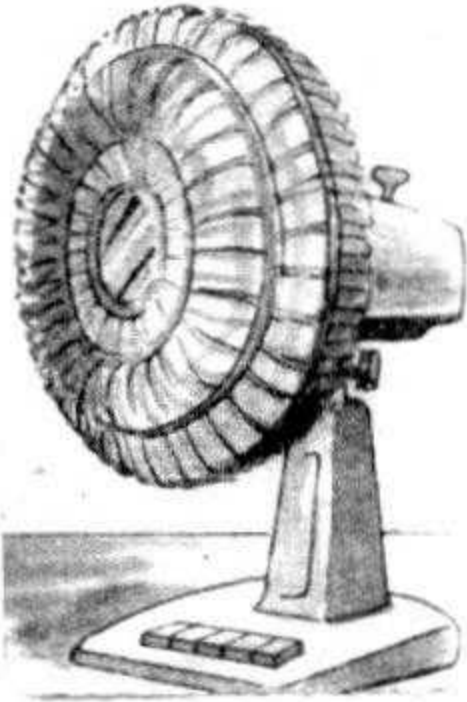
P-171

حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ سے سوال کیا گیا کہ نیکوں کی محفل میں بیٹھنے سے فائدہ ہوتا ہے، کیا نیکوں کے قریب قبر بنانے سے بھی فائدہ ہوتا ہے۔ حالانکہ عمل تو اپنے اپنے ہوتے ہیں؟

حضرت کو کوئی آدمی پنکھا کر رہا تھا۔ پوچھا ''آپ کو ہوا آ رہی ہے؟''

اس نے کہا ''ہاں۔''

فرمایا۔ ''جس طرح پنکھا تو مجھے کر رہا ہے مگر ساتھ والوں کو ہوا آ رہی ہے، اسی طرح نیک لوگوں کے ساتھ بیٹھنے والوں کو بھی فائدہ ہوتا ہے۔''

یہی عبداللہ بن مبارک رحمتہ اللہ علیہ اپنے وطن مرو سے کئی سو میل کا سفر کر کے شام گئے اور وہاں سے لوٹے تو مرو پہنچ کر انہوں نے دیکھا کہ ان کے پاس کسی کا ایک قلم رہ گیا ہے۔ فوراً یاد آیا کہ یہ تو انہوں نے شام میں ایک شخص سے تھوڑی دیر کے لئے لے لیا تھا۔ معمولی قلم تھا، اس کی کوئی اہمیت نہ تھی، لیکن اللہ سے ڈرنے والے عبداللہ بن مبارک رحمتہ اللہ علیہ کے لئے یہ امانت لوٹانے کا مسئلہ تھا۔ فوراً سامان سفر درست کیا اور دوبارہ شام کے سفر پر نکل کھڑے

ہوئے۔ مہینوں کی راہ چل کر وہاں پہنچے۔ اس شخص کو ڈھونڈا، وہ مل گیا تو قلم اس کے حوالے کر کے معذرت کی کہ لوٹانے میں دیر ہوئی، غلطی سے یہ میرے ساتھ مرو چلا گیا تھا۔

اس شخص نے قلم واپس لے لیا تو عبداللہ بن مبارک رحمتہ اللہ علیہ نے اللہ کا شکر ادا کیا کہ اللہ نے مجھے خیانت سے بچالیا۔ حالانکہ وہ قلم معمولی حیثیت کا تھا۔ سورۃ النساء میں قادر مطلق کا ارشاد ہے۔ ''مسلمانو! اللہ رب العزت تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانت والوں کی امانتیں ان کے حوالے کر دو۔'' (ماخوذ از ''روشنی'' شاہ بلیغ الدین، صفحہ ۲۱۰۔۲۱۵)

دل کی نورانیت

حضرت خواجہ سری سقطی فرماتے ہیں کہ میں نے عید کے روز حضرت معروف کرخی کو کھجوریں چنتے ہوئے دیکھا۔ میں نے عرض کیا ''حضرت! یہ آپ کیا کر رہے ہیں؟''

فرمایا کہ ''میں نے ایک لڑکے کو روتے ہوئے دیکھا، پوچھا تو کیوں روتا ہے؟ اس نے کہا کہ میں یتیم ہوں، آج اور لڑکے عمدہ عمدہ لباس پہنے ہوئے ہیں اور میرے پاس کچھ نہیں۔ یہ کھجوریں بیچ کر اس بچے کو ایک جوڑا خرید کر دوں گا اور کچھ اشیائے خورد ونوش بھی۔''

یہ سن کر میں نے عرض کیا ''حضرت اس خدمت کی انجام دہی کی مجھے اجازت فرمائی جائے۔'' چنانچہ میں اس لڑکے کو اپنے ہمراہ بازار لے گیا۔ ایک جوڑا کپڑا اور کچھ اخروٹ خرید کر دیئے۔ وہ لڑکا خوش ہوگیا۔ اس پر میرے دل میں ایک نور پیدا ہوگیا اور میری حالت میں تبدیلی ہوگئی۔

ریاکاری سے بچنے کی کوشش کرتے رہنا چاہئے

حضرت حاجی صاحب رحمتہ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ ''حق تعالیٰ کی ستاری ہے، ورنہ میاں اگر ہمارے اترے پترے کھول دیں تو ایک بھی معتقد نہ رہے۔ یہ دین کی سمجھ والے ہیں۔''

یہ دین کی سمجھ والے ہیں۔ بات یہ ہے کہ اللہ والا اپنا معاملہ اللہ تعالیٰ سے رکھتا ہے اور حق تعالیٰ کی نظر سے اپنے اعمال کو پرکھتا ہے۔ اصل کسوٹی تو میاں کے پاس ہے۔ تمام مخلوق کی تعریف کرنے سے کیا ہوتا ہے۔ جب وہ پسند فرمالیں تو وہ پسند کام آنے والی ہے اور ان کی پسند کا یقینی فیصلہ مرنے کے بعد ہی معلوم ہوگا۔ لوگوں کی واہ گواہ تو آدمی کو واہی بنا دیتی ہے۔ لوگوں کی واہ واہ کا خواہاں نہ رہنا چاہئے۔ اپنی آہ سے اپنے اللہ کو خوش رکھنا چاہئے۔ اللہ والوں کو یہی شان ہوتی ہے کہ وہ کرتے رہتے ہیں اور ڈرتے رہتے ہیں۔

تقریر کرنے کا فن بہت آسان ہے

تقریر کے متعلق آپ کی جدوجہد بہت مناسب ہے۔ زبان کھلنے کے لئے میں دعا کرتا ہوں۔ آپ عالی ہمتی کے ساتھ شروع کر دیجئے۔ چھوٹے مجمعوں سے خود بخود کھڑے ہو جایا کیجئے۔ تقریر کرنے سے پہلے سات مرتبہ سبحانک لاعلم لنا الا ماعلمتنا انک انت العزیز الحکیم اور رب اشرح لی صدری ویسرلی امری واحلل عقدۃ من لسانی یفقھوا قولی پڑھ کر سینہ پر دم کرلیا کریں۔ انشاء اللہ اعانت خداوندی شامل حال ہوگی۔

نیز خالی کمرہ بند کر کے تصور کرتے ہوئے کہ مجمع حاضر ہے، کچھ دنوں تقریر کرنے کی مشق کیجئے۔ نواب مہدی علی خان مرحوم نے اسی طرح مشق کی تھی۔ اپنے زمانے میں اعلیٰ درجہ کے مقرر شمار کئے جانے لگے تھے۔ اثنائے تقریر میں کسی سے مرعوب نہ ہوئے، خواہ کتنا ہی بڑا آدمی کیوں نہ ہو۔ البتہ مضامین کا غور سے مطالعہ کیجئے اور جس موضوع پر تقریر کرنی ہوگی اگر ممکن ہو تو پہلے تنہائی میں دو تین مرتبہ یا کم از کم ایک مرتبہ تقریر کرلیا کیجئے۔ چرچل آج تک ایسا ہی کرتا ہے۔ زبان جہاں تک ہو عام فہم استعمال کیجئے اور جو لوگ الفاظ کی چمک دمک کی طرف جاتے ہیں، میرے خیال میں غلطی میں مبتلا ہیں۔ ہاں نیت کی درستی ضروری ہے۔ جو کہ واقعہ میں مشکل کام ہے۔ اپنی تقریر کی شہرت، لوگوں کی واہ واہ، ریا وسمعہ وغیرہ مقصود نہ ہونا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اعانت ہوگی۔ (مکتوبات شیخ الاسلام صفحہ ۳۲۳ ج ۲)

میں اپنا حج ہدیہ کرتا ہوں

علی بن الموفق فرماتے ہیں کہ میں نے پچاس سے زائد حج کئے اور میں نے اس کا ثواب نبی کریم ﷺ، ابوبکر صدیقؓ، عمر فاروقؓ، عثمان غنیؓ اور علیؓ بن طالب رضی اللہ عنہم اور اپنے والدین کو بخش دیا اور صرف ایک حج میرے پاس باقی رہا۔ ایک مرتبہ حج کے درمیان میں نے میدان عرفات میں حاجیوں کو دیکھا اور ان کی چیخ و پکار اور ان کے گڑگڑانے نے مجھ پر ایک کیفیت طاری کر دی۔ میں نے دعا کی کہ اے اللہ اگر ان لوگوں میں کوئی ایک ایسا انسان ہو جس کا حج قبول نہیں تو میں اپنا حج اس کو ہدیہ کرتا ہوں۔ میرے حج کا ثواب اس کے نامہ اعمال میں لکھ دیجئے۔

پھر میں نے مزدلفہ میں رات بسر کی۔ میں نے خواب میں اللہ تعالیٰ کی زیارت کی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ''اے اعلی بن الموفق کیا تو مجھ پر سخاوت کرتا ہے۔ میں نے تمام اہل موقف (عرفات میں جمع ہونے والے لوگ) اور اتنی تعداد میں اور لوگوں کو بخش دیا اور ہر شخص کی سفارش اس کے گھر والوں اور اس کے دوستوں اور اس کے پڑوسیوں کے بارے میں قبول کر لی کیونکہ میں ہی اہل التقویٰ اور اہل المغفرہ ہوں۔'' (تفسیر الاحلام لابن سیرین)

پاکستان کیوں بنا تھا

- ...... پاکستان اسلام کے نام پر بنا تھا، اس میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی مخالفت کیوں؟
- ...... پاکستان اسلام کے نام پر بنا تھا، اس میں قرآن کا قانون اب تک نہیں نافذ! کیوں؟
- ...... پاکستان اسلام کے نام پر بنا تھا، اس میں رسول اللہ ﷺ کے طریقوں کی مخالفت کیوں؟
- ...... پاکستان اسلام کے نام پر بنا تھا، اس میں مجاہدین کی مخالفت کیوں؟
- ...... پاکستان اسلام کے نام پر بنا تھا، اس میں جہاد کی مخالفت کیوں؟
- ...... پاکستان اسلام کے نام پر بنا تھا، اس میں اللہ والوں کی مخالفت کیوں؟
- ...... پاکستان اسلام کے نام پر بنا تھا، اس میں مجاہدین سے نفرت کیوں؟
- ...... پاکستان اسلام کے نام پر بنا تھا، اس میں مجاہدین کے جھنڈے اتارے جاتے ہیں! کیوں؟

میدان جہاد کا گرد بھی وزن میں آئے گا

حضرت علامہ محمد انور شاہ کشمیریؒ نے بڑا نصیحت آموز واقعہ فیض الباری میں نقل فرمایا ہے۔ وہ یہ کہ سلطان بایزید خان یلدرم نے یورپ کے کفّار کے خلاف ۲۷ جنگوں میں حصہ لیا۔ سلطان کی عادت تھی کہ وہ ایک ہی قبا پہنے رکھتے تھے اور اسے تبدیل نہیں کرتے تھے۔ جب کسی معرکے سے فارغ ہوتے تو اس پر لگا ہوا غبار جمع فرمالیا کرتے تھے۔ جب ان کی موت کا وقت قریب آیا تو انہوں نے وصیت فرمائی کہ اس غبار کو بھی ان کے ساتھ قبر میں دفن کیا جائے۔

کیا وقت تھا کہ بادشاہوں تک کو سرورِ دو عالم ﷺ کے فرمودات پر حرف بحرف یقین تھا اور اب کیا وقت ہے کہ ہم جیسے سکہ بند دینداروں کا یقین بھی تذبذب کی زد میں ہے۔

تکبر سے بچنے کا اہتمام

حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ جو ''قطب الارشاد امام وقت اور ابوحنیفہ عصر'' کے لقب سے مشہور ہیں، حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے 'ارواح ثلاثۃ'' میں ان کا واقعہ لکھا ہے کہ حضرت والا ایک دفعہ سبق پڑھا رہے تھے اور بارش شروع ہوگئی تو طلبہ سے فرمایا کہ اندر چلیں۔ طلبہ اپنی اپنی کتابیں لے کر اندر جانے لگے اور حضرت والا طلبہ کے جوتے سمیٹ کر اندر لے جانے لگے تا کہ وہ بارش میں بھیگ کر خراب نہ ہو جائیں۔

یہ طلبہ کے جوتے دو وجہ سے اٹھا رہے تھے۔ ایک اپنے علاج کی غرض سے کہ کہیں میرے اندر تکبر کا شائبہ پیدا نہ ہو جائے۔ دوسری وجہ یہ تھی کہ جب انسان یہ علاج کر لیتا ہے تو اس کا نفس مزکی اور مجلی ہو جاتا ہے اور جب اللہ والے کا نفس مزکی اور مجلی ہو جاتا ہے تو اس کو یہ بات غیر معمولی معلوم نہیں ہوتی کہ میں طلبہ اور شاگردوں کے جوتے اٹھا رہا ہوں بلکہ یہ کام بھی اس کے معمول کا ایک حصہ بن جاتا ہے۔

بادشاہ کے سامنے حق گوئی:

ابوجعفر منصور دولت عباسیہ کے حکمران نے اپنے وزیر ربیع بن یونس کو درہموں کے تین توڑے دیئے اور کہا کہ ان میں سے ایک مالک کو دینا، ایک ابن ابی زئب کو اور ایک ابوحنیفہ کو!

ابوجعفر جو اپنے اقتدار کو مضبوط کرنے کے لئے سختیوں پر اتر آیا تھا، علمائے امت کو اپنا ہمنوا بنانا چاہتا تھا۔ وہ

جن کی تاک میں تھا وہ اس دور ہی کی نہیں ہماری تاریخ کی عظیم ترین ہستیاں تھیں۔اس نے ربیع بن یونس سے کہا "مالک میرا عطیہ لے لیں تو انہیں کچھ نہیں کہنا، ابن ابی ذئب یا ابوحنیفہ میں کوئی میرا عطیہ لے لے تو پھر اس کی گردن اڑا دینا۔"

تخت و تاج کے لئے اس زمانے میں خون کی ہولی کھیلی جارہی تھی۔ان بزرگوں کو دو مصیبتیں تھیں۔ایک یہ کہ فاسق و فاجر اور ظالم برسراقتدار آرہے تھے اور خلافت کا نظام پارہ پارہ ہوا جارہا تھا۔ جسے وہ برداشت نہ کرسکتے تھے۔ دوسرے یہ کہ وہ حق گو اور بے باک تھے۔ ان میں سے کوئی بھی حکمرانی کے لئے کسی کا طرفدار یا مخالف نہیں تھا، کیونکہ کسی کامیاب انقلاب کے بعد کسی کے برسراقتدار آنے کا مسئلہ نظریہ ضرورت کے تحت آسکتا یا نہیں، اسے بھی انہیں جانچنا تھا۔ ان کا مقصود اصلاح تھا، امت میں تفرقہ ڈالنا نہیں تھا۔

حج میں صرف بارہ درہم خرچ کرنا

حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ بڑے راست گو اور بے باک تھے۔
ایک مرتبہ خلیفہ مہدی کے پاس آئے اور فرمایا "کیا تجھے معلوم ہے کہ سیدنا عمر فاروقؓ فریضہ حج کی ادائیگی میں صرف بارہ درہم خرچ کرتے تھے۔ لیکن تم بے حد فضول خرچی کرتے ہو؟"

خلیفہ بہت برہم ہوا اور کہنے لگا "مجھے تم بھی اپنے جیسا بنانا چاہتے ہو۔"
سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا "اگر میری طرح نہیں تم ہوسکتے تو اتنا تو کرو کہ اپنے بے انداز مصارف میں کمی کرلو۔"

اللہ کے جن نیک بندوں کا یہاں ذکر ہے وہ خود اقتدار میں دلچسپی رکھتے تھے، نہ انہیں حاضر باشی اور دربار داری کی کوئی تمنا تھی۔ یہ تو علماء کا کردار ہوتا ہے۔ وہ بیت المال کی حفاظت اور حکمران کے کرداروں کے جھول درست کرنا چاہتے تھے۔ضرورت محسوس کی تو امام ابوحنیفہ نے امام ابویوسف کو آج کی اصطلاح میں مملکت کا چیف جسٹس بننے کی اجازت دے دی۔ان سے پہلے رجاء بن حیوہ نے سلیمان بن عبدالملک کی ایسی تربیت کی کہ اس نے حضرت عمر بن عبدالعزیز کو اپنا جانشین نامزد کردیا۔ یہ علماء حق کا طور طریق تھا۔اکبر کے دور میں حضرت مجدد الف ثانی نے پوری قوت سے ارتداد کے فتنے کو روکا۔ یہ بات کہ بادشاہ کے مصاحب بننے کے لئے نام نہاد صاحبان عبا وقبا ہمیشہ سودا بازی کر لیتے ہیں، یہ صرف تاریخ کا حصہ نہیں، یہ جلوے آج بھی نظر آتے ہیں۔

ایک ارشاد نبوی ﷺ کا مطلب ہے کہ سید الشہداء حمزہ بن عبدالمطلب ہیں، دوسرا وہ شخص جو سلطان جابر کے آگے حق بات کہے۔اسے ظلم وستم سے روکے اور اپنے اس عمل کی وجہ سے مارا جائے۔ الکردری، مناقب امام اعظم میں لکھتے ہیں کہ درہموں کے توڑے بھیجنے سے پہلے اس نے تینوں بزرگوں کو اپنے دربار میں بلوایا اور ان سے سوال کیا کہ

"یہ بتایئے میں حکومت کا اہل ہوں کہ نہیں۔"

امام مالک نے ذومعنی جواب دے کر ٹالا۔ فرمایا کہ "اہل نہ ہوتے تو تخت کس طرح ملتا!"

ابن ابی ذئب نے کہا "اللہ جسے چاہے دنیا کی حکومت یا آخرت کی بھلائی عطا فرمائے۔ اگر آپ نے اللہ تعالیٰ کے احکام کی اطاعت کی تو ممکن ہے کہ وہ آپ پر مہربان ہو ورنہ آپ توفیق الٰہی سے محروم رہیں گے۔ رہی خلافت کی بات تو یہ پرہیزگار لوگوں کی رائے سے قائم ہوتی ہے، جو شخص خود اقتدار پر قابض ہو جائے وہ پرہیزگاری سے محروم ہوتا ہے۔ آپ اور آپ کے ساتھی حق پر نہیں، اس لئے توفیق الٰہی آپ کے ساتھ نہیں۔ اگر آپ نے اپنے اعمال اچھے رکھے اور رب العزت سے ڈرتے رہے تو شاید اس جگہ کے اہل ہو جائیں۔ ورنہ آپ کو کس نے روکا ہے کہ آپ اپنے آپ کو حکومت و اقتدار کا اہل نہ سمجھیں!"

امام ابوحنیفہؒ کہتے ہیں کہ ابن ابی ذئب کی باتیں سن کر میں نے اور مالک نے اپنے اپنے کپڑے سمیٹ لئے۔ ہم نے سوچا ابھی اس کی گردن اڑا دی جائے گی اور اس خون ناحق کے چھینٹے ہم پر بھی پڑیں گے۔

منصور کچھ اور ہی سوچ کر بیٹھا تھا، اس لئے اس وقت وہ ابن ابی ذئب کی بات پی گیا اور امام ابوحنیفہؒ کی طرف پلٹا۔ پوچھا "جناب! آپ کا میرے بارے میں کیا خیال ہے؟"

امام ابوحنیفہؒ اللہ کے ان بندوں میں سے تھے جو رائے کی آزادی کو بڑی اہمیت دیتے تھے۔ ان کا تو یہ کہنا تھا کہ جو عدالت دباؤ میں آ کر جھوٹا فیصلہ کرے، اس کا احترام واجب نہیں۔ نظم ونسق کی اصلاح ان کی نظر میں اتنی اہم تھی کہ وہ اسے کافروں سے جہاد کرنے سے بڑا کام

یہ آہیں مجھے دے دو

ہرات کے ایک آدمی نے حج کا ارادہ کیا، لیکن کسی وجہ سے رہ گیا۔ ایک دن وہ مسجد میں بیٹھا حج قضا ہونے پر آہیں بھر رہا تھا کہ خواجہ ابواحمد ابدال رحمۃ اللہ علیہ مسجد میں داخل ہوئے۔ اس کی حالت دیکھ کر فرمانے لگے "میں نے چار حج کئے ہیں، وہ تم لے لو اور یہ آہیں مجھے دے دو۔"

سب کو جانے دو

ایک دفعہ ہارون الرشید کے دربار میں حاضرین کی تواضع شربت سے کی جا رہی تھی۔ جام سونے کے تھے۔ ایک درباری نے ایک جام چپکے سے اپنی آستین میں چھپا لیا۔ اتفاقاً خلیفہ نے دیکھ لیا۔ جب محفل برخاست ہونے لگی تو ساقی نے آواز دی۔ "کوئی درباری باہر نہ جائے، کیونکہ ایک جام گم ہو گیا ہے۔"

خلیفہ نے کہا "سب کو جانے دو، جس نے چرایا ہے وہ مانے گا نہیں اور جس نے دیکھا ہے وہ بتائے گا نہیں۔"

کہتے تھے۔

بات ان تک آئی تو انہوں نے کہا''ابوجعفر! سچائی کو ڈھونڈنے والا اور سیدھے راستے پر چلنے کی خواہش رکھنے والا وہ ہوتا ہے جو اپنے غصے پر قابو رکھتا ہے۔ آپ ذرا اپنا دل ٹٹول کر دیکھیں کہ آپ نے ہمیں یہاں کیوں بلایا ہے؟ دو ٹوک بات سننے کے لئے یا؟ یا ہماری زبانوں سے وہ کہلوانے کے لئے جو آپ چاہتے ہیں تاکہ دنیا میں ڈھنڈورا پٹوادیں کہ ہم آپ کے ساتھ ہیں؟ اگر سچ پوچھئے تو دو عالمان حق بھی آپ کے ساتھ نہیں! یاد رکھئے کہ خلافت کا منصب بیعت انتخاب کے سوا کسی اور طرح حاصل نہیں ہوتا۔ یہ رائے کسی ایک گروہ یا ایک خطے کی نہیں، مملکت کے ہر حصے کے رہنے والوں کی ہونی چاہئے۔ آپ کو معلوم ہے کہ سیدنا ابوبکر صدیقؓ اہم فیصلوں سے چھ مہینے تک رکے رہے کہ ان کو اہل یمن کی بیعت کا انتظار تھا۔''

خدمت کا معاوضہ نہ لینے پر

ایک دفعہ بغداد کے ایک مکان میں آگ بھڑک اٹھی اور دو بچے اندر پھنس گئے۔ مالک مکان نے امداد کے لئے بہت شور مچایا۔ یہاں تک کہ دو ہزار دینار انعام کا بھی اعلان کیا، لیکن کسی شخص کو آگ میں کودنے کی ہمت نہ ہوئی۔ اتفاق سے وہاں حضرت ابوالحسن نوری رحمتہ اللہ علیہ آنکلے۔ اس شخص کا اضطراب دیکھا تو آگ سے گزر گئے اور بچوں کو صحیح سلامت باہر لے آئے۔ اس نے آپ کا شکریہ ادا کیا اور دو ہزار دینار پیش کئے تو آپؒ نے لینے سے انکار کر دیا۔ اس نے کہا''اگر کوئی اور ہوتا تو آگ میں بھسم ہو جاتا، لیکن آپ صحیح سلامت باہر آ گئے۔ یہ مقام آپ نے کیسے پایا؟''

فرمایا''خدمت کا معاوضہ نہ لینے سے۔''

منصور کے دربار سے جب وہ تینوں بزرگ اپنی اپنی بات کہہ کر اٹھ گئے تو اس نے اشرفیوں کے توڑے دے کر ربیع کو ان کے پیچھے بھیجا۔

امام مالکؒ کو عطیہ پیش کیا گیا تو انہوں نے بڑی بیزاری سے کہا کہ''جو بھی لائے ہو چھوڑ جاؤ!'' وہ اس عطیہ کو بھی ناجائز سمجھتے تھے۔

ابن ابی ذئب کے پاس ربیع پہنچا تو جواب ملا''میں تو بیت المال سے یوں کچھ لینا اپنے لئے حلال نہیں سمجھتا نہ منصور کے لئے حلال سمجھتا ہوں۔''

امام ابوحنیفہؒ نے دوٹوک بات کہہ دی۔''ربیع، تم میری گردن بھی اڑا دو تو میں اس عطیہ کو ہاتھ نہ لگاؤں گا!''

لوٹ کر جب ربیع نے اپنے آقا کو تفصیل سنائی تو منصور نے بڑی حسرت سے کہا ''افسوس! ان کی بے نیازی نے انہیں بچالیا۔''

سورۃ الحشر میں ارشاد ربانی ہے:

وتلک الامثال نضربها للناس لعلهم یتفکرون O

''اور ہم لوگوں کو مثالیں دے دے کر سمجھا دیتے ہیں کہ وہ غور وفکر کریں۔''

رقم اللہ کے پاس جمع کروادی

خلیفہ مامون الرشید (۱۹۸ھ۔۲۱۸ھ) نے ایک غلام کو نان ونفقے کے لئے پچاس ہزار دینار بھیجے اس نے اسی وقت مساکین و یتامیٰ میں بانٹ دیئے۔ اس کی اہلیہ نے کہا ''آپ یہ رقم جمع رکھتے، تو کل کام آتی۔''

فرمایا ''میں نے یہی تو کام کیا ہے کہ رقم اللہ کے پاس جمع کردی ہے۔ کل ہمارے کام آئے گی۔''

امام صاحب کی صحبت اختیار کرو، امام اوزاعی کا حکم:
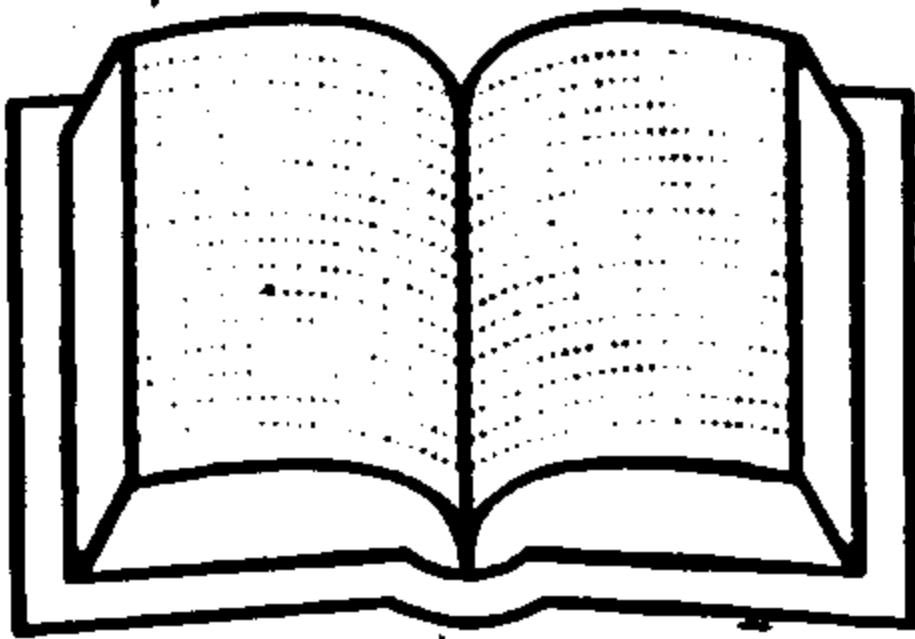
امام اوزاعیؒ شام میں رہتے تھے۔ انہوں نے امام ابوحنیفہؒ کے بارے میں ایسی ویسی بہت سی باتیں سن رکھی تھیں۔ ایک مرتبہ امام ابوحنیفہؒ کے شاگرد عبداللہ بن مبارکؒ امام اوزاعیؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انہوں نے پوچھا۔ ''اے خراسانی! (عبداللہ بن مبارکؒ کی نسبت ہے) ابوحنیفہؒ کون شخص ہے؟ میں نے سنا ہے وہ بہت گمراہ ہے۔''

عبداللہ بن مبارکؒ فرماتے ہیں کہ

میں خاموش ہو گیا۔ گھر آیا اور امام ابوحنیفہؒ کے بیان کردہ مسائل پر مشتمل کتاب اٹھائی اور امام اوزاعیؒ کی خدمت میں پیش کر دی۔ انہوں نے مطالعہ کیا تو فرمانے لگے ''اے خراسانی! یہ نعمان کون شخص ہے؟ اس کا علمی پایہ تو بہت بلند ہے۔ اس سے تمہیں استفادہ کرنا چاہئے۔''

میں نے کہا کہ ''یہ وہی امام ابوحنیفہؒ ہیں جن کے متعلق آپ باتیں سنتے رہتے ہیں۔''

ان کا چہرہ فق ہو گیا اور کہنے لگے ''ہم نے کیا سنا تھا، حقیقت کیا تھی۔'' فرمایا ''اے خراسانی! اس کی صحبت اختیار کر اور فائدہ اٹھا۔''

بخاری ہو گیا تباہ، واہ شاہ جی واہ

شاہ جی سے ایک دفعہ کسی نے پوچھا۔ ''شاہ جی، کیا حال ہے؟''

فرمایا ''انگریز کے خلاف تقریر کرتا ہوں تو لوگ کہتے ہیں واہ شاہ جی واہ، اس پر جیل جانا پڑتا ہے تو لوگ کہتے ہیں آہ شاہ جی آہ۔ تمہاری اس آہ اور واہ میں بخاری ہو گیا تباہ۔''

سب سے زیادہ شہرت پانے والا مسلمان سیاح:

مسلمانوں میں کتنے ہی سیاح گزرے ہیں، مگر سب سے زیادہ شہرت ابن بطوطہ کو ملی۔ انہوں نے اپنی زندگی کے تیس سال سیاحت میں گزارے۔ اس عرصے میں انہوں نے تقریباً پچھتر ہزار (۷۵۰۰۰) میل کا سفر طے کیا۔ سترہ رجب سات سو تین ہجری بمطابق ۱۳۰۵ء کو شمالی افریقہ کے شہر طنجہ میں پیدا ہوئے اور وہیں پرورش پائی، یہاں تک کہ جب عمر ۲۱ سال کی ہوئی تو طنجہ سے ۷۲۵ھ میں حج کے ارادے سے نکلے اور یہیں سے ان کی سیاحت کا آغاز ہوا۔ مصر، حجاز، ترکستان اور خراسان سے ہوتے ہوئے خشکی کے راستے سے ۷۳۴ھ میں ہندوستان آ پہنچے۔

اس وقت یہاں سلطان محمد تغلق کی حکومت تھی۔ اس نے ان کی بڑی آؤ بھگت کی پھر انہیں دہلی کا قاضی مقرر کیا۔ آٹھ دس سال ابن بطوطہ یہاں مقیم رہے۔ پھر ایک وفد کے ساتھ چین کی طرف روانہ ہوئے۔ چین سے واپسی پر جزائر شرق ہند وغیرہ سے گزرے، پھر ۷۴۸ھ میں سوماترا کی راہ سے عراق، شام، فلسطین وغیرہ کی سیاحت کرتے ہوئے مکہ معظمہ پہنچے، جہاں انہوں نے اپنا چوتھا حج کیا۔ پھر انہیں وطن کی یاد آئی۔ چنانچہ مکے سے چلے تو مصر، تیونس، الجزائر اور مراکش سے ہوتے ہوئے ۷۵۰ھ میں گھر پہنچے۔

گھر پر بمشکل پانچ یا چھ سال ٹھہرے اور پھر اندلس چلے گئے۔ وہاں سے واپس ہوئی تو پھر صحرائے افریقہ کی سیر کرتے ہوئے ۷۵۴ھ میں ٹمبکٹو پہنچے، مگر وہاں سے جلد ہی وطن واپس لوٹ آئے۔ اس کے بعد انہوں نے اپنا وہ مشہور سفرنامہ مرتب کیا جو سفرنامہ ابن بطوطہ کے نام سے دنیا میں مشہور ہوا۔ اس کی ترتیب سے ۷۵۶ھ میں فارغ ہوئے۔ ۷۷۹ھ بمطابق ۱۳۷۷ء میں انتقال کر گئے۔

چاول کے دانہ پر سورۃ اخلاص

آپ کو فن خطاطی میں کمال حاصل تھا۔ اسی لئے ناقل لقب سے ملقب تھے۔ یعنی قرآن مجید وغیرہ کتب کی نقل کرنے والے۔ باریک نویس میں یکتائے روزگار تھے۔ آپ ایک چاول پر سورۂ اخلاص لکھ دیتے تھے۔ اس طرح کہ کوئی ایک حرف بھی نہ چھوٹتا۔ اسی طرح آیت الکرسی بھی صرف ایک چاول پر تحریر کر دیتے تھے۔ قرآن مجید اور حمائل شریف کی اتنی نقلیں اپنے قلم سے کر دیں کہ جن کا کوئی شمار نہیں۔ آپ نے ۷۸۸ھ میں انتقال فرمایا۔

(شذرات الذہب ج ۶ صفحہ ۳۰۱)

''میں'' کا لفظ استعمال نہیں کرتے

انسان کے اندر سے ''میں'' بہت دیر سے نکلتی ہے۔ اس لئے مشائخ کرام اپنے لئے ''میں'' کا لفظ استعمال نہیں کرتے، بلکہ فقیر اور عاجز کا لفظ استعمال کرتے ہیں۔ یہ فقیر بھی اپنے لئے انہی لفظوں کو پسند کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے سامنے انسان کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ اس لئے انسان کو کسی طرح بھی زیب نہیں دیتا کہ رب تعالیٰ شانہ کے سامنے بے ادبی کرے۔ یاد رکھیں! انسان میں ذکر کے ساتھ ساتھ ''میں'' بھی بڑھتی رہتی ہے۔ آخری چیز جو انسان کے دل سے نکلتی ہے وہ تکبر ہے۔ بڑا بننے کی خاطر انسان ذلت بھی گوارا کر لیتا ہے۔ یہ اسمبلی کے ممبران ووٹ لینے کی خاطر لوگوں کی وقتی ذلت بھی اٹھا لیتے ہیں اور اس کی پرواہ نہیں کرتے اور بعد میں کوئی خبر نہیں لیتے۔

مسلمانوں کی بادشاہت:

تاریخ دکن میں (بعد سلطان علاء الدین بہمنی) مسلمانوں کی خودداری کا عجیب واقعہ درج ہے۔ لکھا ہے بیجانگر کے راجے سلاطین بہمنیہ کے باجگزار چلے آتے تھے اور جب کبھی وہ سر اٹھاتے تو مسلمان ان کو وہیں کچل دیتے تھے۔ ۸۴۱ ہجری سے ۸۴۷ ہجری تک کے درمیان کا ذکر ہے کہ دیورائے راجہ بیجانگر نے اس خیال سے کہ مسلمان فن سپہ گری اور تیراندازی کو خوب جانتے ہیں، مسلمان نوکر رکھنے کی تجویز کی، لیکن یہ وہ زمانہ تھا کہ مسلمان اپنے عروج واقبال کی وجہ سے دوسروں کی نوکری پسند نہیں کرتے تھے۔

راجہ نے تالیف قلوب کے لئے یہ تجویز کی کہ بیجانگر میں ایک عالیشان مسجد بنوائی، شعائر اسلام میں جور کاوٹیں

P-179

تھیں وہ دور کردیں اور مسلمانوں کو اچھی اچھی جاگیریں دیں۔

راجہ کے لئے ابھی ایک اور دقت باقی تھی اور وہ یہ کہ مسلمان نہ دربار میں آتے تھے اور نہ اس کو سلام کرتے تھے۔ راجہ نے اس کی تجویز یہ سوچی کہ دربار میں قرآن شریف کو اپنے برابر رحل پر رکھوایا تھا تاکہ جب مسلمان سلام کریں تو مسلمانوں کے نزدیک قرآن شریف کو اور راجہ کی عظمت کے لئے راجہ کو سلام تصور کیا جائے۔

اللہ اکبر، مسلمانوں کی عظمت وشوکت کا ایک وہ دن تھا کہ وہ اپنے آپ کو ایسا بڑا سمجھتے تھے کہ اول تو کسی غیر مسلم کی نوکری نہ کرتے اور کرتے تو سلام کے روادار نہ ہوتے۔ یا اب ادنیٰ سے ادنیٰ آدمی کے سلام کو بھی وہ اپنی عزت سمجھتے ہیں اور وہ بھی نصیب نہیں ہوتی۔

یہ بات دیانت کے خلاف ہے کہ......:

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلقین میں ایک بزرگ تھے، انگریزی تعلیم یافتہ تھے، مگر حضرت والا کی صحبت نصیب ہوئی تو ان کی وضع قطع بھی ایسی ہوگئی جیسے دیندار لوگوں کی اور مولویوں کی ہوتی ہے، چہرے پر داڑھی، لمبا کرتا وغیرہ۔ وہ ایک مرتبہ ریل میں سفر کر رہے تھے، ان کی قریب ہی دو آدمی اور بیٹھے تھے، وہ بھی انگریزی دان تھے، وہ دونوں ان کا حلیہ دیکھ کر یہ سمجھے کہ یہ کوئی مولوی ہے، ان کو انگریزی کیا آتی ہوگی۔
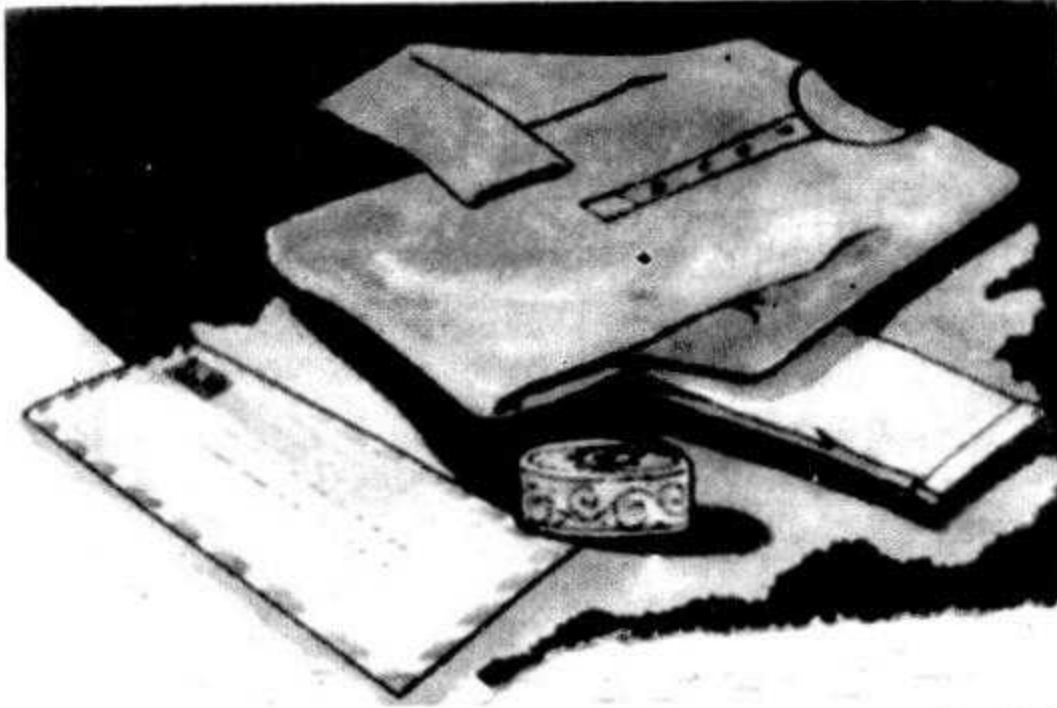
P-180

چنانچہ ان دونوں نے بیٹھ کر انہی کے بارے میں انگریزی میں باتیں کرنا شروع کردیں۔ انگریزی میں باتیں کرنے کا مقصد ان سے چھپانا تھا کہ یہ ملا آدمی ہے، انگریزی کیا سمجھے گا۔ ابھی گفتگو شروع ہی کی تھی کہ یہ بزرگ سمجھ گئے کہ یہ دونوں صاحب مجھ سے چھپ کر کچھ باتیں کرنا چاہتے ہیں۔ اس لئے انگریزی میں باتیں کر رہے ہیں۔ انہوں

نے سوچا کہ یہ بات دیانت کے خلاف ہے کہ میں اسی طرح بیٹھ کر ان کی باتیں سنتا رہوں۔ چنانچہ ان بزرگ نے ان دونوں سے کہہ دیا کہ ''میں انگریزی جانتا ہوں، اگر آپ کو مجھ سے چھپ کر باتیں کرنی ہیں تو کوئی اور طریقہ اختیار کریں، اس دھوکے میں نہ رہیں کہ میں انگریزی نہیں جانتا، اگر آپ کہیں تو میں اٹھ کر چلا جاتا ہوں، تاکہ آپ علیحدگی میں باتیں کرلیں۔''

بہرحال ان بزرگ کو یہ جو خیال آیا کہ یہ دونوں یہ سمجھ رہے ہیں کہ میں زبان نہیں جانتا اور مجھ سے چھپ کر باتیں کرنا چاہتے ہیں، اب اگر میں خاموش بیٹھا رہوں تو یہ ''تجسس'' میں داخل ہو جائے گا۔ یہ خیال ان کے ذہن میں کیوں پیدا ہوا؟ اس لئے کہ ''تھانہ بھون'' میں کچھ دن گزار لئے تھے اور حضرت والا کی صحبت نصیب ہوگئی تھی، ورنہ آج کیا کسی کے دل میں یہ خیال آئے گا کہ میں بتادوں کہ جس زبان میں تم باتیں کر رہے ہو، میں یہ زبان جانتا ہوں۔ آج اگر کوئی یہ بات بتائے گا بھی تو اپنا علم جتانے کے لئے بتائے گا کہ ہمیں جاہل مت سمجھنا، ہمیں بھی یہ زبان آتی ہے۔ اس لئے نہیں بتائے گا کہ کہیں تجسس کے گناہ میں مبتلا ہو جاؤں، بلکہ آج کل تو اس کو کمال سمجھا جائے گا کہ چپکے چپکے بات سنتے رہیں اور بعد میں اس کا اظہار کریں گے کہ تم نے تو ہم سے چھپانے کی کوشش کی، لیکن ہم کو سب پتہ چل گیا کہ آپ نے کیا کیا باتیں کیں۔

بڑا تو وہ ہے جس کے اخلاق اچھے ہوں

ہمارے ضلع کے ایک حاجی صاحب حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ جمعہ کا دن تھا، حضرت اپنے کرتے پائجامے میں تشریف لائے۔ حاجی صاحب معمر آدمی تھے، بے تکلف تھے۔ عرض کیا کہ ''حضرت آپ نے عبا نہیں پہنی۔''

فرمایا۔ ''عبا بڑوں کا لباس ہے۔''

حاجی صاحب نے عرض کیا کہ ''حضرت آپ بھی تو بڑے ہیں۔''

فرمایا کہ ''میں کیا بڑا ہوں، ابھی تو میرا ایک خلق بھی درست نہیں ہوا۔''

اللہ کی کبریائی جن کے سامنے ہوتی ہے وہ اپنے کو سراپا تقصیر سمجھتے ہیں۔

بات یہ ہے کہ ان سب باتوں کا خیال کرنا دین کا ایک حصہ ہے، آج ہم نے ان کو دین سے خارج کر دیا ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ فکر عطا فرمادیں تو پھر یہ سب باتیں سمجھ میں آنے لگتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان سب باتوں پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

بادشاہوں کے دل

مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ توراۃ میں لکھا ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ فرماتا ہے:
''بادشاہوں کا دل میرے ہاتھ میں ہے، جو شخص میری اطاعت کرے گا، اس پر بادشاہ کو رحمت بناؤں گا اور جو نافرمانی کرے گا اس پر بادشاہ کو سخت کردوں گا۔ پس تم بادشاہوں کو گالی نہ دیا کرو۔ اور جو بادشاہ تم پر سب سے بڑھ کر مہربان ہے اس کے سامنے توبہ کرو۔''

حیرت ناک بات

کومانو (یوگوسلاویہ) کے ایک سینما ہال میں ٹیکسی ڈرائیور شائیلو کو اپنی نشست کے پاس فرش پر ایک یونانی طرز کا سگریٹ گرا ہوا ملا تھا۔ اس نے سگریٹ کو جلانے کے لئے آدھی سے زیادہ ماچس ختم کرڈالی مگر سگریٹ نہ سلگا۔ تنگ آکر جب اس نے یونانی سگریٹ چیر کر دیکھا تو اس میں ایک ہزار ڈالر کا نوٹ برآمد ہوا۔

ابلیس کے پانچ خصائل

ابومحمد مروزیؒ فرماتے ہیں ''ابلیس پانچ خصائل کی وجہ سے بدبخت ہوا۔ اول اس نے اپنے گناہ کا اقرار نہ کیا۔ دوم وہ گناہ پر نادل بھی نہ ہوا۔ سوم نہ اس نے اپنے نفس کو ملامت کیا۔ چہارم اور نہ استغفار کیا نہ توبہ کی۔ پنجم اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی رحمت سے مایوس ہوگیا۔''

نیز فرمایا کہ ''حضرت آدم علیہ السلام نے اس کے برعکس کیا اور پانچ خصائل کے باعث سعید ہوگئے۔ اول انہوں نے اپنے گناہ کا اقرار کیا۔ دوم گناہ پر ندامت اٹھائی۔ سوم اپنے نفس کو ملامت کیا۔ چہارم فی الفور توبہ کی۔ پنجم اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی رحمت سے ناامید نہ ہوئے۔

بچوں کا کھلونا
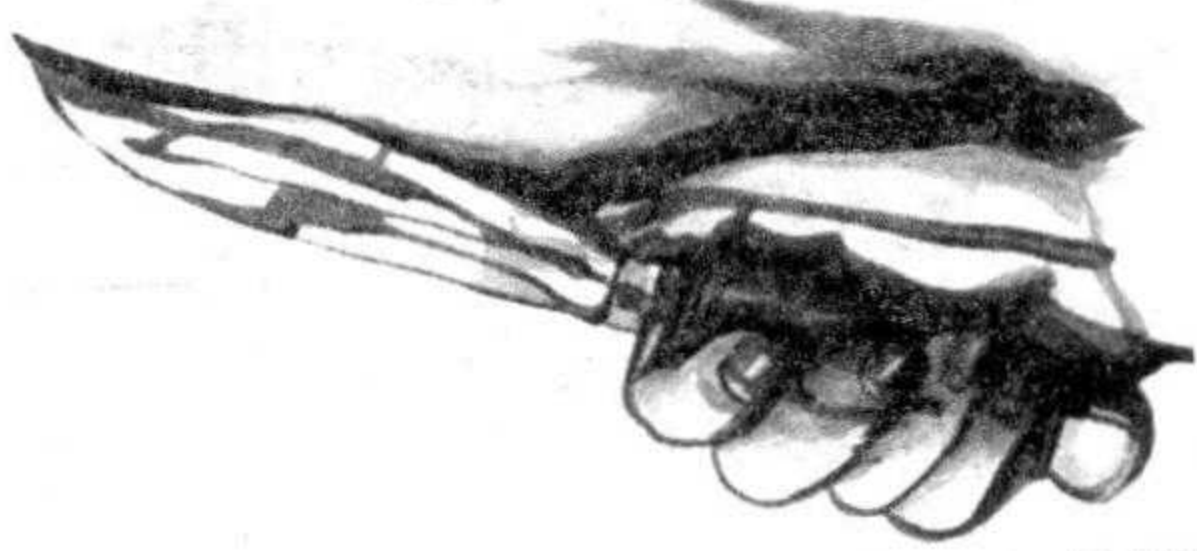
P-182

کوہ قاف کے مسلمان ایک نظم پڑھتے ہیں، جس کے معنی ہیں ''جو مرنا نہیں جانتے وہ لڑ نہیں سکتے اور جو لڑنا نہیں جانتے وہ جی نہیں سکتے۔ ہم اس لئے زندہ ہیں کہ ہم لڑنا جانتے ہیں، ہمارے بچے سب سے پہلے جن کھلونوں سے کھیلتے ہیں وہ خنجر ہیں۔''

(مرتب ملک احمد سرور)

ایک جامع دعا

آپ کسی سے ملاقات کے ''ہیلو'' کہتے ہیں تو بتایئے آپ کے اس عمل سے ملاقاتی کو کیا فائدہ ہوا۔ دنیا یا آخرت کا۔ یقیناً آپ کا جواب یہی ہوگا کہ اسے کوئی فائدہ نہیں ہوا۔ لیکن اگر آپ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ یعنی آپ پر سلامتی ہو اور اللہ کی رحمتیں اور برکتیں ہوں کہیں گے تو آپ کے ان الفاظ سے ملاقاتی کو بہت فائدہ ہوگا۔ گویا آپ نے اسے تین دعائیں دیں۔

اسی طرح اگر آپ کسی کو ''گڈ مارننگ یا گڈ ایوننگ'' کہیں گے تو ذرا غور کیجئے۔ آپ نے اپنے ملاقاتی کو صرف صبح یا شام کی دعا دی۔ یعنی تمہاری صبح اچھی ہو، تمہاری شام اچھی ہو۔ لیکن اسلام نے ہمیں جو کلمہ سکھایا ہے، وہ ایسا جامع کلمہ ہے کہ اگر صرف ایک مخلص مسلمان کا سلام اور دعا ہمارے حق میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں قبول ہو جائے تو انشاء اللہ ساری برائی اور تکلیف ہم سے دور ہو جائے گی۔ ہم دنیا و آخرت میں سلامتی پالیں گے۔ ہر امتحان میں کامیاب ہو جائیں گے۔

امام ابوحنیفہؒ کا مناظرہ:

یہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے دور کا واقعہ ہے کہ بغداد میں ایک رومی آیا۔ اس نے خلیفہ سے آ کر عرض کیا۔ ''میرے یہ تین سوال ہیں، اگر آپ کی سلطنت میں کوئی موجود ہے تو بلایئے جو ان سوالوں کا جواب دے۔''

خلیفہ نے اعلان کرادیا۔ سب علماء جمع ہوئے۔ امام صاحب رحمۃ اللہ بھی تشریف لائے۔ رومی ممبر پر چڑھا اور اس نے سوال کیے۔ ''بتاؤ خدا سے پہلے کون تھا؟ بتاؤ خدا کا رخ کدھر ہے؟ بتاؤ اس وقت خدا کیا کر رہا ہے؟''

یہ سن کر سب خاموش ہو گئے۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ آگے بڑھے اور کہا ''میں جواب دوں گا۔ لیکن شرط یہ ہے کہ آپ ممبر سے نیچے آئیں۔''

رومی ممبر سے نیچے آ گیا۔ امام صاحب ممبر پر جا بیٹھے اور سوال دہرانے کو فرمایا۔ رومی نے سوالات دہرائے۔ امام صاحب نے فرمایا ''گنتی شمار کرو۔''

رومی نے گننا شروع کیا۔ امام صاحب نے روکا اور کہا ''ایک سے پہلے گنو۔''

رومی نے کہا ''ایک سے پہلے کوئی گنتی نہیں۔''

تو امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ''تو خدا سے پہلے بھی کوئی نہیں ہے۔ اور دوسرے سوال کا جواب یہ ہے کہ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ایک شمع روشن کی اور فرمایا اس کا رخ کدھر ہے؟؟

رومی نے کہا ''سب کی طرف۔''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھنا

چار رکعت فرض یا سنت مؤکدہ نماز میں جب دوسری رکعت پر بیٹھے ہیں تو صرف التحیات پڑھی جاتی ہے۔ درود شریف نہیں پڑھا جاتا۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک یہ ہے کہ اگر کوئی شخص غلطی سے دوسری رکعت کے قعدہ میں التحیات کے ساتھ اللھم صل علی محمد تک پڑھ لے تو اس پر سجدہ سہو واجب ہو جاتا ہے۔ اس کے متعلق امام صاحب کا واقعہ منقول ہے اور یہ کہ ایک مرتبہ امام صاحب نے خواب میں آنحضرت ﷺ کی زیارت کی۔ حضور ﷺ نے دریافت فرمایا ''جو شخص مجھ پر درود پڑھے، تم اس پر سجدہ سہو کو کیسے واجب کہتے ہو؟''

امام صاحب نے جواب دیا۔ ''اس لئے کہ اس نے آپ ﷺ پر درود بھول میں پڑھا ہے۔''

آنحضرت ﷺ نے امام صاحب کے اس جواب کو پسند فرمایا۔

(ماخوذ البحر الرائق صفحہ نمبر ۱۰۵ جلد نمبر ۲)

امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ''خدا کا رخ بھی سب طرف ہے۔ اور تیسرے سوال کا جواب یہ ہے کہ اس وقت خدا نے تجھے نیچے اتار دیا اور مجھے اوپر چڑھا دیا۔''

رومی یہ سن کر شرمندہ ہوا اور واپس چلا گیا۔

مسلمان سائنسدانوں کے کارنامے:

مسلمانوں کی کتنی ہی ایجادات ہیں جو اہل مغرب نے امت مسلمہ کی نظروں سے اوجھل رکھی ہیں۔ حالانکہ دنیا کی مفید اور ضروری ایجادات بیشتر مسلمانوں اور عربوں کی مرہون منت ہیں اور وہ اس وقت ایجاد ہوئی ہیں جبکہ متمدن دنیا میں کہیں یورپ و اہل یورپ کا ذکر تک نہ تھا۔ ان میں سے بعض کی تو جدید سائنس نقل بھی نہ کر سکی اور بعض کی نقل اتار کر ایجاد کا سہرا اپنے سر رکھ لیا، یورپ والوں نے جابر بن حیان کو گیبر، ابن رشد کو اویرو، ابن سینا کو ایوونا اور ابن الہیثم کو الہیزن کہنا شروع کیا تاکہ ان کا مسلمان اور عرب ہونا ثابت نہ ہو۔

یہی وجہ ہے کہ آج ہمارا سائنس کا طالب علم خالد بن یزید، زکریا، رازی، ابن سینا، الخوارزمی، ابوریحان البیرونی، الفارابی، ابن مسکویہ، ابن رشد، کندی، ابومحمد خوجندی، جابر بن حیان، موسیٰ بن شاکر، البتانی، ابن الہیثم، عمر خیام، المسعودی، ابوالوفاء اور الزہراوی جیسے عظیم سائنسدانوں کے حالات زندگی اور سائنسی کارناموں سے یکسر ناواقف ہے۔ آج کی نشست میں نمونے کے طور پر مسلمان سائنسدانوں میں سے بعض کے سائنسی کارنامے تحریر کیے جاتے ہیں۔

❁..... توپ سب سے پہلے افریقہ کے ایک سردار یعقوب نے بنائی تھی۔

تین چیزیں

❁..... تین چیزوں کو ہمیشہ یاد رکھیں۔ نعمت، احسان اور موت۔

❁..... تین چیزوں پر ایمان رکھو۔ خدا، رسول اور قیامت۔

❁..... تین چیزوں کا احترام کرو۔ والدین، قانون اور استاد۔

❁..... تین چیزوں کو عزیز رکھو۔ ایمان، سچائی اور نیکی۔

❁..... تین چیزوں کی کوشش کرو۔ رزق حلال، نماز اور جہاد۔

❁..... تین چیزوں کو چھوڑ دو۔ کاہلی، فضول بات اور فضول خرچی۔

❁..... تین چیزوں سے نفرت کرو، ظلم، غرور اور لالچ۔

❁..... تین چیزوں کے لئے لڑو۔ دین، ملت، ملک (اسلامی سرحد)

❁..... تین چیزوں کو قابو میں رکھو۔ غصہ، غرض اور زبان۔

❁..... تین چیزوں کو پسند کرو۔ شفقت، خلوص اور محبت۔

⚙......اوسی نے سب سے پہلے زمین کا چاندی کا کرہ بنایا تھا، جس میں پہاڑ، دریار، جنگل اور وادیاں بنائی گئی تھیں۔

⚙......ابن سینا کی کتاب القانون، بصری کی کتاب الحیوان اور ابوالقاسم کی جراحی، سترہویں صدی عیسوی تک یورپ میں نصابی کتب کے طور پر پڑھائی جاتی رہیں، ان کتابوں میں انسانی دماغ اور اعصاب کی تصاویر تھیں۔ ابن سوری کی کتاب میں خشک جڑی بوٹیوں کی رنگین تصاویر بنی ہوئی تھیں۔ یہ کتاب عربوں کی پہلی رنگین مصور کتاب قرار دی جا چکی ہے۔

⚙......عمدہ پلیٹوں اور نفیس برتنوں کا موجد عباس بن ناس حکیم اندلس ہے۔

⚙......کاغذ کی صنعت کو اوج کمال پر پہنچانے والے اہل شاطبہ ہیں۔ (شاطبہ بلاد اندلس میں سے ایک شہر ہے)۔

⚙......چھپائی کی مشین اور مطابع کے پہلے موجد مسلمان سائنسدان ہیں۔

تنگ حال کے ساتھ نیک سلوک کا صلہ

ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ مسجد میں یہ کہتے ہوئے داخل ہوئے۔ ''تم میں سے کون پسند کرے گا کہ اللہ تعالیٰ اسے جہنم کی گرمی اور شدت سے محفوظ رکھیں؟''

یہ بات آپ ﷺ نے تین مرتبہ دہرائی تو سب نے کہا۔ ''ہم سب یہ پسند کریں گے یارسول اللہ ﷺ۔''

تو فرمایا۔ ''جس نے کسی تنگ حال کو مہلت دی یا اس کی تنگی دور کر دی، اللہ تعالیٰ اسے جہنم کی گرمی سے محفوظ رکھیں گے۔'' (قضاء الحوائج۔۹۰)

⚙......دوران خون کا جدید نظریہ ولیم ہاروے سے منسوب کیا جا چکا ہے۔ حالانکہ اس سے بہت پہلے ابن النفیس نے یہ نظریہ پیش کیا تھا۔

⚙......ابوالقاسم الزہراوی نے مثانہ کی پتھری نکالنے کے لئے جسم کا جو مقام چیر پھاڑ کے لئے تجویز کیا تھا آج تک اسی پر عمل ہو رہا ہے۔

⚙......تپ دق (ٹی، بی) کا علاج اور چیچک کا ٹیکہ مسلمانوں ہی کی ایجاد ہیں۔

⚙......الجبرا خصوصی طور پر مسلمانوں کی ایجاد ہے۔

⚙......الجبرا کے بعد مسلمانوں کی ایک بڑی ایجاد علم مثلثات (ٹرگنومیٹری) ہے۔

⚙......حکم بن ہاشم (ابن المقنع) نے ایک مصنوعی چاند بنایا تھا جو ماہ نخشب کے نام سے مشہور تھا۔ یہ نخشب نامی کنویں سے طلوع ہوتا تھا اور تقریباً دوسو مربع میل کا علاقہ منور کرتا تھا۔ یہ سورج کے نکلتے ہی ڈوب جاتا اور اس کے غروب ہوتے ہی نکل آتا۔

❁......اندلس (اسپین) کے ایک مسلم حکیم (سائنسدان) عباس (ابوالقاسم) بن فرناس نے تین چیزیں ایجاد کر کے دنیا کو ورطہ حیرت میں ڈال دیا تھا۔ اول عینک کا شیشہ، دوم بے نظیر گھڑی جو صحیح وقت دینے میں بے مثل تھی، سوم ایک مشین جو ہوا میں اڑ سکتی تھی۔

❁......ابراہیم الفزازی، خلیفہ منصور کے عہد کا پہلا مسلمان سائنسدان انجینئر تھا۔ جس نے پہلا اصطرلاب تیار کیا تھا۔

❁......ابن سینا کے استاد ابوالحسن نے پہلی دوربین ایجاد کی تھی۔

❁......حسن الزراح نے راکٹ سازی کی طرف توجہ دی اور اس میں تارپیڈو کا اضافہ کیا۔

❁......مسلمانوں کی دیگر صنعتی ایجادات میں بارود، قطب نما، زیتون کا تیل، عرق گلاب، خوشبوئیں، عطر سازی، دوا سازی، معدنی وسائل میں ترقی، پارچہ بافی، صابن سازی، شیشہ سازی اور آلات حرب شامل ہیں۔

ان کی عظمت کی برقراری کی وجہ

چارپائی کے سرہانے مٹی کا ایک دیا جل رہا تھا۔ اس دیئے کی روشنی میں وہ پڑھ رہا تھا۔ رات نصف کے قریب گزر چکی تھی۔ وہ رہ روز رات کے دو تین بجے تک پڑھتا تھا۔ یہ روز اس کا معمول تھا۔

فاراب ترکستان کا ایک شہر ہے، اس شہر کے ایک محلے میں یہ غریب لڑکا رہتا تھا۔ علم حاصل کرنے کا حد درجہ شوقین تھا۔ دن کے وقت استاد سے جو کچھ پڑھتا، رات کو اسے یاد کرتا، جب تک پورا سبق یاد نہ

اخلاق کا بگاڑ پسند نہیں

خلیفہ مامون الرشید، قاضی یحییٰ بن اکثم کی بہت قدر کرتا تھا۔ وہ دن یا رات کے کسی حصے میں مامون کے پاس آئیں تو ان کے لئے کوئی رکاوٹ نہ تھی۔ ایک مرتبہ قاضی یحییٰ نے مامون کے پاس رات گزاری۔ گفتگو کرتے ہوئے کافی رات گزر گئی مامون کو پیاس محسوس ہوئی۔ اس نے آواز دی: ''یاغلام!''

دو تین بار آواز دینے کے بعد ایک ترکی غلام آیا اور اس نے تیز لہجے میں کہا ''کیا لگا رکھا ہے یاغلام یاغلام۔ نہ خود سوتے ہیں نہ ہمیں سونے دیتے۔''

غلام کے جانے کے بعد مامون نے قاضی یحییٰ سے کہا کہ ان کے ساتھ اگر نرمی برتی جائے تو ان کے اخلاق بگڑ جاتے ہیں اور اگر سختی برتی جائے تو یہ ٹھیک رہتے ہیں، لیکن ہمارے اخلاق بگڑ جاتے ہیں۔ لیکن میں یہ نہیں کر سکتا کہ ان کے اخلاق درست کرنے کے لئے اپنے اخلاق بگاڑ لوں۔''

کر لیتا، اس وقت تک نہ سوتا، بعض اوقات تو تمام رات ہی پڑھنے میں گزار دیتا تھا۔

لیکن اس رات کیا ہوا، دیئے کی لو اچانک کم ہونے لگی۔ اس نے بتی کو اونچا کیا، پل بھر کے لئے روشنی تیز ہوگئی، پھر دیا بجھ گیا۔ وہ جلتا بھی کیسے، اس کا تیل ختم ہوگیا تھا۔ اب تو وہ بہت پریشان ہوا۔ آدھی رات کے وقت تیل کہاں سے لاتا۔ تمام دکانیں بند تھیں، کوئی کھلی ہوتی تو بھی اس کے پاس کون سے پیسے تھے کہ ان کا تیل لے آتا۔ اپنا خرچ چلانے کے لئے وہ محلے کے ایک بچے کو پڑھاتا تھا۔ اس طرح اسے جو پیسے ملتے، ان میں سے دیئے کے لئے تیل بھی خریدتا تھا۔ اس بار تیل وقت سے پہلے ہی ختم ہوگیا تھا۔

اس نے سوچا، اب کیا ہوسکتا ہے۔ بہتر ہے کتاب سرہانے رکھ کر سوجائے۔ لیکن ابھی تو اسے دو گھنٹے اور پڑھنا تھا۔ وہ یہ دو گھنٹے کس طرح ضائع کرسکتا ہے اور پھر دوسرے دن کے لئے بھی تو اس کے پاس تیل نہیں تھا۔ پیسے نہیں تھے۔ وہ باہر نکلا۔ دروازے پر آکر کھڑا ہوگیا۔ رات کا گھٹاٹوپ اندھیرا ہر طرف پھیلا ہوا تھا۔ ایسے میں اسے اندھیرے میں روشنی کی ایک لکیر سی نظر آئی۔ اس کے قدم فوراً روشنی کی طرف اٹھنے لگے۔ نزدیک پہنچ کر اس نے دیکھا، روشنی ایک قندیل سے آرہی تھی اور قندیل چوکیدار کے ہاتھ میں تھی۔

اس نے چوکیدار سے بہت باادب ہوکر کہا۔ ''اگر آپ اجازت دیں تو میں قندیل کی روشنی میں کتاب پڑھ لوں۔ میرے دیے میں تیل ختم ہوگیا ہے۔''

چوکیدار سمجھ گیا کہ بے چارہ غریب طالب علم ہے۔ چنانچہ اس نے کہا۔ ''ہاں بیٹا، پڑھ لو......''

بڑھیا کی بددعا

وہب بن منبہؒ کہتے ہیں کہ کسی ظالم بادشاہ نے شاندار محل بنوایا۔ ایک مفلس بڑھیا آئی اور اس نے محل کے پہلو میں اپنی کٹیا بنالی۔ جس میں سکون سے رہتی تھی۔ ایک مرتبہ ظالم بادشاہ نے سوار ہوکر محل کے اردگرد چکر لگایا تو اسے بڑھیا کی کٹیا نظر آئی۔ اس نے پوچھا ''یہ کس کی ہے؟''

کہا گیا کہ ''یہ ایک بڑھیا کی ہے اور وہ اس میں رہتی ہے۔''

چنانچہ اس نے حکم دیا کہ ''اسے گرادو۔''

لہٰذا اسے گرا دیا گیا۔ جب بڑھیا واپس آئی تو اپنی منہدم کٹیا دیکھ کر پوچھا کہ ''اسے کس نے گرایا ہے؟''

لوگوں نے کہا ''اسے بادشاہ نے دیکھا اور گرادیا۔''

تب بڑھیا نے آسمان کی طرف سر اٹھایا اور کہا ''اے اللہ! اگر میں حاضر نہیں تھی تو، تو کہاں تھا؟''

اللہ تعالیٰ نے جبرائیل علیہ السلام کو حکم دیا کہ ''محل کو اس کے رہنے والوں پر الٹ دو۔'' اور ایسا ہی کیا گیا۔

اس نے قندیل کی روشنی میں کتاب کا مطالعہ شروع کر دیا۔ لیکن اب مشکل یہ تھی کہ چوکیدار ایک جگہ رک کر تو پہرہ نہیں دے سکتا تھا۔ گھوم پھر کر چوکیداری کرنا اس کی ذمے داری تھی۔ اس نے کہا ''بیٹا اب تم گھر جا کر سو جاؤ۔ میں تمام رات ایک جگہ نہیں رک سکتا۔''

اس پر طالب علم نے کہا۔ ''آپ ضرور چلتے جائیں...... میں آپ کے پیچھے پیچھے چلوں گا اور کتاب پڑھتا رہوں گا۔''

چنانچہ چوکیدار آگے آگے چلتا رہا اور یہ پیچھے اس کے ساتھ ساتھ چلتے ہوئے قندیل کی روشنی میں کتاب پڑھتا رہا۔ اس طرح مطالعہ کرنے میں اگرچہ بہت دقت پیش آ رہی تھی، لیکن اس نے ہمت نہ ہاری۔ چار بجے تک پڑھتا رہا۔ پھر چوکیدار کا شکریہ ادا کر کے گھر چلا گیا۔

دوسری رات بھی یہی ہوا۔

ملکہ بلقیس کا تابوت میں تروتازہ جسم

ملکہ سبا بلقیس سال کچھ ماہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی زوجیت میں رہ کر تدمر میں فوت ہوئیں اور وہیں دفن ہوئیں۔ حضرت سلیمان کا ظہور تدمر ہی میں ہوا تھا۔ ولید ابن عبدالملک کے زمانہ میں ان کا تابوت کھل گیا۔ تابوت پر لکھا تھا کہ بادشاہت سلیمان کے اکیسویں سال ان کا انتقال ہوا۔ تابوت کو کھولا گیا تو ان کا جسم تروتازہ تھا۔ یہ بات ولید تک پہنچائی گئی۔ ولید نے حکم دیا کہ تابوت کو وہیں دفن کر دیا جائے اور اس پر پتھر کی عمارت بنا دی جائے۔

تیسری رات لڑکا آیا تو چوکیدار نے کہا ''بیٹا! یہ قندیل تم لے لو، میں اپنے لئے اور قندیل لے آیا ہوں۔''

لڑکے نے یہ بات سنی تو اسے یوں محسوس ہوا جیسے کوئی بڑا خزانہ ہاتھ آ گیا ہو۔ کیا آپ جانتے ہیں یہ لڑکا کون تھا۔ یہ لڑکا بڑا ہونے پر ابونصر الفارابی بنا جو عالم اسلام کے نامور فاضل، معقولات کے ماہر اور بے مثال فلسفی کے طور پر مشہور ہوئے۔ دنیا نے ان کی عظمت کا لوہا مانا۔ آج ان کی وفات کو تقریباً ایک ہزار سال گزر چکے ہیں۔ لیکن ان کی عظمت اسی طرح برقرار ہے۔

ترکِ کلام، ترکِ طعام، ترکِ منام کا فائدہ

میرے والد ماجد حضرت مولانا محمد یٰسین صاحب جب قطب عالم حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید اور جامع کمالات حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد تھے، انہوں نے خود اپنا واقعہ سنایا کہ ایک مرتبہ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ دارالعلوم دیوبند کے طالب علم بچوں سے کچھ دیر تک خوش طبعی کی باتیں کرتے رہے تو والد صاحب نے سوال کیا کہ ''حضرت اکابر سلف سے زائد کلام سے بچنے کے بارے میں بڑی سخت تاکیدیں منقول ہیں۔ ان کی اصلی حیثیت کیا ہے؟''
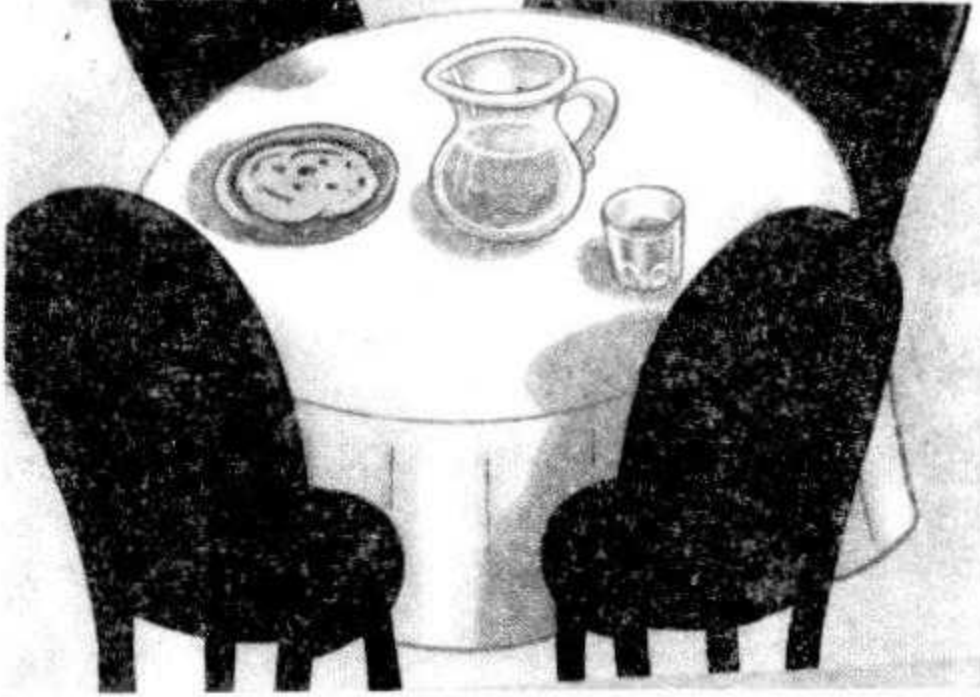
P-159

حضرت مولانا نے والد صاحب کے ہاتھ میں سے ایک کتاب لے کر گوشہ موڑ دیا اور پھر کتاب والد صاحب کو دے دی کہ یہ مڑا ہوا ورق سیدھا کردو۔ والد صاحب نے بار بار سیدھا کیا، مگر وہ پھر مڑ جاتا۔ حضرت مولانا نے پھر وہ کتاب لے کر ورق کے اس گوشے کو اس کے مخالف سمت میں موڑ دیا اور پھر والد صاحب کو کتاب دی کہ اب سیدھا کرو۔ والد صاحب نے سیدھا کر دیا تو ورقہ اپنی جگہ سیدھا بیٹھ گیا۔

اس مثال کے بعد فرمایا کہ ''بس ترک کلام، ترک طعام، ترک منام وغیرہ کے مجاہدات کی یہی مثال ہے کہ مقصود تو استقامت اور حدود شرعیہ کے تابع ہوتا ہے مگر عادۃً نفس اس وقت تک سیدھا نہیں ہوتا جب تک اس کو دوسرے رخ پر بالکل نہ موڑا جائے۔ وہ حلال کھانے اور جائز سونے اور حلال کلام پر تبھی مستقیم ہوگا جبکہ اس کو کچھ عرصہ کے لئے بالکل ترک طعام، ترک منام، ترک کلام کا ایسا خوگر بنایا جائے کہ حقوق نفس اور ضرورت سے زائد ان چیزوں کا استعمال نہ کرے اور جب وہ خوگر ہو جائے تو جائز و حلال چیزوں کا ترک پسندیدہ نہیں رہتا، بلکہ سنت کے مطابق حلال چیزوں کا شکر کے ساتھ استعمال اور حرام سے اجتناب ہی اصل حالت مقصودہ محمودہ ہے۔

قرآن کی حفاظت

مفتی اعظم مولانا محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ نے معارف القرآن جلد پنجم سورۃ حجر کی تفسیر میں قرآن مجید کی حفاظت کے ذیل میں ایک حیرت انگیز واقعہ لکھا ہے۔ جس سے کتب سماوی کے مقابلہ میں حفاظت قرآن مجید کی ایک امتیازی شان کا اظہار ہوتا ہے۔ قارئین کی دلچسپی اور معلومات کے لئے یہ واقعہ پیش کیا جاتا ہے۔

امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک سند متصل کے ساتھ ایک واقعہ امیر المومنین مامون کے دربار کا نقل کیا ہے کہ مامون کی عادت تھی کہ کبھی اس کے دربار میں علمی مسائل پر بحث ومباحثے اور مذاکرے ہوا کرتے تھے، جس میں ہر اہل علم کو آنے کی اجازت تھی۔ ایسے ہی ایک مذاکرے میں ایک یہودی بھی آ گیا جوصورت وشکل اور لباس وغیرہ کے اعتبار سے بھی ایک ممتاز آدمی معلوم ہوتا تھا۔ پھر گفتگو کی تو وہ بھی فصیح وبلیغ اور عاقلانہ گفتگو تھی۔ جب مجلس ختم ہوگئی تو مامون نے اس کو بلا کر پوچھا کہ ''تم اسرائیلی ہو؟'' اس نے اقرار کیا۔ مامون نے (امتحان لینے کے لئے) کہا ''اگر تم مسلمان ہو جاؤ تو ہم تمہارے ساتھ بہت اچھا سلوک کریں گے۔'' اس نے جواب دیا کہ ''میں تو اپنے اور اپنے آباء و اجداد کے دین کو نہیں چھوڑتا۔'' بات ختم ہوگئی۔ یہ شخص چلا گیا۔ پھر ایک سال کے بعد یہی شخص مسلمان ہوکر آیا اور مجلس مذاکرہ میں فقہ اسلامی کے موضوع پر بہترین تقریر اور عمدہ تحقیقات پیش کیں۔ مجلس ختم ہونے کے بعد مامون نے اس کو بلا کر کہا کہ ''تم وہی شخص ہو جو سال گزشتہ آئے تھے؟''

جواب دیا۔ ''ہاں، میں وہی ہوں۔''

مامون نے پوچھا کہ ''اس وقت تو تم نے اسلام قبول کرنے سے انکار کر دیا تھا، پھر اب مسلمان ہونے کا سبب کیا ہوا؟''

اس نے کہا کہ ''میں یہاں سے لوٹا تو میں نے موجودہ مذاہب کی تحقیق کرنے کا ارادہ کیا۔ میں ایک خطاط اور خوش نویس آدمی ہوں، کتابیں لکھ کر فروخت کرتا ہوں تو اچھی قیمت میں فروخت ہو جاتی ہیں۔ میں نے آزمانے کے

پردہ کی پابندی، زوجہ اقبال

ڈاکٹر علامہ محمد اقبال کے بارے میں حکیم محمد حسین عرشی امرتسری جن کا علامہ کے ساتھ خصوصی تعلق تھا وہ راوی ہیں کہ ایک مرتبہ علامہ مرحوم امریکہ یا کسی مغربی ملک میں بصورت وفد گئے۔ تمام ارکان وفد اپنی بیویوں سمیت جا رہے تھے۔ علامہ نے اس سے انکار کیا اور کہا کہ ''ان کی بیگم پردہ کی پابند ہیں، اور ایسے وفود میں پردہ کا ذکر تک نہیں آ سکتا۔''

لئے تورات کے تین نسخے کتابت کیے، جن میں بہت جگہ اپنی طرف سے کمی بیشی کر دی اور یہ نسخے لے کر میں کنیسہ میں پہنچا۔ یہودیوں نے بڑی رغبت سے اس کو خرید لیا۔ پھر اسی طرح انجیل کے تین نسخے کمی بیشی کے ساتھ کتابت کر کے نصاریٰ کی عبادت خانے میں لے گیا۔ وہاں بھی عیسائیوں نے بڑی قدر و منزلت کے ساتھ یہ نسخے مجھ سے خرید لئے، پھر یہی کام میں نے قرآن مجید کے ساتھ کیا۔ اس کے بھی تین نسخے عمدہ کتابت کیے، جن میں اپنی طرف سے کمی بیشی کی، ان کو لے کر جب میں فروخت کرنے کے لئے نکلا تو جس کے پاس لے گیا اس نے دیکھا کہ صحیح بھی ہے یا نہیں، جب کمی بیشی نظر آئی تو اس نے مجھے واپس کر دیا۔ اس واقعہ سے میں نے یہ سبق لیا کہ یہ کتاب محفوظ ہے اور اللہ تعالیٰ ہی نے اس کی حفاظت کی ہوئی ہے۔ اس لئے مسلمان ہو گیا۔“

قاضی یحییٰ بن اکثم اس واقعہ کے راوی کہتے ہیں کہ اتفاقاً اسی سال مجھے حج کی توفیق ہوئی۔ وہاں سفیان بن عینیہ سے ملاقات ہوئی تو یہ قصہ ان کو سنایا۔ انہوں نے فرمایا کہ ”بے شک ایسا ہی ہونا چاہئے۔ کیونکہ اس کی تصدیق قرآن مجید میں

نیک لوگوں کی قوت برداشت

کسی شخص نے حضرت سلمانؓ کو گالی دی۔ انہوں نے فرمایا کہ ”(اے شخص) قیامت کے دن اگر (ترازوئے عدل میں) میرے گناہوں کا پلڑا بھاری نکلا تو جو کچھ تو کہہ رہا ہے، میں اس سے بھی بدتر ہوں۔ لیکن اگر وہ پلڑا ہلکا نکلا (یعنی نیکیوں کا پلڑا بھاری ہوا) تو تیرے یوں کہنے کی مجھے پرواہ ہی کیا ہے؟“

اسی طرح ربیع بن خشیم کو کسی نے گالی دی تو انہوں نے کہا کہ ”(اے شخص) میں تو اس گھاٹی کے طے کرنے میں مشغول ہوں جو میرے اور بہشت کے درمیان حائل ہے۔ اگر میں کامیاب رہا تو تیری بات کا مجھے کوئی ڈر نہیں اور اگر ناکام رہا تو جو کچھ تو نے کہا، وہ بھی بہت کم ہے (کہ پھر تو میں اس سے بھی بدتر ہوں)۔“

اور یہ دونوں بزرگ غم آخرت میں اس درجہ مستغرق رہتے تھے کہ گالیوں پر انہیں غصہ نہ آیا۔ کسی نے جناب ابوبکرؓ کو گالی دی تو فرمایا کہ ”(تو نے کچھ بھی نہیں کہا کیونکہ) جو کچھ ہمارے بارے میں تجھ سے پوشیدہ ہے وہ اس سے کہیں زیادہ ہے (جو تم نے کہا)۔“ پس اپنی اس مشغولیت کے باعث انہیں غصہ نہ آیا۔

مالک دینارؒ کو ایک بڑھیا نے ”ریاکار“ کہا۔ تو آپ نے فرمایا ”مجھے کسی نے نہ پہچانا مگر تم نے (خوب پہچانا)۔“

جناب شعبی کو کسی شخص نے کوئی (بری) بات کہی۔ فرمایا ”اگر تو سچ کہتا ہے تو خدا مجھے معاف کرے اور اگر تو جھوٹا ہے تو خدا تجھے بخش دے۔“

موجود ہے۔"

یحییٰ بن اکثم نے پوچھا "کونسی قرآن کی آیات ہیں؟"

فرمایا کہ "قرآن عظیم نے جہاں تورات و انجیل کا ذکر کیا ہے، اس میں تو فرمایا بما استحفظو من کتب اللہ، یعنی یہود و نصاریٰ کو کتاب اللہ تورات و انجیل کی حفاظت کی ذمہ داری سونپی گئی ہے۔ یہی وجہ ہوئی کہ جب یہود و نصاریٰ نے فریضہ حفاظت ادا نہ کیا تو یہ کتابیں مسخ و محرف ہو کر ضائع ہو گئیں، بخلاف قرآن کریم کے کہ اس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا انا لہ [illegible] یعنی ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔ اس لئے اس کی حفاظت حق تعالیٰ نے خود فرمائی۔"

تو دشمنوں کی ہزاروں کوششوں کے باوجود اس کے ایک نقطہ اور ایک زیر و زبر میں فرق نہ آسکا۔ آج عہد رسالت [illegible] تقریباً چودہ سو برس ہو چکے ہیں۔ تمام دینی اور اسلامی امور میں مسلمانوں کی کوتاہی اور غفلت کے باوجود قرآن کریم کے حفظ کرنے کا سلسلہ تمام دنیا کے مشرق و مغرب میں اسی طرح قائم ہے۔ ہر زمانہ میں لاکھوں، بلکہ کروڑوں مسلمان جوان، بوڑھے، لڑکے اور لڑکیاں ایسے موجود ہیں جن کے سینوں میں پورا قرآن محفوظ ہے۔ کسی بڑے سے بڑے عالم کی بھی مجال نہیں کہ ایک حرف غلط پڑھ دے۔ اسی وقت بہت سے بڑے اور بچے اس کی غلطی پکڑ لیں گے۔

نافرمانی کی سزا

ارشاد فرمایا، امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ نے عجیب نکتہ لکھا ہے کہ "ماں کے پیٹ میں بچے کو کوئی پریشانی نہیں ہوتی، کیونکہ وہاں پر بچہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں کرتا۔ جہاں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی شروع ہو جاتی ہے۔ وہاں پھر پریشانیاں بھی جنم لینے لگتی ہیں۔"

ایک بزرگ فرمایا کرتے تھے "اے لوگو! تم جتنا چاہو اللہ تعالیٰ کے حکموں کو توڑو۔ اللہ تعالیٰ نے تمہاری زندگی کو یہیں پر جہنم نہ بنا دیا تو پھر کہنا۔" جو کوئی نافرمانی کرے گا اس کی زندگی کی جہنم کا نمونہ بن جائے گی۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور موچی:

امام ابوحنیفہؒ کے پڑوس میں ایک موچی رہتا تھا، دن بھر کام کرتا اور رات کو گوشت یا مچھلی لاکر بھونتا اور کھا کر شراب کا شغل شروع کر دیتا۔ جب سرور آتا تو نیند آنے تک یہ شعر بلند آواز میں گاتا رہتا:

اضاعونی وای فتی اضاعوا
لیوم کریھۃ وسداد ثغر

(انہوں نے مجھے ضائع کر دیا اور کیسے جوان کو ضائع کیا، جو مصیبت کے دن اور سرحد کی حفاظت میں کام آتا)۔

امام ابوحنیفہؒ ساری رات نماز پڑھتے تھے، کئی راتوں تک اس کی آواز نہ آئی تو لوگوں سے اس کے بارے میں دریافت کیا۔ معلوم ہوا کہ اسے پولیس لے گئی اور وہ جیل میں ہے۔ امام صاحب فجر کی نماز پڑھ کر اپنے خچر پر گورنر کے پاس پہنچے۔ امیر کو معلوم ہوا تو اس نے کہا کہ ''انہیں سوار حالت ہی میں اندر آنے دو اور جب خچر فرش پر آ جائے تب وہ اتریں۔''

گورنر نے اعزاز کے ساتھ ان کا استقبال کیا اور تشریف آوری کا سبب دریافت کیا۔ فرمایا کہ ''میرے ایک پڑوسی کو پولیس نے گرفتار کرلیا ہے، آپ اسے رہا فرمادیں۔''

گورنر نے کہا ''نہ صرف وہ بلکہ اس رات سے آج تک جتنے لوگ گرفتار ہوئے ہیں، میں ان سب کی رہائی کا حکم دیتا ہوں۔''

امام ابوحنیفہؒ اپنے خچر پر واپس ہوئے۔ موچی پیچھے پیچھے چل رہا تھا۔ منزل پر پہنچ کر امام صاحب موچی کے پاس گئے اور دریافت کیا ''کیا ہم نے تمہیں ضائع کر دیا؟''

اس نے جواب دیا ''نہیں، بلکہ حفاظت کی اور پڑوسی کا حق ادا کیا ہے۔ اللہ آپ کو جزائے خیر دے۔'' اور اسی وقت سے موچی نے توبہ کرکے اپنی زندگی بدل دی۔

پردہ

ایک مرتبہ سر محمد شفیع کے ہاں کسی تقریب میں ''بمع فیملی'' مدعو تھے۔ لیکن علامہ تنہا گئے سر شفیع نے پوچھا۔ ''بیگم صاحبہ کو کیوں نہیں لائے؟''

اس نے جواب دیا کہ ''وہ پردہ کی پابند ہیں۔''

سر شفیع نے کہا۔ ''یہاں زنانہ میں قیام فرماسکتی ہیں؟''

علامہ نے جواب میں کہا۔ ''بے پردہ زنانے بھی ایسے ہوتے ہیں۔''

نیکوں کے ساتھ نیکی:

بکر بن عبداللہ کہتے ہیں کہ ایک شخص ہمیشہ بادشاہ کے پاس بیٹھا کرتا تھا اور ہر روز اس کے سامنے کھڑا ہو کر یہی الفاظ دہراتا کہ ''نیکوں کے ساتھ نیکی کرتے رہو اور بروں کو ان کے حال پر چھوڑ دو کہ ان کی بدکرداری بجائے خود ان کے لئے کافی ہے۔''

اور اس کی اسی بات نے اسے بادشاہ کا منظور نظر بنا رکھا تھا۔ ایک حاسد کی رگ حسد جو پھڑکی تو اس نے بادشاہ کے کان میں پھونک دیا کہ ''(حضور والا) آپ کا وہ منظور نظر کہا کرتا ہے کہ بادشاہ کے منہ سے بدبو آتی ہے۔''

بادشاہ نے کہا ''تمہارے اس بیان کے صحیح ہونے کا ثبوت ہے؟''

اس نے کہا کہ ''اب کے اسے اپنے ذرا قریب بٹھا کر دیکھ لیجئے تو ملاحظہ فرمایئے گا کہ وہ اپنی ناک پر ہاتھ رکھے رہے گا تا کہ بدبو سے بچا رہے۔'' بادشاہ کے کان بھرنے کے بعد پھر وہ حاسد اس نیک آدمی کے پاس گیا اور اسے کھانا کھلایا۔ جس میں لہسن کی بو خاصی تیز تھی۔ اتنے میں بادشاہ نے اسے بلوا بھیجا۔ اس مرد نیک نے اس خیال سے کہ لہسن کی بو بادشاہ تک نہ پہنچے واقعی اپنے منہ میں ہاتھ رکھ لیا۔ تب تو بادشاہ کو اس حاسد کی بات کا پوری طرح یقین ہو گیا۔ اس بادشاہ کی عادت تھی کہ اپنے ہاتھ سے خلعت و انعام کا فرمان تحریر کرنے کے علاوہ کبھی کچھ نہ لکھتا تھا، لیکن اس روز (انتہائی غصہ کے تحت) اپنے ایک عامل کو لکھا کہ ''حامل فرمان ہذا کا سر کاٹ کر اور اس کی کھال میں بھس بھروا کر میرے پاس بھیج دو۔''

بے حساب جنت میں لے جاؤ

ایک عالم نے پچاس برس حق تعالیٰ شانہ کی رحمت کا وعظ کیا تھا، جب ان کا انتقال ہو گیا تو حق تعالیٰ نے فرشتوں سے فرمایا کہ ''میرے اس بندے نے پچاس برس تک میرے بندوں کو میری رحمت کا وعظ سنایا ہے، مجھے شرم آتی ہے کہ میں اس بندے سے حساب لوں۔ لے جاؤ اس کو جنت میں داخل کر دو۔ میں نے اپنی رحمت سے اس کو بخش دیا۔''

وہ بادشاہ سے رخصت ہو کر وہاں سے باہر آیا تو حاسد نے پوچھا کہ ''تیرے ہاتھ میں کیا ہے؟''

اس نے کہا کہ ''خلعت کا فرمان ہے۔''

حاسد نے کہا ''یہ مجھے دے دو کہ مجھے اس کی ضرورت ہے۔''

اس نے وہ فرمان اس کے ہاتھ میں دے دیا۔ حاسد اسے لئے ہوئے عامل کے پاس پہنچا۔ اس نے پڑھنے

کے بعد کہا کہ ''اس میں یہ حکم درج ہے کہ میں تمہارا سر قلم کر کے تمہاری کھال میں بھوسہ بھروا دوں۔''

حاسد نے کہا ''یہ حکم کسی اور کے لئے ہے، تم بے شک بادشاہ سے دوبارہ معلوم کروالو۔''

عامل نے کہا کہ ''شاہی فرمان کی مکرر تصدیق نہیں کروایا کرتے۔'' یہ کہہ کر حاسد کا سر قلم کر دیا۔

وہ مرد نیک دوسرے دن حسب معمول بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور بادشاہ کے سامنے کھڑے ہو کر وہی الفاظ پھر ایک مرتبہ دہرائے۔ بادشاہ اسے صحیح سلامت دیکھ کر بے حد متعجب ہوا اور پوچھا کہ ''وہ خط کہاں گیا؟''

اس نے جواب دیا کہ ''فلاں شخص نے مجھ سے لیا تھا۔''

بادشاہ نے کہا ''یہ تو تم اسی شخص کا کہہ رہے ہو جس نے مجھے بتایا تھا کہ تم میرے خلاف یوں کہا کرتے ہو۔''

وہ بولا ''میں نے کبھی ایسے الفاظ اپنے منہ سے نہیں نکالے۔''

بادشاہ نے کہا کہ ''(اگر تو نے نہیں کہے تھے تو) پھر تمہیں منہ اور ناک پر ہاتھ رکھنے کی کیا ضرورت تھی؟''

اس نے کہا کہ ''اس حاسد نے مجھے کھانے میں اس قدر لہسن کھلا دیا تھا کہ خود میرے منہ سے بدبو آ رہی تھی (اور میں نے احتیاطاً منہ پر ہاتھ رکھ لیا تھا)۔''

بادشاہ نے کہا کہ ''تو جو ہر روز کہا کرتا ہے کہ بدکردار کے لئے اس کی بدکرداری ہی کافی رہتی ہے، آج واقعی دیکھ لیا کہ اس بدکردار کی بدی ہی اس کے آگے آ گئی۔''

اہل ایمان کو ستانے والوں کا انجام:

حضرت زید بن سمرہؓ فرماتے ہیں کہ ساحل سمندر کی طرح جہنم کے بھی کنارے ہیں، جن میں بختی اونٹوں جیسے سانپ اور خچروں جیسے بچھو رہتے ہیں۔ اہل جہنم جب عذاب ہلکا ہونے کی فریادیں کریں گے تو انہیں حکم ہوگا کہ کناروں سے باہر ہو جاؤ، وہ نکلنے لگیں گے تو وہ سانپ انہیں ہونٹوں اور چہروں سے پکڑ لیں

P-193

گے اور ان کی کھال تک اتار دیں گے۔ وہ لوگ وہاں سے بچنے کے لئے پھر آگ کی طرف بھاگیں گے (پھر ان پر کھجلی مسلط ہوجائے گی کہ کھجلاتے کھجلاتے ہڈیاں تک تنگ ہوجائیں گی)۔ پوچھنے والا پوچھے گا ''اور فلاں! کیا تکلیف بھی محسوس ہوتی ہے۔''

وہ کہے گا ''ہاں۔''

تو کہا جائے گا کہ ''یہ اس تکلیف کا عوض ہے جو تو اہل ایمان کو دیتا تھا۔'' اس آیت کریمہ:

زدنهم عذاباً فوق العذاب بما كانوا يفسدون

اور ہم بڑھاتے رہیں گے ان کا عذاب پر عذاب اس وجہ سے کہ وہ فساد کیا کرتے تھے۔''

میں تو اس سے مانگوں گا جو آپ سے بھی بڑا ھے

دہلی کا بادشاہ ایک ہرن کا پیچھا کر رہا تھا۔ ہرن بھی برق رفتا تھا۔ آخر وہ گھنی جھاڑیوں میں گھس گیا اور گھوڑا ناکام ہوگیا۔ اب بادشاہ جنگل میں تنہا تھا اور اسے شدید پیاس لگی تھی۔ گھوڑا بھی پیاسا تھا۔ وہ پانی کی تلاش میں ادھر گیا، ادھر گیا، آخر ایک جھونپڑی نظر آئی، اس کے باہر ایک نوجوان بیٹھا تھا۔ بادشاہ نے اس سے کہا۔ ''پانی ملے گا۔''

نوجوان نے بادشاہ کا لباس دیکھا، گھوڑا دیکھا تو محسوس کرلیا کہ کوئی بڑا آدمی ہے۔ بولا ''تھوڑا سا پانی ہے، پیش کردیتا ہوں۔'' یہ کہہ کر وہ اٹھا اور خیمے میں سے پانی نکال لایا۔

بادشاہ نے احسان بھری نظروں سے اسے دیکھا اور بولا۔ ''میں دہلی کا بادشاہ شاہ جہاں ہوں، تم میرے محل میں آنا، تمہیں انعام واکرام دوں گا۔''

ساتھ ہی بادشاہ نے ایک کاغذ پر دستخط کر کے کاغذ اسے دے دیا تاکہ کوئی اسے نہ روکے۔ ایک دن نوجوان کو خیال آیا، کیوں نہ چل کر بادشاہ سے انعام واکرام حاصل کیا جائے۔ اس

تین دن تک کھانا نہ کھایا

ایک روز ابراہیم ادہمؒ کسی شخص کے مکان پر دعوت میں گئے، جب دسترخوان پر بیٹھے، لوگوں نے ایک شخص کا نام لے کر کہا کہ فلاں شخص نہیں آئے۔ ایک آدمی نے کہا وہ بھاری ہے۔ اس سبب سے آنے میں دیر ہوئی۔ جب ابراہیمؒ نے یہ غیبت سنی تو اٹھ کر چلے گئے اور اپنے نفس سے کہنے لگے کہ ''تیری وجہ سے یہ غیبت سنی پڑی، کیونکہ اگر تجھے بھوک نہ ہوتی تو دعوت میں جانے اور غیبت سننے کی نوبت نہ آتی۔'' اس کے بعد تین روز تک کھانا نہیں کھایا اور نفس کو خوب ستایا۔

(اس کو ابواللیث نے تنبیہ الغافلین کے باب الغیبۃ میں نقل کیا ہے)۔

خیال کے آنے پر اس نے دہلی کا رخ کیا۔ آخر بادشاہ کے محل تک جا پہنچا۔ بادشاہ کے دستخط دکھائے تو دربان اسے اندر لے چلا۔ دور سے اس نے دیکھا، شاہ جہان ایک جھروکے میں ہاتھ پھیلائے بیٹھا ہے، دعا کر رہا ہے۔

نوجوان نے دربان سے پوچھا۔ ''بادشاہ سلامت کیا کر رہے ہیں؟''

''یہ اپنے اللہ سے مانگ رہے ہیں۔'' دربان نے جواب دیا۔

''لیکن یہ تو خود بادشاہ ہیں، انہیں مانگنے کی کیا ضرورت ہے؟'' نوجوان نے کہا۔

''سبھی اللہ سے مانگتے ہیں...... وہی سب کو دیتا ہے۔'' دربان نے جواب دیا۔

''یہ سن کر نوجوان نے کہا۔ ''اگر یہ بات ہے تو پھر مجھے جانے دو۔''

''کیوں ...... کیا ہوا...... بادشاہ سلامت سے ملنے کے لئے آئے اور بغیر ملے جا رہے ہو؟'' دربان نے پوچھا۔

''ہاں! جا رہا ہوں...... تم مجھے جانے دو۔'' یہ کہہ کر وہ مڑا اور باہر کی طرف چل دیا۔

اتنے میں بادشاہ دعا سے فارغ ہو گیا۔ اسے نوجوان کے بارے میں بتایا گیا۔ بادشاہ تو خود اس کا انتظار کرتا رہا تھا۔ وہ چاہتا تھا، اسے انعام دے۔ اس نے فوراً دربانوں کو اس کی طرف دوڑایا، وہ اسے واپس بادشاہ کے پاس لے آئے۔ اب بادشاہ نے پوچھا۔

''تم مجھ سے ملنے کے لئے آئے اور ملے بغیر واپس چل دیئے، آخر یہ بات کیا ہوئی؟''

نوجوان نے کہا۔ ''بادشاہ سلامت! میں آپ سے انعام لینے آیا تھا...... آپ اتنے بڑے بادشاہ ہیں، اس کے

ایک یہودی کا درخت

حضرت شبلی نعمانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میں نے عزم مصمم کیا کہ ''جب تک کسی کھانے کی چیز کے متعلق حلال ہونے کی مکمل تشفی نہ ہوگی اسے نہیں کھاؤں گا۔''

چنانچہ میں جنگل میں نکل گیا، وہاں پھر رہا تھا کہ ایک انجیر کے درخت پر میری نظر پڑی۔ میں نے اس کی طرف ہاتھ بڑھایا تا کہ اس کا پھل توڑ کر کھاؤں۔

فنادتني الشجرة : احفظ عليك عقدك لاتأكل مني فاني ليهودي

یعنی ''درخت سے آواز آئی کہ (اے شبلی!) اپنے عہد کا خیال رکھ۔ میرا پھل استعمال نہ کر، کیونکہ میں ایک یہودی کی ملک میں ہوں۔''

حرام مال کے مقابلے میں حلال چیز تھوڑی ہی مل جائے تو بہت بڑی غنیمت اور سعادت ہے۔ افسوس...... اس زمانہ میں مسلمانوں کو صرف حصول دنیا کی فکر ہے، آخرت کی کچھ فکر نہیں۔

باوجود آپ خود اللہ کے سامنے ہاتھ پھیلائے بیٹھے تھے۔ یہ دیکھ کر میں نے سوچا...... تب پھر میں بھی اس سے کیوں نہ مانگوں جس سے آپ مانگ رہے ہیں، جو آپ سے بھی بڑا ہے۔''

نوجوان کا جواب سن کر بادشاہ اور دوسرے لوگ حیرت زدہ رہ گئے۔

فضول بحث و مباحثہ اچھی بات نہیں

حضرت مرزا مظہر جان جاناں رحمتہ اللہ علیہ جو بڑے درجہ کے اولیاء اللہ میں سے تھے، دہلی میں ان کی بڑی شہرت تھی۔ اللہ تعالیٰ نے ان سے دین کا بڑا فیض پھیلایا، دو طالب علم بلخ سے آپ کی شہرت سن کر حاضر ہوئے۔ حضرت سے

نعمان سے امام اعظمؒ کیسے بنے؟

ان کے ہاں ایک خوبصورت بیٹا پیدا ہوا ہے۔ انہوں نے اس کا نام نعمان رکھا۔ وہ ایک دیندار عالم تھے۔ انہوں نے آہستہ آہستہ محسوس کرنا شروع کیا۔ ان کا بیٹا بہت ہونہار ہے، نیک ہے، برے بچوں میں قطعاً نہیں کھیلتا، نہ کسی کو گالی دیتا ہے، نہ جھوٹ بولتا ہے، بلکہ اسے علماء کے پاس بیٹھنے کا شوق ہے جب اس نے قرآن مجید اور دوسرے علوم اپنے شہر کے عالموں سے پڑھ لئے تو دوسرے شہر پڑھنے کے لئے چلا گیا۔ اس نے علم حاصل کرنے کے لئے ہزاروں میل کا سفر کیا۔ یہاں تک کہ اس کے پاؤں میں چھالے پڑ گئے۔ آخر کار علم حاصل کرتے کرتے یہ لڑکا عالم بن گیا، اپنے علم میں اس قدر بڑھا کہ امام اعظم کے نام سے مشہور ہوا۔

اب آپ جان گئے ہوں گے کہ ہم کن کا ذکر کر رہے ہیں۔ جی ہاں، حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمتہ اللہ کا۔ انہوں نے فضول کاموں میں اپنا بچپن ضائع نہیں کیا، نیک لوگوں کی محفلوں میں بیٹھے، اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ وہ امام اعظم بنے۔

آپ جانتے ہوں گے، سب سے بڑی نیکی اللہ کا خوف ہے۔ جتنا کسی شخص کو اللہ کا خوف ہوگا، اتنا ہی زیادہ وہ نیکی کرے گا، عبادت کرے گا۔ امام ابوحنیفہ رحمتہ اللہ علیہ میں بھی اللہ کا خوف بہت زیادہ تھا۔ آپ نے چالیس سال تک عشاء کے وضو سے فجر کی نماز ادا کی، یعنی چالیس سال تک رات کو سوئے نہیں۔ آپ نے ۵۵ حج کئے۔ یہ سب اسی وجہ سے تھا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بچپن ہی سے نیکی کا جذبہ عطا فرمایا تھا۔ آج جو ہم خود کو حنفی کہتے ہیں۔ انہی کی نسبت سے کہتے ہیں۔ امام ابوحنیفہ فقہ کے امام تھے۔ ان کی فقہ پوری دنیا میں فقہ حنفی کے نام سے مشہور ہوئی اور ایک دنیا نے ان کی فقہ پر عمل کیا اور کر رہی ہے۔ اسلامی دنیا میں حنفی مسلک کے لوگ سب سے زیادہ ہیں۔

بیعت ہونے اور اصلاح کران کا ارادہ تھا۔ جب حضرت کی مسجد میں پہنچے تو نماز کا وقت ہو رہا تھا تو وضو کرنے بیٹھ گئے۔ ایک طالب علم دوسرے سے کہنے لگا کہ ''یہ حوض جس سے ہم وضو کر رہے ہیں، یہ بڑا ہے یا وہ جو ہمارے بلخ میں ہے؟''

تو دوسرے نے کہا کہ ''وہ بلخ والا بڑا ہے۔''

اس نے کہا کہ ''میرے خیال میں یہ دہلی کا حوض بڑا ہے۔''

اب اس موضوع پر دونوں کے درمیان دلائل کا تبادلہ شروع ہوا، ایک کہہ رہا تھا وہ بڑا ہے، دوسرا کہہ رہا تھا یہ بڑا ہے۔ حضرت مرزا صاحبؒ بھی وہیں وضو فرما رہے تھے۔ انہوں نے دیکھا کہ یہ دونوں آدمی اس طرح بحث کر رہے ہیں۔ جب نماز ہوگئی تو یہ حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے تو سوال کیا کہ ''کیسے آنا ہوا؟''

انہوں نے کہا کہ ''حضرت! آپ سے اصلاحی تعلق قائم کرنے اور بیعت ہونے کے لئے حاضر ہوئے ہیں۔''

ساری رات سردی میں ذکر کرتے رہے

حضرت ابراہیم بن ادہم کے فضل وکمال اور زہد وورع کا چرچا آپ کی زندگی ہی میں ضرب المثل ہوگیا تھا۔ ایک دفعہ وہ مسافرت کی حالت میں رات کے وقت جامع دمشق پہنچے۔ نماز عشاء کے بعد مسجد کا دروازہ بند کر دیا جاتا تھا۔ ابراہیمؒ نے امام مسجد سے درخواست کی کہ ''مجھے شب کو مسجد ہی میں رہنے دیا جائے کیونکہ میں نے کچھ ذکر اذکار کرنا ہے۔''

P-187

امام صاحب کو غصہ آگیا اور انہوں نے طنزاً کہا کہ ''تو ابراہیم ادھمؒ ہی تو ہے، چل یہاں سے۔''

یہ کہہ کر انہیں مسجد سے باہر کر دیا۔ حضرت ساری رات سخت سردی میں مسجد کی سیڑھیوں پر بیٹھے عبادت میں مشغول رہے۔ نماز فجر کے وقت مسجد کا دروازہ کھلا تو اندر چلے گئے۔ نماز کے بعد کچھ لوگوں نے آپ کو پہچان لیا اور شور مچ گیا کہ ابراہیم ادہمؒ تشریف لائے ہیں۔ ہر طرف سے لوگ ان کی زیارت کے لئے ٹوٹ پڑے۔ امام صاحب بہت شرمندہ ہوئے۔ بار بار حضرت سے معذرت کرتے تھے اور آپ فرماتے تھے کہ ''معذرت کس بات کی۔ آپ نے اپنا فرض ادا کیا۔''

حضرت نے فرمایا کہ ''پہلے یہ طے کرلو کہ ہماری مسجد کا حوض بڑا ہے یا بلخ کا حوض بڑا ہے؟ یہ مسئلہ طے کرلو تو پھر آگے بات چلے۔''

اب وہ بڑے شرمندہ ہوئے۔ لیکن حضرت نے فرمایا کہ جب تک یہ اہم مسئلہ طے نہ ہو اس وقت تک بیعت کرنا فضول ہے۔ لہذا پہلے اس حوض کو ناپو، پیمائش کرو اور پھر واپس جا کر اس حوض کو ناپو، اس کے بعد فیصلہ کرو کہ یہ بڑا ہے یا وہ بڑا ہے، جب یہ کام کرلو گے تو تمہیں بیعت کریں گے۔''

اور پھر فرمایا کہ ''تمہاری اس گفتگو سے دو باتیں معلوم ہوئیں، ایک یہ کہ فضول بحث و مباحثہ کرنے کی عادت ہے، جس کا کوئی مصرف نہیں اور دوسری بات یہ کہ بات میں تحقیق نہیں، آپ نے ویسے ہی اندازے سے دعویٰ کرلیا کہ یہ بڑا ہے اور آپ نے ویسے ہی اندازہ سے دعویٰ کرلیا کہ وہ بڑا ہے۔ تحقیق کسی نے کی نہیں، تو معلوم ہوا کہ زبان سے بات کرنے میں تحقیق نہیں اور فضول بحث و مباحثہ کی عادت ہے۔ اس کی موجودگی میں اگر آپ کو کچھ ذکر و اذکار بتاؤں گا تو کچھ حاصل نہیں ہوگا۔ جب تک یہ عادت ختم نہ ہو، اور یہ عادت اس طرح ختم ہوگی کہ ایک مرتبہ تمہیں سبق مل جائے کہ اس کا کیا نتیجہ ہوتا ہے۔ لہذا واپس جاؤ اور پیمائش کرنے کے بعد پھر واپس آنا تو بات چلے گی۔''

اللہ کے لئے دوسری محبت چھوڑنا آسان

حضرت تھانوی رحمتہ اللہ علیہ کی ایک بات یاد آ گئی۔ وہ یہ کہ ایک مرتبہ آپ نے حاضرین مجلس سے فرمایا کہ آج اللہ نے اپنے امتحان کا ایک عجیب موقع عطا فرمایا۔ وہ یہ کہ جب میں گھر گیا اور اہلیہ سے بات کی تو اہلیہ نے تلخ لہجے میں کوئی بات کہہ دی۔ اس وقت میرے منہ سے یہ نکلا کہ ''بی بی مجھے اس لہجے کی برداشت نہیں اور اگر تم کہو تو میں یہ کرنے کے لئے تیار ہوں کہ اپنی چارپائی اٹھا کر خانقاہ میں ڈال لوں اور ساری عمر وہیں گزار دوں۔ لیکن مجھے اس لہجے کی برداشت نہیں۔''

حضرت نے فرمایا کہ میں نے اپنی اہلیہ سے یہ بات تو کہہ دی، لیکن بعد میں، میں نے سوچا اور اپنا جائزہ لیا کہ بڑی بات کہہ دی کہ چارپائی اٹھا کر خانقاہ میں ڈال دوں اور ساری عمر اس میں گزار دوں۔ کیا تم اس کام کے کرنے پر قادر بھی ہو؟ اگر اہلیہ کہہ دے کہ چلو ایسا کرلو تو کیا ایسا کرلو گے؟ اور ساری عمر خانقاہ میں گزار دو گے، یا ویسے ہی جھوٹا دعویٰ کردیا؟

لیکن جائزہ لینے کے بعد یہ محسوس ہوا کہ الحمد للہ میں اس کام پر قادر ہوں۔ چونکہ ساری محبتیں اللہ کے لئے ہوگئی ہیں، اس لئے اب اگر کسی وقت اللہ کی محبت کی خاطر دوسری محبت کو چھوڑنا پڑے تو اس وقت کوئی ناقابل برداشت بوجھ

نہیں ہوگا۔ کیونکہ وہ محبت تبدیل ہوکر اللہ کے لئے محبت بن گئی ہے۔

لیکن یہ مقام اتنی آسانی سے حاصل نہیں ہوتا، بلکہ اس کے لئے محنت اور مشق کرنا پڑتی ہے اور یہ محنت اور مشق ایسی چیز نہیں ہے جو ناممکن ہو، بلکہ ہر انسان کر سکتا ہے۔ پھر اس محنت اور مشق کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ مقام عطا فرما دیتے ہیں۔ وہ کر کے دیکھنے کی بات ہے۔ یہ سب ''احب اللہ'' اللہ کے لئے محبت میں داخل ہے۔

لمبی لمبی قبریں

دنیا میں بہت سے ایسے مقامات ہیں جہاں غیر معمولی طویل قبریں موجود ہیں۔ ان قبروں کی لمبائی کی وجہ کیا ہے، کیا اس کی وجہ یہ ہے کہ جن حضرات کی طرف یہ قبریں منسوب ہیں۔ ان کے قد راتنے لمبے تھے؟ یا یہ فرضی مقامات ہیں جنہیں کسی مصلحت سے طویل قبروں کی شکل دے دی گئی۔

ٹونک (راجستھان انڈیا) میں ایک نوگز کی قبر ہے اسے ''نوگزا'' ہی کہا جاتا ہے۔ عام طور پر یہ کہا جاتا ہے کہ یہ کسی بزرگ کا مزار ہے جس کا قد نوگز لمبا تھا۔

بعض محقق یہ کہتے ہیں کہ یہ کسی کا مزار نہیں، محمود غزنوی جب ہندوستان سے واپس جا رہا تھا تو اس نے اپنی ضرورت سے زیادہ ہتھیار اس جگہ دفن کر دیئے تھے اور قبر کی شکل اس لئے دے دی تھی کہ مسلمان قبر کا احترام کرتے ہیں، اسے کھودتے نہیں۔ ٹھٹھہ کے مکلی پہاڑ پر ایک لمبی قبر ہے جس کے بارے میں عوام

میری محبت زیادہ ہوتی جائے گی

ایک دفعہ محمد بن واسع رحمتہ اللہ علیہ کے پاؤں میں سخت پھنسی نکلی، تو ان کے ایک دوست نے کہا۔ ''بخدا مجھے یہ حال دیکھ کر تم پر رحم آتا ہے۔''

محمد بن واسع نے جواب دیا۔ ''اگر تو مجھ سے محبت رکھتا ہے تو میرے ساتھ اللہ کا شکر ادا کر کہ یہ پھنسی میری زبان یا آنکھ میں یا پستان میں یا بغل کے نیچے یا شرمگاہ میں نہیں نکلی۔''

بشر حارث رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میں نے اپنی سیاحت میں ایک مجذوم کو پایا جو اندھا اور دیوانہ بھی تھا۔ دھوپ میں پڑا تھا، جوئیں اس کا گوشت نوچ کر کھا رہی تھیں، میں نے اس کا سر اٹھا کر گود میں رکھ لیا۔ جب اسے ہوش آیا تو کہنے لگا ''یہ بے ہودہ کون ہے جو میرے اور میرے پروردگار کے درمیان داخل ہوتا ہے؟ مجھے اللہ کے جلال اور عزت کی قسم، اگر اللہ تعالیٰ میرا جوڑ جوڑ جدا کر دے تو بھی میری محبت اس کے ساتھ زیادہ ہی ہوتی جائے گی۔''

میں مشہور ہے کہ عبداللہ شاہ صحابہ کی قبر ہے۔

تقریباً چالیس سال پہلے ٹھٹھہ کی کسی تاریخ میں پڑھا تھا کہ وہاں بزرگوں کو حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی نے خواب میں یہ حکم دیا کہ میرے فرزند کی قبر کے آثار مٹتے جا رہے ہیں، انہیں تازہ کرو وہ بزرگ اس جگہ مراقب ہوئے لیکن انہیں قبر کا صحیح مقام نظر نہ آیا، بلکہ صرف اتنا معلوم ہوسکا کہ اس جگہ سے اس جگہ تک کہیں قبر ہے۔ انہوں نے نشانات لگا دیئے۔ قبر کی لمبائی کی یہی وجہ ہے۔

میں نے شام (عوریا) کے سفر میں دمشق سے تقریباً ۴۵ کلومیٹر فاصلہ پر واقع حضرت ہابیل کی قبر دیکھی۔ جنہیں ان کے بھائی قابیل نے قتل کر دیا تھا۔ یہ قبر میرے اندازے سے تقریباً سات آٹھ گز لمبی ہے۔ دروز حضرت ہابیل کو نبی مانتے ہیں اور بکثرت اس قبر کی زیارت کے لئے آتے ہیں۔

ہوسکتا ہے کہ یہ قبران کے قد کے مطابق ہو۔ اس لئے کہ وہ براہ راست حضرت آدم علیہ السلام کے صاحبزادے ہیں اور صحیح حدیث کی رو سے حضرت آدم کا قد ساٹھ ذراع (ہاتھ) لمبا تھا۔

اردن میں حضرت شعیب علیہ السلام کا مزار دیکھا۔ یہ مزار بھی تقریباً سات آٹھ گز لمبا تھا۔

ایک صاحب سے ذکر کیا تو فرمایا کہ اس زمانے کے قد اتنے لمبے ہی ہوا کرتے تھے۔ میں نے کہا کہ یہ بات سمجھ میں نہیں آتی۔ کیونکہ حضرت شعیب علیہ السلام فرعون کے دور کے ہیں اور فرعون کی حنوط شدہ نعش اور دوسرے فراعنہ اور شاہی خاندان کے دوسرے افراد کے حنوط شدہ اجسام (Mumies) مصر کے عجائب گھر میں اب تک محفوظ ہیں اور ان کے قد ہمارے قدوں جیسے ہی ہیں۔

پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام طویل القامت ضرور تھے، لیکن ان کے بارے میں بھی کوئی روایت ایسی نہیں ملتی کہ ان کا قد غیر معمولی طویل ہو۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام حضرت شعیب علیہ السلام کے داماد ہیں۔ اگر حضرت شعیب علیہ السلام کا قد واقعتاً اتنا طویل یعنی آٹھ گز یا چوبیس فٹ تھا تو ان کی صاحبزادی کا قد اوسطاً پندرہ فٹ تو ہونا چاہئے۔

پھر اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام آٹھ دس فٹ کے ہوں تو پندرہ فٹ کی عورت سے ان کی شادی سمجھ میں نہیں آتی۔

بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان کی نبوی عظمت کا لحاظ کرتے ہوئے احتراماً ان کی قبر لمبی بنائی گئی ہے۔ واللہ اعلم۔
ہمارے زمانے کے بڑے آدمیوں کے ڈرائنگ روم بھی تو بڑے ہوتے ہیں۔

ایک ظالم بادشاہ کا زمین میں دھنس جانا:

ایک بادشاہ قوم بنی اسرائیل سے بہت بڑا ظالم تھا۔ طرح طرح کی بنیادِ ظلم کی ڈالتا تھا۔ چنانچہ ایک مکان بنانا شروع کیا۔ ملازموں کو حکم دیا کہ حاملہ عورتوں سے اینٹ گارا ڈلواؤ اور جلد تیار کراؤ۔ ناگاہ ایک عورت حاملہ کے دن پورے ہو چکے تھے۔ اس کو پکڑا، ہر چند اس نے عذر کیا کہ مجھ کو ذرا مہلت دو کہ میں جننے کے درد سے نجات پاؤں۔ پھر میں تمہارے کام میں مستعد رہوں گی۔
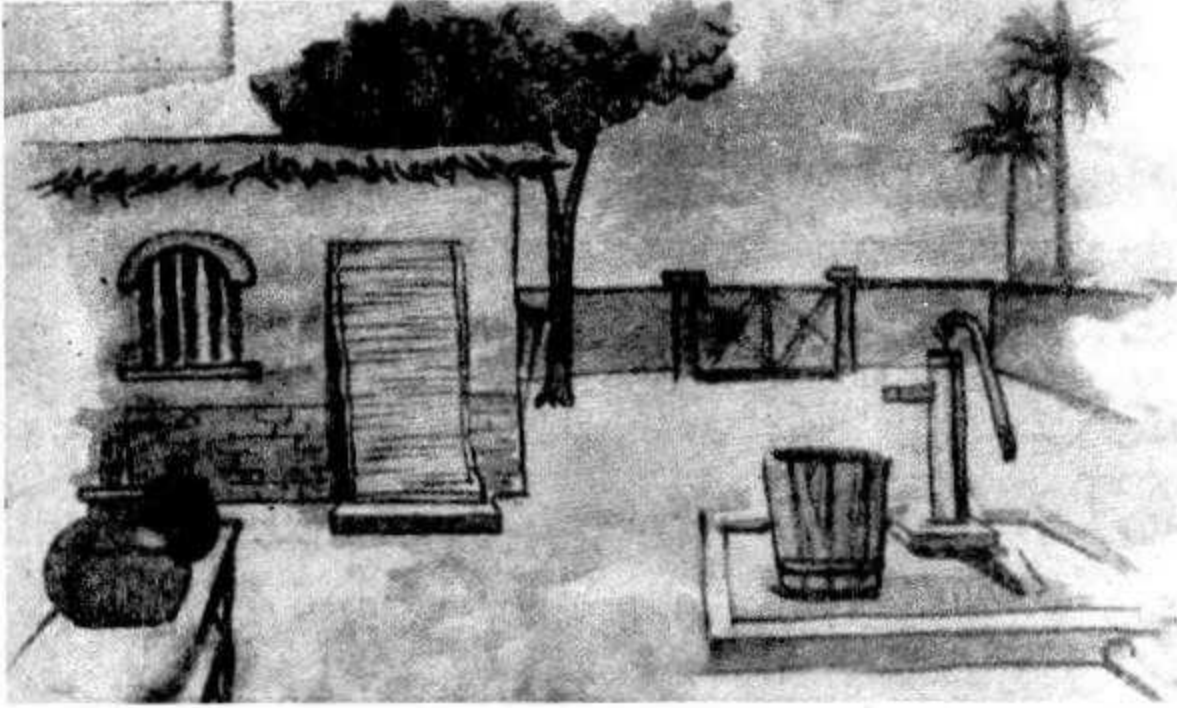
P-3

ظالم ملازموں نے نہ مانا، بلکہ اس کو مارنا پیٹنا شروع کیا۔ اس مصیبت زدہ کو دکھ اور درد سے اٹھنا بیٹھنا بھی دشوار تھا۔ سر پر بوجھ اٹھانے کا کیا ذکر۔ آخر کار جب اس کی ہر طرف سے مار دھاڑ ہونے لگی۔ اس کو اپنی زندگی پہاڑ لگنے لگی۔ جان سے تنگ آ کر جناب الٰہی میں بکمال نالہ وآہ رو کر کہنے لگی کہ ''اے میرے مالک تیری لونڈی اس مصیبت وآفت میں گرفتار ہے۔ اس حال سراپا وبال میں سوا تیرے کون اس کا غمگسار ہے کیا تو اس حال سے خبردار نہیں ہے۔ ایسی زندگی سے موت بھلی ہے۔'' پھر یکا یک قہر الٰہی نازل ہوا کہ وہ بادشاہ ظالم مع سب دربار کے فوراً زمین میں دھنس گیا۔

سب سے زیادہ نفع بخش تجارت

غروب آفتاب کے بعد جوں جوں تاریکی بڑھ رہی تھی، اس کے ساتھ ساتھ چاند بھی آسمان پر بلند ہو رہا تھا۔ نخلستانوں کے درمیان میں سے گزرنے والی شاہراہ جو مدینے کی طرف جاتی تھی، اب سنسان پڑی ہوئی تھی۔ دور سے سرپٹ گھوڑے کے ٹاپوں کی آواز اس علاقے میں ہلکا ہلکا سا لرزہ پیدا کر رہی تھی۔ کھجور کے درختوں کے درمیان میں سے چھن کر آنے والی چاندنی بار بار گھڑ سوار کے چہرے پر پڑ رہی تھی وہ کوئی ساٹھ سال کی عمر کا مضبوط چاک و چوبند

آدمی دکھائی دیتا تھا۔لمبی مسافت کی تھکن اس کے چہرے پر آویزاں تھی۔منزل کے قریب ہونے کی وجہ سے سوار نے گھوڑے کی باگیں ڈھیلی چھوڑ دیں۔رفتہ رفتہ باغات کے درمیان میں اکادکا مکانات اور حویلیاں بھی ابھرنے لگیں۔حتیٰ کہ وہ شہر میں داخل ہوگیا۔

وہ گزرنے والی ہر گلی اور مکان کو بڑے غور سے دیکھ رہا تھا۔جیسے کسی مکان کو تلاش کررہا ہو۔کبھی وہ کسی مکان کے قریب گھوڑے کو روکتا،لیکن پھر آگے چلنے کے لئے اس کی لگام ہلا دیتا،اور چوراہوں میں آدمیوں کی آمدورفت ابھی جاری تھی۔لیکن ان میں سے کوئی بھی اسے نہ پہچانتا تھا۔

اب وہ گھوڑے سے نیچے اتر آیا اور گھوڑے کی لگام ہاتھ میں پکڑ کر چلنے لگا۔تھوڑی دیر بعد وہ ایک مکان کے سامنے رک گیا،اس نے ذہن پر زور دیا،اس کی یادداشت جاگی اور خوشی اس کے چہرے پر ظاہر ہوئی،وہ زیب لب اپنے آپ سے کہنے لگا۔''یہی میرا گھر ہے،یہی میرا گھر ہے۔''

دروازہ کھلا ہوا تھا،اس لئے وہ بلا اجازت اس مکان میں داخل ہوگیا۔بالا خانے پر موجود گھر کے مالک نے نیچے صحن میں گھوڑے کی آہٹ سنی تو اس نے کھڑکی سے نیچے دیکھا۔نیچے ایک مسلح اجنبی کھڑا تھا۔وہ غضبناک ہوکر نیچے اتر آیا۔وہ تیس برس کی عمر کا تنومند جوان دکھائی دیتا تھا۔اس نے آتے ہی اجنبی کو پکڑ لیا اور سخت لہجے میں کہا''اے دشمن خدا!رات کی تاریکی میں تو گھر کے اندر کیوں آیا؟''

یہ سن کر اجنبی گھبرا گیا،وہ صرف اتنا ہی کہہ پا رہا تھا''دیکھو!میں اسے اپنا گھر سمجھ کر اندر آگیا اور سچ مچ یہ میرا ہی گھر ہے۔''

لیکن اس پر بھی اس نوجوان نے گرج کر کہا۔''میں تجھے دیکھ لوں گا؟''

دونوں کے باہم الجھنے سے شور زیادہ بلند ہوا،چند پڑوسی بھی ادھر آگئے،انہیں دیکھ کر اجنبی بجائے گھبرانے کے زور زور سے کہنے لگا''لوگو!کیا یہ میرا گھر کسی دوسرے کے قبضے میں چلا گیا ہے؟کیا میری بیوی فوت ہوگئی ہے؟تم میں سے کوئی بھی مجھے نہیں پہچانتا؟''

یہ سن کر پڑوسیوں کے ہجوم میں سے دو بزرگوں نے آگے بڑھ کر اسے پہچاننے کی کوشش کی تو اس نے کہا''کیا تم مجھے بھول گئے ہو۔میں فرخ ہوں؟کیا پڑوسیوں میں کوئی بھی فرخ کو پہچاننے والا نہیں رہا؟اس فرخ کو جو آج سے تیس سال پہلے اسلامی لشکر کے ساتھ جہاد کے لئے گیا تھا؟''

اجنبی کی یہ بات سنتے ہی ہر کوئی اپنی جگہ پر دم بخود رہ گیا۔مجمع پر ایک گہرا سکوت طاری ہوگیا۔جیسے ہجوم میں موجود ہر شخص یادداشت کے دھندلکے مناظر میں کچھ تلاش کرنے کی کوشش کررہا ہو۔

☆......☆......☆

رحلت نبی ﷺ کے بعد چالیس برس گزر چکے تھے۔ اللہ کے حکم میں رکاوٹ بننے والے حکمرانوں کا عام لوگوں کے دلوں پر خوف اتارنے کے لئے اسلامی فوجیں آگے ہی آگے بڑھ رہی تھیں۔ انہی لشکروں میں سے ایک لشکر سجستان کو فتح کرنے کے لئے روانہ ہوا، جس کی قیادت ایک بزرگ صحابی ربیع بن زیاد حارثی رضی اللہ عنہ کر رہے تھے، ان کے ہمراہ فروخ نامی ان کا غلام بھی تھا۔ سجستان پر فتح کا پرچم لہرانے کے بعد ماورائے النہر کے علاقے پر ان کی نگاہیں تھیں، لیکن دریائے سجون کی خونخوار موجیں ان کی راہ میں حائل تھیں۔ تب انہوں نے از سر نو فوج ترتیب دی

نظام حیدر آباد کی انور شاہ سے ملاقات
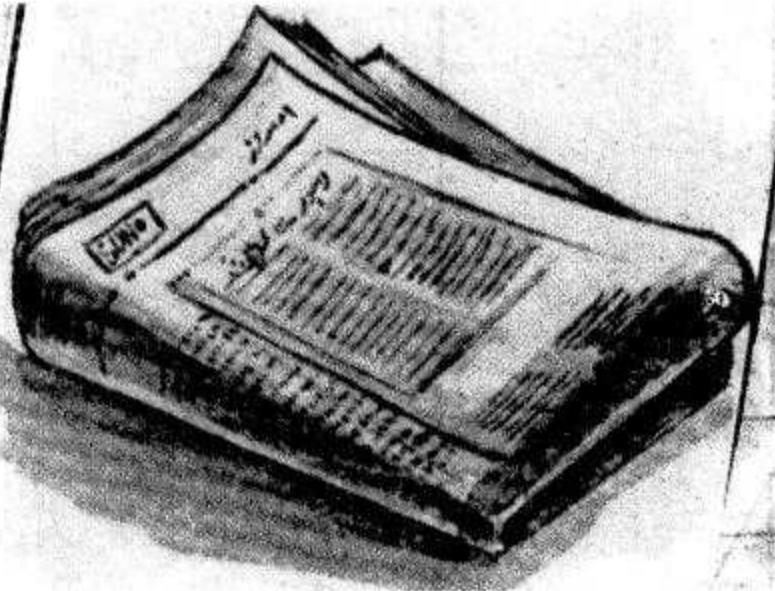
P-80

دیوبند سے ''مہاجر'' کے نام سے ایک اخبار نکلتا تھا۔ اس اخبار میں نظام حیدر آباد اور آپ کی ملاقات کی خبر اس جلی سرخی کے ساتھ شائع کی جارہی تھی۔ ''بارگاہ خسروی میں علامہ جلیل مولانا انور شاہ کشمیری کی باریابی۔''

اخبار چھپا نہیں تھا کہ کسی طرح آپ کو عنوان کی اطلاع ہوگئی۔ اخبار کے منتظمین کو بلا کر خفگی کا اظہار فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ ''ہر چند کہ میں ایک فقیر بے نوا ہوں، مگر اتنا گیا گزرا ہوا بھی نہیں کہ اس طرح کے عنوانات کو برداشت کروں۔ کیسی بارگاہ خسروی؟ اور کہاں کی باریابی؟ صرف اتنا لکھئے: نظام حیدر آباد سے انور شاہ کی ملاقات۔''

اور پھر اللہ کا نام لے کر موجوں کے سینے پر چیرتے ہوئے دریا عبور کر کے دشمن کے روبرو ہوگئے، جب میدان کارزار گرم ہوا تو ربیع بن زیاد حارثی رضی اللہ عنہ کی جانباز سپاہ نے شجاعت و بہادری کے ایسے جوہر دکھائے کہ دشمن کے پاؤں اکھڑ گئے۔ ان کے غلام فروخ نے بھی جنگی مہارت کا ایسا نمونہ پیش کیا کہ سپہ سالار کی نگاہ میں اس کی عظمت دوبالا ہوگئی، مسلمانوں کو فتح نصیب ہوئی اور دریا عبور کرنے کے بعد چین کی جانب اسلامی فوجوں کے لئے راستہ کھل گیا۔

ربیع بن زیاد حارثی رضی اللہ عنہ نے اپنے غلام فرخ سے متاثر ہو کر اسے آزاد کر دیا اور اپنے حصے کے تمام اموال غنیمت بطور انعام دے کر اس کی عزت افزائی فرمائی۔ اس کے دو سال بعد ربیع حارثی رضی اللہ عنہ اپنے رب سے جا ملے۔ جانباز مجاہد فرخ اموال غنیمت کا ڈھیر لئے مدینہ آ پہنچا تو اس وقت وہ زندگی کی تیس بہاریں دیکھ چکا تھا۔ اس

نے سوچا کہ اب ایک گھر بنالینا چاہئے۔ چنانچہ ایک گھر خرید کر اس نے ایک خاتون سے شادی کر لی مگر مجاہدانہ زندگی فرخ کی عادت بن چکی تھی۔ گھر میں بے کار پڑا رہنا اسے راس نہ آیا۔

اس دوران میں خراسان کے محاذ پر اسلامی لشکر کو کمک کی ضرورت پڑی تو حکومت وقت نے جہاد میں شامل ہونے کی اپیل کی۔ فرخ نے جھٹ فیصلہ کرلیا کہ وہ بھی جہاد کے لئے ضرور جائے گا۔ ان دنوں مجاہدوں کی اہل وعیال کی ذمہ داری حکومت پر ہوتی تھی اور پورا لشکر صرف اور صرف حکومت اسلامیہ ہی کی سرکردگی میں تیار ہوتا تھا، بیوی بچوں اور گھر بار کو چھوڑنا بڑے دل گردے کا کام تھا۔ پھر بھی فرخ نے یہ فیصلہ کرلیا تھا۔ انہوں نے اپنی نئی نویلی دلہن کو تسلی دی اور اسے ایک تھیلی دیتے ہوئے کہا ''دیکھو! اس میں تیس ہزار دینار ہیں، یہ حکومت نے مجھے خرچ کے لئے دیئے ہیں، ان کو کسی نفع بخش تجارت میں لگادینا، ان سے ہی اپنے اخراجات بھی پورے کرنا اور ہونے والے بچے کی پرورش اور تربیت انتظام بھی کرنا۔ یہاں تک کہ میں جہاد سے واپس آجاؤں یا اللہ میری تمنائے شہادت پوری کردے۔''

جہاد پر روانگی کے چھ ماہ بعد فرخ کے گھر ایک بچہ پیدا ہوا، بچہ اتنا خوبصورت تھا کہ اس کو دیکھ کر ماں شوہر کی جدائی کا سارا غم بھول گئی، ماں نے بچے کا نام ربیعہ رکھا اور اسے لائق اساتذہ کی نگرانی میں دے دیا۔ بہت ہی تھوڑے عرصے میں بچے نے مکمل قرآن حفظ کرلیا اور احادیث کا بھی خاصا ذخیرہ یاد کرلیا۔ ماں جب بھی بچے کی علمی قابلیت میں ترقی دیکھتی تو اس کے اساتذہ اس کے انعام واکرام میں اضافہ کردیتے۔ وہ چاہتی تھی کہ بچہ ایسا تعلیم یافتہ اور بااخلاق ہوجائے کہ باپ اگر دیکھے تو اس کی آنکھیں ٹھنڈی ہوجائیں۔ لیکن ایک مدت گزر گئی، فرخ کی کوئی صحیح خبر نہ ملی۔

فروخ کے بیٹے نے خدمت علم کو اپنا مقصد حیات بنالیا۔ چنانچہ وہ مسجد نبوی کی علمی مجالس میں شریک ہونے لگا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں اس وقت سب سے معزز و محترم شخصیت حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی تھی جو رسول اللہ ﷺ کے خادم خاص بھی رہ چکے تھے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم کے بعد تابعین میں سے سعید بن مسیب رحمتہ اللہ علیہ جیسے علماء کے درس سے بطور خاص منسلک ہوگیا۔

......☆......☆......☆......

اچانک بالا خانے کی ایک کھڑکی سے ایک نسوانی آواز بلند ہوئی ''انہیں چھوڑ دو بیٹا...... انہیں چھوڑ دو۔''

یہ گھر کی مالکہ یعنی ربیعہ کی ماں کی آواز تھی، جو شور سن کر بیدار ہوچکی تھیں، ماں کی آواز سنکر بیٹا نرم پڑ گیا۔ اتنے میں اس کی ماں نیچے اتر آئی اور کہا ''بیٹے یہ تمہارے والد محترم ہیں اور اے عبدالرحمٰن یہ تمہارا بیٹا ربیعہ ہے۔''

تعارف ہوتے ہی دونوں باپ بیٹا گلے مل گئے۔ ربیعہ نے ہاتھ اور پیشانی چومی اور باپ کی محبت بیٹے پر نچھار ہونے لگی۔'' فرخ تیس سال کے بعد آج اپنے گھر آیا تھا۔ وہ اپنی مجاہدانہ سرگزشت سنانے کے ساتھ ساتھ اپنی بیوی کے حالات بھی پوچھتا رہا اور پھر مستقبل کے بارے میں سوچنے لگا۔

''ربیعہ کی ماں! دیکھو میرے پاس اس وقت چالیس ہزار دینار ہیں، جو تیس ہزار دینار میں تمہیں دے کر گیا تھا اس میں سے جو کچھ بچت ہے اسے ان میں شامل کرلو تو اس سے ہم کچھ قابل کاشت رقبہ اور باغ خرید لیں گے تاکہ گزر بسر کا سہارا بن جائے۔''

بیوی نے شوہر کی بات ٹال دی، اس خوشی کے موقع پر اسے یہی فکر کھائی جا رہی تھی کہ شوہر نے جو تیس ہزار دینار اس کے حوالے کئے تھے، وہ سب تو بچے کی تعلیم و تربیت پر خرچ ہو گئے ہیں۔ اب اگر شوہر کو یہ بات بتائی گئی تو کیا وہ یقین کرلے گا کہ اس کا بیٹا بہت زیادہ فراخ دل ہے اور وہ ایک درہم بھی اپنے پاس بچا کر نہیں رکھتا۔ مدینہ کے لوگ جانتے ہیں کہ وہ اپنے دوست احباب اور مستحق لوگوں پر کتنا زیادہ خرچ کرتا ہے۔ ربیعہ کی ماں انہی خیالوں میں پیچ و تاب کھا رہی تھی کہ اس کے شوہر نے دوبارہ کہا ''جو دینار بچے ہوئے ہیں وہ لاؤ پھر دیکھیں گے کہ کل ملا کر کتنی رقم بنتی ہے۔''

''آپ فکر مند نہ ہوں۔'' بیوی نے اسے ٹالتے ہوئے کہا۔ ''میں نے وہ تمام دینار وہیں رکھے ہوئے ہیں جہاں پر انہیں رکھنا چاہئے تھا۔ جلد ہی انشاء اللہ وہ آپ کے سامنے آجائیں گے، آپ تھکے ہوئے ہیں، اب آرام کریں۔''

تھکے ماندے فرخ کو ایسی نیند آئی کہ صبح کی خبر نہ ہوئی۔ بیدار ہونے پر وضو کیا اور دروازے سے نکلتے ہوئے بیوی سے پوچھا کہ ''ربیعہ کہاں ہے؟''

''وہ اذان سنتے ہی مسجد میں پہنچ جاتا ہے۔'' بیوی نے کہا۔ ''آپ کو کچھ دیر ہوگئی ہے۔ اب شاید ہی جماعت آپ کو مل سکے۔''

فرخ جب مسجد میں پہنچے تو جماعت ہو چکی تھی۔ انہوں نے تنہا نماز ادا کی اور فارغ ہو کر جب مسجد سے باہر کی

اذان میں اکبر کی جگہ اکبار کہنا

حضرت مخدوم جہانیاں رحمۃ اللہ علیہ ایک روز جامع مسجد میں نماز پڑھنے تشریف لے گئے۔ مؤذن نے اذان میں ''اکبر'' کی جگہ ''اکبار'' کہا۔ آپ نے فرمایا ''یہ کفر ہے، کیونکہ اکبار شیطان کے ناموں سے ایک نام ہے۔'' قاضی القضاۃ صدر جہاں کی توجہ اس طرف دلائی۔

بادشاہ کو خبر ہوئی تو اس نے مؤذن کو طلب کیا۔ اس بے چارے کی جان پر بن گئی۔ پریشان حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا اور شاہی عتاب سے بچانے کی التجا کی۔

آپ نے اس کی کمر پر دست شفقت پھیر کر دلجوئی کی اور فرمایا ''میں بادشاہ سے کہوں گا کہ تمہیں اپنے کام پر بحال رکھے لیکن ''اکبار'' نہ کہنا اور نہ حی علی الصلوٰۃ کے بجائے حیا علی الصلوٰۃ کہنا، کیونکہ اس سے معنی بدل جاتے ہیں۔''

طرف آنے لگا تو دیکھا کہ پوری مسجد کھچا کھچ بھری ہوئی ہے۔ طالبان علم کا ایسا باوقار اجتماع انہوں نے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ دور بیٹھے ایک شیخ کے گرد لوگ حلقہ بنا کر باادب بیٹھے تھے، مجمع اتنا بڑا تھا کہ مسجد میں کوئی جگہ خالی نہیں تھی۔
فرخ نے مجمع پر نظر ڈالی تو دیکھا کہ حلقہ درس میں عمر رسیدہ علماء بھی شامل ہیں اور نوجوان طلباء بھی۔ سب کی نگاہیں شیخ پر ٹھہری ہوئی ہیں، جو لفظ بھی ان کی زبان سے نکلتا، موتی کی طرح چھین لیا جاتا اور لکھ کر محفوظ کر لیا جاتا۔ شیخ جو کچھ ارشاد فرماتے مجمع میں تھوڑے تھوڑے فاصلے پر کھڑے لوگ ان کی بات کے لفظ لفظ کو بلند آواز کے ساتھ دہراتے، تاکہ ہر شخص ان کی بات کو پوری طرح صحیح صحیح لکھ سکے۔

فرخ مجمع کے کنارے پر تھا۔ اس نے بڑی کوشش کی کہ شیخ کو پہچان لے۔ لیکن فاصلے کی وجہ سے وہ انہیں پہچان نہ سکا۔ وہ ان کی لیاقت و قابلیت سے حد درجہ متاثر ہوا۔ تھوڑی دیر کے بعد درس ختم ہو گیا۔ شیخ کھڑے ہوئے تو سارے لوگ ان کے پیچھے مسجد کے دروازے تک آ ئے۔ شیخ کا اتنا ادب واحترام دیکھا تو فرخ سے رہا نہ گیا۔ اس نے ایک آدمی سے پوچھا۔ ''مجھے بتائیے کہ یہ شیخ کون ہیں؟''

کیا ہی اچھا ہوتا کہ تو سو جاتا

شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک روز چند لوگوں کی جو تہجد کے وقت سو رہے تھے، غیبت کی اور کہا کہ ''اچھا ہوتا اگر یہ لوگ بھی نماز پڑھتے۔''
سعدی رحمۃ اللہ علیہ کے والد نے کہا ''کیا اچھا ہوتا اگر تو بھی سو جاتا اور اس غیبت سے بچتا۔''

یہ سن کر اس آدمی نے فروخ کو اوپر سے نیچے تک دیکھا اور حیرانی سے کہا۔ ''آپ ان کو نہیں جانتے؟ بڑی حیرت کی بات ہے! کیا آپ مدینہ کے باشندے نہیں ہیں؟''

''بھائی میں مدینہ ہی کا باشندہ ہوں۔'' فرخ نے کہا۔

''بھلا مدینہ میں بھی کوئی ایسا آدمی ہو سکتا ہے جو شیخ کو نہ جانتا ہو۔'' اس آدمی نے کہا۔

''معاف کیجئے گا، میں واقعی نہیں جانتا۔'' فرخ نے کہا۔

''آپ بیٹھئے، میں آپ کو بتاتا ہوں!'' اس آدمی نے فرخ کو بیٹھنے کا اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ ''دیکھئے یہ شیخ تابعی ہیں۔ عالم اسلام کی شان وشوکت کے امین، فقہائے مدینہ کی آبرو، مدینہ کے محدث اور امام ہیں۔ گو عمر میں ابھی نوجوان ہیں۔''

''ماشاءاللہ۔'' فرخ نے بے ساختہ کہا۔

تو وہ آدمی دوبارہ گویا ہوا۔ ''ان کی مجلس میں مالک بن انس رحمۃ اللہ علیہ، ابوحنیفہ النعمان رحمۃ اللہ علیہ، یحییٰ بن سعید انصاری رحمۃ اللہ علیہ، سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ، عبدالرحمٰن اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ اور لیث بن سعد رحمۃ اللہ علیہ جیسے

صرف اپنے کو عادی بنانے کی ضرورت ہے

گلستان میں واقعہ ہے کہ ایک بادشاہ کے یہاں ایک درویش پہنچے، کوئی بات ان کی ناگوار ہوئی۔ انہوں نے کہا "بند کردو۔" وہ ہنس پڑے۔

بادشاہ نے کہا "اچھا، ہنستے ہو۔ ساری عمر جیل میں بند رکھوں۔" وہ پھر ہنسے۔

اس نے ہنسنے کی وجہ پوچھی، فرمایا کہ "مجھے یہ نہیں معلوم کتنی عمر میری ہے، چاہے قید میں گذرے چاہے باہر گذرے، اس میں کیا فرق پڑتا ہے، مجھے اس میں کوئی خوشی یا غم نہیں۔" اور فرمایا "دنیا کی زندگی کے بعد آگے تیرے بس میں نہیں ہے، تو اتنی قلیل مدت کی کیا پرواہ ہے جس طرح بھی گذر جائے۔"

جیسے موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں جادوگر جب ایمان لائے اور فرعون نے ان کو دھمکایا تو وہ کہنے لگے "ہم کو کیا ہے، جو تیرا جی چاہے کرلے۔ ہم اس سے نہ پھریں گے۔" یہ جب ہوتا ہے، جب آدمی عادی بنالے۔ نفس کے خلاف سننے کا تو سارا مسئلہ حل ہوجاتا ہے۔

علماء و فقہاء بھی شامل ہوتے ہیں۔ اہل مدینہ میں ان سے بڑھ کر کوئی سخی، خوش اخلاق اور باکردار نہیں۔"

"لیکن آپ نے ان کا نام نہیں بتایا؟" فرخ نے بے تابی سے پوچھا۔

"ان کا نام ربیعۃ الرائے ہے!" "ربیعۃ الرائے؟" فرخ نے بے ساختہ حیرت سے دوبارہ پوچھا۔

"ہاں ربیعہ ہی ان کا نام ہے۔ لیکن مدینہ کے عالم ان کو "ربیعۃ الرائے" ہی کہتے ہیں۔ کیونکہ علماء کسی ، ، مسئلے کو سلجھانہ پارہے ہوں تو انہی کے پاس جاتے ہیں اور مطمئن ہوکر واپس آتے ہیں!" اس آدمی نے کہا۔

"آپ نے ان کے والد کا نام نہیں بتایا؟" فرخ نے بے تابی سے پوچھا۔

"ربیعہ بن فرخ! شیخ جب پیدا ہوئے تو ان کے والد جہاد میں گئے ہوئے تھے، ان کی ماں نے ان کی تعلیم و تربیت کا فرض انجام دیا۔ اہل مدینہ ایسی ماں پر فخر کرتے ہیں، میں نے نماز سے کچھ پہلے سنا تھا کہ ان کے والد "فرخ" تیس برسوں کے بعد واپس رات کو گھر آگئے ہیں۔"

یہ سب کچھ سن کر فرخ کی آنکھیں ڈبڈبا آئیں اور وہ مزید کچھ پوچھے بغیر گھر کی طرف چل دیئے۔ بیوی نے شوہر کو نم آلود پلکوں کے ساتھ گھر میں داخل ہوتے دیکھا تو فوراً پوچھا۔ "کیا ہوا ہے آپ کو میرے سرتاج؟ خیریت تو ہے؟"

"واللہ! میں نے آج جو اپنے بیٹے کا مرتبہ و مقام دیکھا ہے وہ آج تک کسی کا نہیں دیکھا۔"

بیوی نے یہ سن کر موقع غنیمت جان کر فوراً کہا۔ "آپ بتایئے کہ دونوں میں سے آپ کو کون عزیز ہے، بیٹے کا

مقام ومرتبہ یا تیس ہزار دینا؟''

یہ سن کر فرخ نے کہا۔''خدا کی قسم، اس علم وکردار کے آگے تو ساری دنیا ہیچ ہے۔''

''یہ تیس ہزار دینار میں نے اسی علم وکردار کی بلندی تک بیٹے کو پہنچانے کے لئے خرچ کردیئے ہیں۔ بتایئے اللہ کے ساتھ کی ہوئی اس تجارت پر خوش ہیں یا نہیں؟''

بیوی کی یہ بات سن کر فرخ نے جذبات سے لبریز آواز میں کہا۔''اللہ تمہیں جزائے خیر سے نوازے! تم نے مجھے وہ خوشی دی ہے جس پر ہر خوشی قربان، ایسی تجارت میں سرمایہ کھپایا ہے جس سے نفع بخش تجارت اور کوئی نہیں ہے۔''

غمگین ہونے کی وجہ:

حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمتہ اللہ علیہ کے بارے میں شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی کسی کتاب میں پڑھا تھا کہ ایک مرتبہ آپ بہت غمگین بیٹھے ہوئے تھے اور ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ جیسے غم کا پہاڑ ٹوٹ گیا ہو۔ ایک شاگرد نے حضرت سے جا کر پوچھا کہ ''حضرت! آپ کے چہرے پر غم کے آثار نظر آ رہے ہیں، خیریت تو ہے؟''

آپ نے فرمایا کہ''ہاں، کچھ غم ہے۔''

انہوں نے اصرار کیا کہ''حضرت! کیا غم ہے؟''

اس وقت دارالعلوم دیوبند میں دستار بندی کا جلسہ ہو رہا تھا۔ فرمایا کہ''جلسہ میں ایسی مصروفیت ہوگئی کہ آج جب ہم مسجد میں نماز پڑھنے گئے تو ہماری تکبیر اولیٰ چھوٹ گئی۔ امام سے نہیں سن سکے۔'' پھر فرمایا کہ''۳۵ سال میں یہ

حالات کے موافق اپنی حالت درست رکھو

امام ابوحنیفہ رحمتہ اللہ علیہ نے بوسیدہ اور پھٹے پرانے کپڑوں میں ملبوس ایک شخص کو اپنی مجلس میں دیکھا تو فرمایا۔''یہ جائے نماز اٹھاؤ، اس کے نیچے جو کچھ رکھا ہے، لے لو...... یہ سب تمہارا ہے۔''

اس نے جائے نماز کو اٹھایا تو حیران رہ گیا۔ جائے نماز کے نیچے ایک ہزار درہم پڑے تھے۔ امام ابوحنیفہ رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا۔''یہ سب لے جاؤ اور اس سے اپنی حالت درست کرو۔''

وہ شخص کہنے لگا۔''حضرت! میں تو مالدار آدمی ہوں، اللہ نے مجھے بہت سی نعمتیں دی ہیں، مجھے ان دراہم کی ضرورت نہیں۔''

اس کی بات سن کر امام ابوحنیفہ رحمتہ اللہ علیہ فرمانے لگے۔''کیا تم نے وہ حدیث نہیں سنی کہ اللہ تعالیٰ اس بات کو پسند فرماتا ہے کہ اس کے بندوں پر اللہ کی نعمتوں کے آثار ایک دوسرے کو نظر آئیں۔ تمہیں چاہئے کہ اپنی حالت ٹھیک رکھو تاکہ تمہیں دیکھ کر تمہارا کوئی دوست غمزدہ نہ ہو۔''

(تاریخ بغداد از خطیب بغدادی رحمتہ اللہ علیہ، صفحہ ۳۴۱، جلد ۱۳)

پہلا واقعہ ہے کہ نماز میں تکبیر اولیٰ چھوٹ گئی۔“

اب آپ اندازہ لگائیں، کیونکہ صرف تکبیر اولیٰ چھوٹ جانے کا مطلب ہے کہ قرأت سنی، رکوع میں شریک ہوئے، رکعت مل گئی، اور صحیح قول کے مطابق تکبیر اولیٰ میں بھی شرکت ہوگئی، لیکن اس کے باوجود تکبیر اولیٰ کے چھوٹنے پر اتنے غمگین تھے۔“

دوسری طرف ہمارا یہ حال ہے کہ ہماری جماعتیں نکل جاتی ہیں اور اکثر نمازی حضرات مسبوق ہوکر اپنی نمازیں پوری کرتے ہیں، لیکن اس کا احساس نہیں، وجہ اس کی یہ ہے کہ ہمارے اندر بے حسی ہے۔ العیاذ باللہ! اللہ تعالیٰ اپنی رحمت فرما کر اسے دور فرمادے۔ آمین۔

ایک چیونٹی کا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لئے معافی مانگنا

ایک دن حضرت علی کرم اللہ وجہہ کہیں جارہے تھے۔ راستے میں آپ کے نیچے ایک چیونٹی آگئی، جس سے اس کا ہاتھ مجروح ہوگیا۔ آپ تھوڑی دیر کھڑے ہوگئے اور افسوس کرتے رہے۔ حتیٰ کہ چیونٹی سوراخ میں چلی گئی۔ رات کو خواب میں دیکھا کہ حضور ﷺ فرمارہے تھے کہ ”اے علی! تم نے کل کیا کام کیا کہ جس کی وجہ سے خدا تعالیٰ اور اس کے تمام فرشتے تجھ پر غضب آلودہ ہیں۔“

آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ”کس وجہ سے؟“

آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔ ”تم نے چیونٹی کا پاؤں زخمی کردیا ہے۔ وہ حق تعالیٰ کی یاد میں سے ہے اور جب سے پیدا ہوئی ہے ذکر الٰہی سے غافل نہیں ہوئی۔ سوائے اس وقت کے جب اس کا پاؤں مجروح ہوا۔“

حضرت علی نے عرض کیا کہ ”یارسول اللہ ﷺ! اب میرا حال کیا ہوگا؟“

آپ ﷺ نے فرمایا ”اے علی! اگر وہ چیونٹی تمہارے لئے معافی نہ مانگتی تو کام بہت مشکل تھا۔ لیکن اس نے بارگاہ رب العزت میں عرض کردیا ہے کہ اے اللہ! تیرے نزدیک عمل کا دارومدار نیت اور ارادہ ہے، لیکن علی کا اس کام میں کوئی قصد اور ارادہ نہیں تھا تو بہتر جانتا ہے۔ چنانچہ حق تعالیٰ نے اس کی معافی قبول فرمائی ہے۔“

خاموش رہنا بہتر ہے

حضرت امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ کے بارے
میں لکھا ہے کہ جب کوئی شخص آ کر ان سے سوال کرتا تو
بعض اوقات امام صاحب دیر تک خاموش رہتے۔ کوئی جواب نہ
دیتے۔ کسی نے ان سے پوچھا کہ ''حضرت! اتنی دیر ہوگئی، آپ کچھ
بول ہی نہیں رہے، کوئی جواب نہیں دے رہے ہیں!''
جواب میں فرمایا:
حتی اعرف أن الفضل فی السکوت أوفی الکلام
''میں اس لئے خاموش ہوں کہ پہلے یہ دیکھ لوں کہ خاموش رہنا زیادہ
بہتر ہے یا بولنا زیادہ بہتر ہے۔''
لہذا پہلے تول رہے ہیں کہ اب جو کلمہ بولوں گا، یہ میرے لئے فائدہ
مند ہوگا یا نقصان دہ ہوگا، پہلے تولو، پھر بولو۔ جو کلمہ زبان سے
نکالو، تول کر نکالو کہ یہ کلمہ کیسا ہے اور کتنا ہے؟ اور
اس سے مجھے فا پہنچے یا نقصان
پہنچے گا۔

عجیب و غریب بیان

محل کے محافظ نے تین آدمیوں کو محل کے دروازے کی طرف بڑھتے دیکھا تو چلا اٹھا۔ ''خبردار، رک جاؤ!''
تینوں ٹھٹھک کر رک گئے۔ رات کا وقت تھا اور وہ محل تھا حجاج بن یوسف کا، جس کے ظلم سے اچھے اچھے
گھبراتے تھے۔ محافظ کو اس نے حکم دے رکھا تھا کہ رات کے وقت کوئی اس طرح آئے تو اسے گرفتار کرلیا جائے۔ ان
تینوں کو دیکھ کر محافظ کے دل میں نہ جانے کیوں رحم جاگ اٹھا۔ اس نے ان میں سے ایک سے پوچھا۔ ''تم کون ہو؟''
اس نے جواب دیا۔ ''میں اس شخص کا بیٹا ہوں جس کے آگے چھوٹے بڑے سب سر جھکاتے ہیں۔''
محافظ نے خیال کیا وہ امیر المومنین کا بیٹا ہے۔

دوسرے سے پوچھا۔ ''تم کون ہو؟''
تو اس نے بتایا۔ ''میں اس شخص کا بیٹا ہوں جس کی ہانڈی ہمیشہ چولھے پر چڑھی رہتی ہے۔ اگر نیچے اترتی ہے تو فوراً اوپر چڑھ جاتی ہے۔''
محافظ نے خیال کیا، یہ کسی بہت بڑے سخی کا بیٹا ہے۔
تیسرے سے پوچھا تو اس نے کہا۔ ''میں اس شخص کا بیٹا ہوں جس کا پاؤں ہمیشہ رکاب میں رہتا ہے اور وہ صفوں میں گھس جاتا ہے۔''
محافظ نے خیال کیا، یہ کسی بہت بڑے مجاہد کا بیٹا ہے۔ اس نے ان کا راستہ چھوڑ دیا۔ صبح وہ باغ کیا ایک کونے میں پڑے نظر آئے۔ دن کی روشنی میں اسے اندازہ ہوا، وہ تو کوئی عام سے نوجوان ہیں۔ اس نے حیران ہو کر پہلے سے پوچھا۔
''تم کس کے بیٹے ہو؟''
اس نے بتایا کہ ''وہ ایک نائی کا بیٹا ہے۔''
بات اس نے غلط نہیں کہی تھی۔ نائی کے آگے بڑے چھوٹے سب سر جھکاتے ہیں اور پیسے بھی دیتے ہیں۔

رعایتوں کے ساتھ اصلاح

حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ میرے استاد اور میرے پھوپھی زاد بھائی تھے۔ وہ فرمایا کرتے تھے کہ حق بات، حق نیت سے، حق طریق سے کہی جائے تو ضرور موثر ہوتی ہے۔ جہاں بات موثر نہیں ہوتی وہاں ان تینوں باتوں میں سے کسی بات کی کمی ہوتی ہے۔ اگر ان رعایتوں کے ساتھ اصلاح کی کوشش کی جائے تو انشاء اللہ موثر ہوگی۔ مخاطب اثر قبول کر کے صحیح عمل کرے گا اور اگر مخاطب عمل نہ بھی کر سکا تو کم از کم یہ فائدہ لازمی ہے کہ اس کو صحیح علم ہو جاتا ہے۔

دوسرے سے پوچھا ''تم کس کے بیٹے ہو؟''
اس نے کہا ''میں چنے بیچنے والی کا بیٹا ہوں۔''
اس کی ہانڈی چولھے پر چڑھی رہتی ہے۔ یعنی ہر وقت چنے بھون کر دیتا ہے۔
تیسرے سے پوچھا ''تم کس کے بیٹے ہو؟''
اس نے بتایا ''وہ جولاہے کا بیٹا ہے۔''
اس نے بھی درست کہا تھا۔ جولاہے کے پاؤں ہر وقت رکاب میں رہتے ہیں اور وہ دھاگوں کی صفوں میں گھس جاتا ہے۔

یہ باتیں حجاج بن یوسف تک پہنچیں تو وہ ان کی عجیب وغریب بیان بازی پر حیران ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔

پاکستان کا ابراہیم لنکن:

بک شاپ پر مشنری اسکول میں پڑھنے والے ایک بچے نے سامنے رکھی ہوئی ایک تصویر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا ''ماما یہ بڈھا کون ہے؟'' ماں جو انتہائی انہماک سے ایک فیشن میگزین کا مطالعہ کر رہی تھی، اس نے سرسری نظر اٹھا کر قائداعظم کی تصویر کی طرف دیکھا اور بولی ''او جانی! یہ پاکستان کا ابراہیم لنکن ہے۔''

یہ ہے ہماری نئی نسل جو اپنے شاندار ماضی سے بالکل بیگانہ ہوتی چلی جا رہی ہے اور یہ وہ گہرے گھاؤ ہیں جن سے ہماری نسلوں کا مستقبل لہولہان ہو چکا ہے۔ یہ نسل اپنی تہذیب اور ثقافت کا جنازہ نکال چکی ہے۔ اپنی اقدار کا گلہ گھونٹ چکی ہے، لیکن دوسری طرف ہماری ہی نسل کے وہ بچے بھی ہیں جو ٹاٹ اور دریوں میں بیٹھ کر اسلامی علوم حاصل کر رہے ہیں۔ جو دین اسلام کے محفوظ مستقبل کی ضمانت ہے۔ آپ اپنی ان دونوں نسلوں کو موازنہ کیجئے، مشنری اسکولوں میں پڑھنے والے بچے اور دوسری طرف ملت وملت دین وایمان، مشرقی روایات اور نبی کی سنت کو سینوں سے لگانے اور دلوں میں بسانے والے چشم و چراغ۔

P-13

ایک طرف وہ ہیں جو دین اسلام کی حفاظت اور ترویج کے کام میں مشغول ہیں، مگر سب کی نظر میں بنیاد پرست اور ان پڑھ جاہل اور دوسری طرف وہ جو مغربی پتلون میں ملبوس، جن کا ہر فعل اسلام کے منافی ہے، جو لبرل اور ترقی کی معراج پر ہیں۔ ایک طرف منبر، مسجد ومحراب ہیں تو دوسری طرف چرچ اور صلیب کے سائے ہیں۔ ادھر ٹوپی ہے تو ادھر ٹائی ہے۔ ادھر ٹوٹی پھوٹی چٹائیوں کے بچھونے ہیں تو ادھر جدید ایئر کنڈیشنڈ کلاس روم ہیں۔

مسلمان کی عزت نفس مجروح کرنا

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''سود خوری کے ستر سے زائد دروازے ہیں، جو دروازہ بہت زیادہ آسان ہے وہ حالت اسلام میں اپنی ماں کے ساتھ نکاح کرنے کے مانند ہے اور سود کا ایک روپیہ لینا گناہ میں ۳۵ زنا سے زائد ہے۔ لیکن سود سے زائد تر گناہ مسلمان کی عزت ریزی میں ہے۔'' (اس کو بیہقی نے شعب الایمان میں روایت کیا ہے)۔

آنا نہ ہوگا یہاں بار بار

یہ شعر ہمیں زندگی کی اہمیت بتاتا ہے

غنیمت سمجھ زندگی کی بہار
آنا نہ ہوگا یہاں بار بار

بس ایک ہی دفعہ موقع ملتا ہے، کاش ہمیں اس کی اہمیت اور قدر و قیمت کا پورا احساس ہو جائے۔ اگر کسی کا احساس اور ضمیر اس قدر مردہ ہو جائے کہ اسے اپنے نقصان کا احساس بھی نہ ہو تو ایسے بندے کا علاج انتہائی مشکل ہو جاتا ہے۔

وائے ناکامی متاع کارواں جاتا رہا
کارواں کے دل سے احساس زیاں جاتا رہا

ایک ماں کا اپنے بیٹے پر یقین

شجاعت اور بہادری کا ایک عجیب قصہ میں نے ایک کتاب میں پڑھا، وہ یہ کہ افغانستان کے امیر عبدالرحمٰن خان جو والی کابل تھے، ان کے دادا امیر دوست محمد خان گزرے ہیں، ان کے زمانے کا یہ قصہ ہے کہ جب وہ افغانستان کے حاکم اور والی تھے، انہوں نے اپنے ایک بیٹے کو اپنا ولی عہد بنایا، اس کے کچھ عرصہ کے بعد افغانستان پر دشمن نے حملہ کر دیا۔

امیر دوست محمد خان نے دشمن سے لڑنے کے لئے اوران کو شکست دینے کے لئے ایک لشکر روانہ کیا، اور اس لشکر کا امیر اپنے اس بیٹے کو بنایا، اور اس سے کہا کہ تم جا کر دشمن کی سرکوبی کرو اور اس کو بھگا دو اور ہمارے ملک کے جتنے حصے پر اس نے قبضہ کرلیا ہے، وہ اس سے آزاد کراؤ۔

چنانچہ وہ شہزادہ دشمن کے مقابلے کے لئے روانہ ہوگیا اور دشمن پر حملہ کر کے اس کو بھگا دیا، لیکن امیر دوست محمد کو یہ اطلاع ملی کہ شہزادے کو شکست ہوگئی ہے اور وہ دشمن سے ڈر کر بھاگتا ہوا واپس آرہا ہے۔

اس اطلاع سے امیر دوست محمد کو بہت رنج ہوا اور غم ہوا اور افسوس ہوا، اور گھر کے اندر جا کر یہ خبر شہزادے کی والدہ کو سنائی۔ ''شہزادہ بہت بزدل اور کمزور نکلا، اس کو شکست ہوگئی ہے، اب میدان جنگ سے بھاگ کر واپس آرہا ہے۔ حالانکہ یہ اس کی بہادری اور دلیری کی عمر ہے۔ شجاعت اور دلیری دکھانے کا وقت ہے، مگر یہ بزدل نکلا، دوسری طرف میں نے ولی عہد بھی بنادیا ہے، اب لوگ کہیں گے کہ تم نے کیسے نالائق اور بزدل کو ولی عہد بنایا جا دشمن کی سرکوبی نہیں کرسکتا۔ اس لئے مجھے شدید غم اور افسوس ہورہا ہے۔''

میرا بیٹا شکست نہیں کھا سکتا:

شہزادے کی والدہ نے جب یہ خبر سنی تو فوراً کہا کہ ''یہ خبر غلط ہے، یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ شہزادہ شکست کھا جائے۔''

امیر نے کہا کہ ''میرے پاس سی آئی ڈی کی اطلاع ہے، میرے پاس باقاعدہ یقینی خبر آئی ہے کہ وہ شکست کھا چکی ہے، اور تم گھر کی چار دیواری میں بیٹھ کر یہ کہہ رہی ہے کہ یہ خبر غلط ہے۔''

جب کچھ دیر گزری تو شہزادہ کے واپس پہنچنے سے پہلے دوسری خبر یہ آ گئی کہ شہزادہ دشمن کو شکست دے کر اور فتح یاب ہوکر واپس آرہا ہے۔ وہ بادشاہ جلدی سے گھر گیا اور اس کی ماں سے جا کر کہا کہ ''ابھی دوسری خبر یہ آئی ہے کہ اس نے شکست نہیں کھائی اور پہلی خبر غلط تھی، بلکہ وہ دشمن کو شکست دے کر اور اس کو بھگا کر فتح یاب ہوکر واپس آرہا ہے، لیکن تم نے گھر کے اندر بیٹھ کر اتنے یقین کے ساتھ کیسے کہہ دیا تھا کہ اس کی شکست کی خبر غلط ہے۔ یہ نہیں ہوسکتا کہ وہ شکست کھا جائے۔ اس کی کیا وجہ تھی؟''

طہارت اور حلال غذا کا اہتمام:

شہزادے کی ماں نے کہا کہ ''وہ بات بتانے کی تو نہیں، لیکن آپ اصرار کررہے ہیں تو بتا دیتی ہوں کہ بات

دراصل یہ ہے کہ جس وقت یہ شہزادہ میرے پیٹ میں تھا، اسی وقت میں نے تہیہ کر لیا تھا کہ حرام تو حرام، میں کوئی مشتبہ لقمہ بھی اپنے حلق سے نہیں اتاروں گی، کہیں ایسا نہ ہو کہ اس حرام اور مشتبہ لقمہ کے اثر سے یہ شہزادہ بزدل پیدا ہو جائے، اس لئے مجھے معلوم تھا کہ حرام غذا سے انسان کا دل کمزور اور بزدل ہو جاتا ہے اور حلال غذا سے دل دلیر اور طاقتور ہو جاتا ہے اور میں آخر تک اسی پر کاربند رہی اور اس کا اہتمام کیا۔ جب یہ پیدا ہو گیا تو اس کے بعد بھی میں نے دو باتوں کا اہتمام کیا، ایک یہ کہ میں نے کبھی ناپاکی کی حالت میں اس کو دودھ نہیں پلایا، بلکہ جب بھی دودھ پلایا تو باوضو ہو کر پلایا اور سورۃ یٰسین پڑھتے ہوئے دودھ پلایا، اور اس کے دودھ پینے کے زمانے میں بھی، میں نے اپنے حلق کو حرام اور مشتبہ غذا سے بچایا، تا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ حرام غذا میرے پیٹ میں جائے اور اس غذا سے دودھ بنے اور وہ دودھ اس بچے کے پیٹ میں جائے اور جس سے اس کی اندرونی صلاحیت اور طاقتیں خراب ہو جائیں اور اس کا دل کمزور ہو جائے۔ چونکہ میں نے اس بات کا اہتمام کیا تھا، اس لئے مجھے اس کا پورا یقین تھا کہ یہ شہزادہ بزدل نہیں ہو سکتا او ر جب یہ دشمن سے لڑنے کے لئے گیا ہے تو یقیناً یہ فتح یاب ہو کر آئے گا، اس لئے میں نے یہ کہہ دیا تھا کہ یہ خبر یقیناً غلط ہے۔''

زراعت کا سال میں تین دفعہ پھل

کسی بادشاہ کا گزر ایک ایسے بوڑھے شخص پر ہوا جو درختوں کی کانٹ چھانٹ کر رہا تھا۔ اسے دیکھ کر بادشاہ نے جاتے وقت کہا کہ ''اے بوڑھے، کیا تجھے ان درختوں سے پھل کھانے کی امید ہے؟ جن کی تو خدمت میں لگا ہوا ہے؟''

تو اس نے جواب دیا کہ ''بادشاہ سلامت، ہم سے پہلے لوگوں نے زراعت کی تو ہم نے اس سے فائدہ اٹھایا، اسی لئے ہم بھی اپنے آنے والوں کے لئے محنت کر رہے ہیں تا کہ ہماری اس محنت سے وہ فائدہ حاصل کریں۔''

بادشاہ کو اس کی یہ بات بہت ہی پسند آئی اور اس نے خوش ہو کر ایک ہزار اشرفیاں بوڑھے کو انعام دیں۔ اس پر وہ بوڑھا کاشتکار کھل کھلا کر ہنس پڑا۔ بادشاہ نے حیرت سے دریافت کیا کہ آخر اس میں ہنسی کی کیا بات تھی؟ تو اس نے جواب دیا کہ ''حضور مجھے اس زراعت کے اس قدر جلد پھل دینے سے تعجب ہوا۔''

یہ بات سن کر بادشاہ نے ایک ہزار اشرفیاں اور دے دیں۔ اس پر بوڑھے کو پھر ہنسی آ گئی۔ بادشاہ نے معلوم کیا ''اب ہنسی کی کیا بات ہے؟''

تو اس نے عرض کیا کہ ''حضور کاشتکار پورا سال گزارنے کے بعد ایک ہی مرتبہ فائدہ حاصل کرتا ہے، مگر میری اس زراعت نے اتنی سی دیر میں دو مرتبہ خاطر خواہ فائدہ پہنچا دیا۔''

یہ سن کر بادشاہ نے ایک ہزار اشرفیاں اور دیں اور کاشتکار کو اپنے کام میں لگا کر چھوڑ گیا۔ عبداللہ ابن سلام رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ تو اپنی زمین کا بونا جوتنا نہ چھوڑ، اگر چہ دجال پیدا ہو جائے۔ (خیر المونس)

جب درندہ دوست اور انسان انسان کا دشمن ہوگیا

ایک مسافر نے جنگل میں ایک کنویں سے پانی پینے کا ارادہ کیا تو اس میں شیر، سانپ اور انسان کو دیکھا۔ شیر نے نکالنے کی التجا کی۔ مسافر نے کہا کہ ''تم مجھے کھا جاؤ گے۔''

P-17

شیر نے کہا ''نہیں، بلکہ احسان کا بدلہ دوں گا۔''

چنانچہ اس نے شیر کو نکال دیا۔ پھر سانپ نے التجا کی کہ ''وہ بھی نقصان پہنچانے کے بجائے احسان کرے گا۔''

چنانچہ مسافر نے اس کو بھی نکال لیا۔ آخر میں انسان کی التجا پر اس کو بھی نکال لیا۔
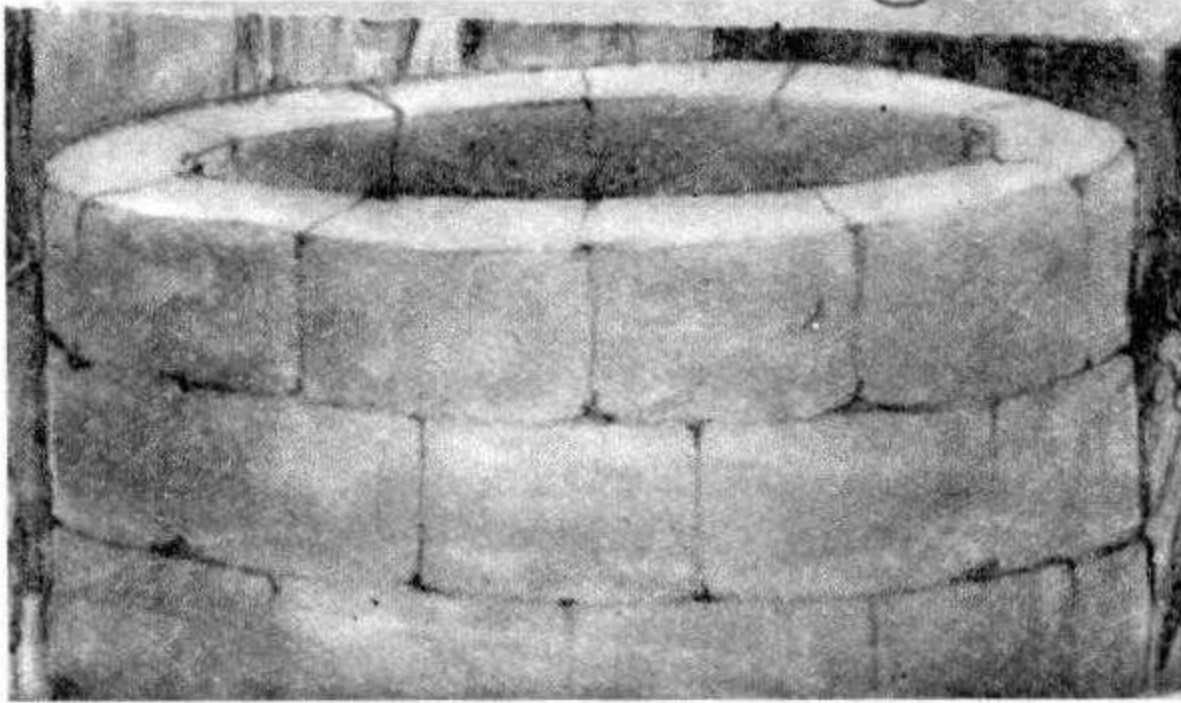
سانپ نے مسافر کو چند بال دیئے اور کہا کہ ''ضرورت پر ایک بال جلا دینا میں فوراً آ جاؤں گا۔'' یہ کہہ کر وہ چلا گیا۔

شیر نے کہا کہ ''کوئی قافلہ گذرے تو میں اسے روک لوں گا۔ تم قافلہ والوں سے کہنا کہ اتنا مال دو تو میں شیر سے نجات دلاتا ہوں۔'' چنانچہ ایسا ہی ہوا اور قافلہ والوں سے سونا، چاندی اور دوسرا مال لینے کے بعد اس نے شیر سے راستہ چھوڑ دینے کو کہا اور شیر چلا گیا۔ انسان نے بھی اپنی راہ لی۔

مسافر ایک شہر میں پہنچا تو اس نے سوچا کہ یہ مال بیچ کر اپنی ضرورت کی چیزیں خرید لوں۔ اتفاق سے جس تاجر کے پاس پہنچا وہ وہی تھا جس کو مسافر نے کنویں سے نکالا تھا۔ تاجر نے اسے بٹھایا اور فوراً ایک آدمی حاکم کے پاس روانہ کیا کہ ایک شخص جس نے قافلہ کو لوٹا تھا، موجود ہے۔ پولیس آئی اور پکڑ کر لے گئی۔

حاکم نے تفتیش کے بعد پھانسی کا حکم دیا۔ اس نے سانپ کا دیا ہوا ایک بال جلایا، سانپ فوراً آ گیا اور یہ معاملہ

دیکھ کر حاکم کے بیٹے کے گلے میں لپٹ گیا۔ لوگ حیران تھے کہ کیا کریں۔ مسافر نے کہا کہ ''اگر مجھے چھوڑ دو تو میں بچے کو سانپ سے نجات دلائے دیتا ہوں۔''

چنانچہ اس نے سانپ سے کہا اور سانپ چلا گیا۔ حاکم نے کہا تو ''ایسا شخص ہے کہ سانپ بھی تیرا کہا مانتا ہے۔''

اس نے کہا ''تاجر کو بلاؤ تو بتلاؤں۔''

چنانچہ تاجر کو بلایا گیا۔ مسافر نے قصہ سنایا اور حاکم نے تاجر کو سولی پر چڑھا دیا۔

اللہ کی خاطر حرام کو چھوڑ دینا:

سعودیہ کے تاجروں میں سے ایک ہمارے بھائی نے اپنے تجارتی سفر کا واقعہ بیان کیا ہے کہ وہ ملک کی سرحدوں پر سے مال لے کر آتا جاتا تھا، اور وہی ایک چوکی تھی جہاں سے سامان آتا جاتا تھا، اور مال لانے والوں پر یہ نگران مقرر ہوا تھا۔ مگر اس کا رئیس یعنی بڑا افسر جو تھا اس نگران کو پتہ چلا کہ وہ رشوت خور ہے اور رشوت خوری میں بے شرمی کی حد تک پہنچ چکا ہے۔ اس نے وہاں کے نگران کو یہ نصیحت کر رکھی تھی کہ زیادہ تشدد نہ کیا جائے تاکہ رشوت میں آسانی رہے۔

جب اس ہمارے ساتھی نگران نے یہ بات سنی کہ یہاں کا افسر اعلیٰ رشوت لیتا ہے تو اس کے کندھے مارے خوف کے کانپنے لگے، اور اس کے جسم میں خوف کی لہر دوڑ گئی۔ وہ جب دفتر سے باہر نکلا تو تردد وغم کی شدت سے اس کا گلا گھٹنے لگا۔ دن گزرتے گئے تو ہمارے اس نگران دوست کے پاس بھی لوگ آکر کہنے لگے۔ ''جناب! یہ ہمارے ادارے کی جانب سے آپ کی خدمت میں تحفہ دیا جا رہا ہے۔''

اور ایک آکر کہتا ''جناب یہ ہماری کمپنی کی جانب سے آپ کی حسن کارکردگی کا تمغہ ہے۔''

وہ شکریہ کے ساتھ واپس لوٹاتا رہا اور نہ لیتا رہا۔ لیکن ایسا کب تک ممکن تھا۔ اس نے یہ ڈر محسوس کیا کہ میں تو دب جاؤں گا، اگر رشوت لینا شروع ہو گیا تو ویسے ہی حرام مال ہے تو اس کے دو کشتیوں میں پاؤں آگئے۔ یا تو عہدو تنخواہ سے معزول ہو جاؤں، یا حرام کھا کر اللہ کی حدوں سے تجاوز کر جاؤں اور رشوت خوری شروع کر دوں۔ مگر اس کا دل فطرت پہ تھا، اس کے دل میں ابھی یہ شعور بیدار تھا:

ومن یتق اللہ یجعل لہ مخرجا ویرزقہ من حیث لایحتسب

''جو اللہ سے ڈرتا ہے اللہ اس کے لئے نکلنے کی جگہ بنا دیتا ہے اور اسے وہاں سے

رزق دیتا ہے جہاں سے اس کا گمان بھی نہیں ہوتا۔“

اس نے اس ملازمت سے معذرت کرلی، یہ کہتا ہے کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے ایک چھوٹا ٹرک دے دیا۔ میں نے مال کی سپلائی کا کام شروع کر دیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے مجھے ایک اور ٹرک دے دیا، بعض تاجر تو مجھ سے سامان کی سپلائی کا اس طرح مطالبہ کرنے لگے کہ گویا یہ میرا اپنا مال ہے۔

مجھے ایک حادثہ بھی پیش آیا کہ میرا ایک ٹرک، ڈرائیور کو نیند آجانے کی وجہ سے حادثہ کا شکار ہو گیا اور ٹوٹ گیا۔ جب اس نے معذرت کی تو میں نے اسے معاف کر دیا۔ ٹریفک پولیس والا میری اس کشادہ دلی سے بہت حیران ہوا اور اس نے میرے حسن سلوک کا صلہ دینے کا عزم کرلیا۔ چند سال بعد اس ٹریفک پولیس والے کا منصب بڑھ گیا، وہ میرے پاس بہت سا سامان لایا، سپلائی کرنے والے اڈے اور بھی تھے، مگر اس نے میرا ہی انتخاب کیا کہ میں یہ مال سپلائی کروں اور پھر اس نے بھاؤ بھی کم نہ دیا تھا۔

اپنے برادر گرامی قدر محترم قاری صاحبان کی خدمت میں درخواست ہے کہ دیکھیں اس کے لئے کس طرح رزق کے دروازے کھول دیئے گئے، اب وہ بہت بڑا تاجر ہے۔ اب فقراء کے خیر و فلاح کے اداروں میں، بہت بڑا حصہ اس کے مال کا صرف ہو رہا ہے۔ بات وہی ہے جو اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر حرام میں سے کچھ چھوڑے گا اللہ تعالیٰ اس کا صلہ ضرور دیتے ہیں۔

صرف ایک بات کی وجہ سے پھانسی

اندلس میں عیسائیوں نے غصب اور تعصب میں دس لاکھ کتابوں کو نذر آتش کر دیا۔ اس زمانہ میں مسلمان دوسری قوموں سے اتنا زیادہ آگے تھے کہ مسلمان جب اسپین سے ملک بدر کیے گئے تو انہوں نے وہاں رصد گاہیں چھوڑیں جن کے ذریعہ وہ آسمانی اجرام کا مطالعہ کرتے تھے۔ ان چھوڑی ہوئی رصد گاہوں کا استعمال اسپین کے عیسائی نہیں جانتے تھے۔ چنانچہ انہوں نے ان کو کلیسا کے گھنٹہ گھر میں تبدیل کر دیا۔

جس دور میں مسلمان پوری دنیا میں علم کی روشنی پھیلا رہے تھے۔ یورپ پر جہالت کے بادل چھائے ہوئے تھے۔ اگر کوئی سر پھرا علمی اور سائنسی تحقیق کی کوشش کرتا تھا، اسے بھیانک نتائج کا سامنا کرنا پڑتا تھا۔ سقراط کو اسی جرم میں زہر کا پیالہ پینا پڑا کہ وہ ایتھنز کے نوجوانوں میں آزادانہ غور و فکر کا مزاج بنا رہا تھا۔ گلیلو کو صرف اس لئے پھانسی کی سزا سنائی گئی کہ وہ زمین کو متحرک مانتا تھا۔

علمی استغراق

صحیح بخاری کے مصنف امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے چودہ برس کی عمر میں سیاحت شروع کردی تھی۔ بخارا سے مصر تک سارے ممالک کا امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے سفر کیا۔

امام ابوحاتم رازی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نو ہزار میل سے زیادہ مسافت پیدل طے کی ہے، لیکن یہ اس کی مسافت کی انتہاء نہیں ہے بلکہ ان کے شمار کی حد ہے۔ کیونکہ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد میں نے میلوں کا شمار کرنا چھوڑ دیا۔

امام ابن جوزی مشہور محدث ہیں، تین سال کی عمر میں یتیم ہوگئے تھے، علمی استغراق کی حالت یہ تھی کہ جمعہ کی نماز کے علاوہ گھر سے دور نہیں جاتے تھے۔ ایک مرتبہ مبر پر کہا کہ میں نے اپنی ان انگلیوں سے دو ہزار جلدیں لکھی ہیں۔ احادیث لکھتے وقت قلموں کے تراشے جمع کرتے جاتے تھے۔ مرتے وقت وصیت کی تھی کہ ''میرے نہانے کا پانی اسی سے گرم کیا جائے۔'' کہتے ہیں کہ پانی گرم کرنے کے بعد بھی تراشے بچ گئے تھے۔

اور سنئے! تاریخ بتاتی ہے کہ مسلمانوں میں حصول علم کا جذبہ اس قدر شدید تھا کہ آنکھوں سے نابینا ہونے کے باوجود بے شمار افراد نے علمی دنیا میں نام پیدا کیا اور اس کی خاطر بے پناہ تکلیفیں برداشت کیں۔

حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے اعلیٰ کردار کو دیکھ کر تائب ہونا

حضرت مولانا احمد لاہوری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ جب حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ آخری حج سے تشریف لارہے تھے تو ہم لوگ اسٹیشن پر شرف زیارت کے لئے گئے۔ حضرت کے متوسلین میں سے ایک صاحبزادہ محمد عارف جو کہ ضلع جھنگ سے تعلق رکھتے تھے، دیوبند تک ساتھ گئے۔ ان کا بیان ہے کہ ٹرین میں ایک ہندو جنٹلمین بھی تھے، جن کو فراغت کا تقاضہ ہوا۔ وہ رفع حاجت کے لئے بیت الخلاء میں گئے اور الٹے پاؤں بادل نخواستہ واپس ہوئے۔

حضرت مدنی سمجھ گئے۔ فوراً چند سگریٹ کی ڈبیاں ادھر ادھر سے اکٹھی کیں اور لوٹا لے کر لیٹرین میں گئے۔ اچھی طرح صاف کیا اور ہندو دوست سے فرمانے لگے کہ ''جائیے لیٹرین بالکل صاف ہے۔''

وہ بڑا متاثر ہوا اور بھرپور عقیدت کے ساتھ عرض کرنے لگا ''یہ حضور کی بندہ نوازی ہے جو سمجھ سے باہر ہے۔''

اس واقعہ کو دیکھ کر اسی ڈبہ میں موجود خواجہ نظام الدین تونسوی نے ایک ساتھی سے پوچھا کہ ''یہ کھدر پوش کون ہے؟''

جواب ملا کہ ''یہ مولانا حسین احمد مدنی ہیں۔''

خواجہ صاحب نے اس وقت بے اختیار ہو کر حضرت مدنی رحمتہ اللہ علیہ کے پاؤں کو چھولیا اور پاؤں سے لپٹ کر رونے لگے۔ حضرت نے جلدی سے پاؤں چھڑا لئے اور پوچھا ''کیا بات ہے؟''

تو خواجہ صاحب نے کہا۔ ''سیاسی اختلافات کی وجہ سے میں نے آپ کے خلاف بہت فتوے دیئے اور برا بھلا کہا۔ اگر آج آپ کے اس اعلیٰ کردار کو دیکھ کر تائب نہ ہوتا تو شاید سیدھا جہنم میں جاتا۔''

حضرت نے فرمایا ''میرے بھائی! میں نے تو حضور ﷺ کی سنت پر عمل کیا ہے اور وہ سنت یہ ہے کہ حضور ﷺ کے ہاں ایک یہودی مہمان نے بستر پر پاخانہ کر دیا تھا۔ صبح جلدی سے اٹھ کر چلا گیا۔ جب اپنی بھولی ہوئی تلوار واپس لینے آیا تو دیکھا کہ حضور ﷺ بنفس نفیس اپنے دست مبارک سے بستر کو دھو رہے ہیں۔ یہ دیکھ کر وہ مسلمان ہو گیا۔''

اللہ کے باغی اعلیٰ ترقیوں، منظّم فوجوں، مضبوط معیشت کے باوجود عبرت کا نشان بن گئے:

آپ سوویت یونین کی مثال لیں، معیشت دیکھیں، ایک روبل میں دو ڈالر آتے تھے۔ دنیا میں سب سے زیادہ سونا ماسکو کے پاس تھا۔ روسیوں کو انتہائی سستی اور انتہائی مضبوط اشیاء بنانے میں کمال حاصل تھا۔ اور مالیاتی دنیا میں سب سے زیادہ تھے۔ قدرتی وسائل دیکھیں، دنیا میں سب سے زیادہ تیل سوویت یونین کے پاس تھا۔

P-20

سینٹرل ایشیاء کی صرف تین ریاستوں میں ۵ کھرب بیرل سے زائد تیل تھا۔ دنیا میں سب سے زیادہ رقبہ، سب سے زیادہ جنگلات، سب سے زیادہ لائف اسٹاک، سب سے زیادہ پانی روسیوں کے پاس تھا۔ بجلی اور گیس کا تو عالم ہی کچھ اور تھا۔ پوری پوری ریاست کو بجلی اور گیس مفت ملتی تھی۔ پورے پورے شہر کو مفت گرم پانی ملتا تھا۔ سڑکیں تک بھاپ اڑاتے پانی سے دھوئی جاتی تھیں۔

سماجی نظام دیکھیں، سویت یونین کے تمام شہریوں کے پاس اپنے گھر تھے۔ ساری آبادی کو روٹی، دودھ، مکھن، کپڑے اور جوتے مفت ملتے تھے۔ تعلیم سو فیصد تھی۔ عدل وانصاف دیکھیں، سالوں تک عدالتوں میں کوئی مقدمہ پیش نہیں ہوتا تھا۔ کروڑوں لوگوں کے ملک میں چوری، ڈاکے، قتل اور آبروریزی کی وارداتیں ناپید تھیں۔ پورا ملک عصمت فروشی کی لعنت سے پاک تھا۔

دفاع کو دیکھیں، سویت یونین کے پاس دنیا کی سب سے بڑی فوج تھی۔ وہ ہر سال فوج پر ۲۵۰ ارب ڈالر خرچ کرتا تھا۔ دنیا میں سب سے زیادہ جوہری ہتھیار روس کے پاس تھے۔ اس کے ''وار ہیڈز'' کی تعداد ۱۰۲۴۰ تھی۔ روسی جرنیل کہا کرتے تھے ''ہماری فوج کی تاریخ میں کوئی ویتنام نہیں۔''

یہ دنیا کی واحد فوج تھی جس نے جہاں قدم رکھ دیا وہاں سے پھر پسپا نہیں ہوئی۔ لیکن ان کرشموں، ان تمام کمالات کی انتہاء دیکھئے! یہ سویت یونین کچی مٹی کے گھڑے کی طرح کرچی کرچی ہوگیا۔ اسے نہ اس کی فوج بچا سکی، نہ نظام عدل، نہ سوشل سسٹم، تیل اور نہ ہی روبل! سوال پیدا ہوتا ہے کیوں؟ جواب بہت سیدھا اور عام فہم ہے۔ سویت یونین کی لیڈر شپ نے میزائل تو بنالئے، فوج بھی جمع کرلی، تیز اور مضبوط ترین نظام بھی تشکیل دے لیا، ڈیم بھی بنالئے، ریلوے لائنیں اور سڑکیں بھی بچھا دیں، گھروں تک بجلی، گیس اور گرم پانی بھی پہنچادیا۔ تیل بھی نکال لیا، انڈسٹری بھی لگالی اور کرنسی بھی تگڑی کرلی، لیکن وہ اپنے عوام کو بھول گئی۔ خروشیف سے گورباچوف تک سویت یونین کے تمام رہنما بھول گئے، عوام کرنسی، انڈسٹریل

قرآن پڑھنے کا شوق

حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ بانی دارالعلوم دیوبند اپنے وقت کے ایک جید عالم اور مناظر تھے۔ جب حج کے لئے تشریف لے جارہے تھے تو سمندر میں جہاز پر رمضان شریف کا چاند دیکھا گیا۔ رفقاء کی خواہش ہوئی کہ تراویح پڑھی جائے، مگر اتفاق سے کوئی بھی حافظ قرآن نہ تھا۔ خود مولانا بھی حافظ نہ تھے۔ مگر لوگوں کے اصرار پر ایک پارہ روزانہ دن میں حفظ فرماتے اور رات کو تراویح میں سنا دیا کرتے تھے۔ اس طرح پورا قرآن یاد کر کے سنا دیا۔ (سوانح قاسمی مرتبہ مولانا محمد یعقوب صاحب نانوتوی)

مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی کبرسنی میں یہ شرف حاصل فرمایا۔ مولانا حسین احمد رحمۃ اللہ علیہ نے بھی قید کی حالت میں جزیرہ مالٹا میں جب اپنے شیخ حضرت مولانا سید محمد الحسن صاحب نور اللہ مرقدہ کے ساتھ جیل میں زندگی گزار رہے تھے تو قرآن مجید حفظ کیا تھا۔ بلکہ ترکی زبان بھی ایک ترک قیدی سے کافی سیکھ لی تھی اور فیوض باطنی بھی حاصل کرلینے کا بہترین موقع پایا تھا۔

تیل، ڈیم، سڑک اور توپ سے بڑی طاقت ہوتے ہیں۔

وہ بھول گئے، ملک ہوں یا نظام دونوں عوامی طاقت کے ذریعے ہی قائم رہتے ہیں۔ انہوں نے فراموش کر دیا۔ وہ نظام، وہ نظریہ جس نے نسل انسانی کی پوری تاریخ بھلا کر رکھ دی تھی۔ وہ اب آہستہ آہستہ عوام کے ذہنوں سے اپنی جڑیں سمیٹ رہا ہے۔ کامریڈ اب دل سے کامریڈ نہیں رہے، ۱۹۱۷ء سے چلا آتا نظام عوام کے دلوں سے اپنی ندر کھو چکا ہے۔

لہٰذا پھر دنیا نے دیکھا میزائل ٹنگے رہ گئے، توپیں، ٹینک اور مشین گنیں ساکت رہ گئیں، زمین میں ہلکورے لیتے تیل نے بھی چپ سادھ لی۔ جبکہ عوام لینن اور اسٹالن کے بتوں کو گلیوں میں گھسیٹ رہے تھے۔ اپنے خداؤں کو اؤں میں روند رہے تھے۔

سوویت یونین دنیا کی پہلی مثال نہیں تھی۔ فرعون کی خدائی سے زوال بغداد تک اور بابل کی اڑتی بکھیرتی راکھ سے مارکس کے کرچی کرچی ہوتے بتوں تک تاریخ کا ایک ہی فیصلہ ہی، جس مملکت نے عوام کا اعتماد کھو دیا وہ راکھ کا ھیر بن گئی۔ جس نظام نے عوام کو فراموش کر دیا، وہ قطب سے کتب میں منتقل ہو گیا اور جن حکمرانوں نے عوام سے دغا لیا ان کی قبریں دعاؤں کو ترس گئیں۔ قوموں، نظاموں اور ملکوں کی بقا کا صرف ایک ہی وصول ہے اور اس اصول کا نام ہے عوام۔

ملک بھی عوام ہی بنایا کرتے ہیں، ملک کو بچایا بھی عوام ہی کرتے ہیں اور آخر میں ملک تباہ بھی عوام ہی کیا رتے ہیں۔ آپ اپنی مثال لیں۔ یہ ملک کس نے بنایا، اس عوام نے جو فیروز والا، امرتسر اور انبالہ میں ذبح کر دیئے۔ ۱۹۶ء میں اس ملک کو کس نے بچایا؟ عوام نے۔ فوج تو اس وقت تھی ہی تھوڑی سی، اسی طرح ۱۹۷۱ء میں جب مشرقی لستان میں عوام نے ریاست کا ساتھ دینے سے انکار کر دیا تو اس ملک کو فوج بچا سکی اور نہ ہماری خارجہ پالیسی۔

آج ہم اس ملک کی سرحدوں کے بارے میں سوچتے ہیں، ہم اپنے ایٹم بم کے بارے میں بھی سوچتے ہیں۔ ہم پنے مالیاتی ذخائر بھی ۱۸ ارب تک لے جاتے ہیں، ہم امریکی بموں سے بچنے کے لئے بش کی چھتری میں پناہ بھی لے لیتے ں۔ ہم کمزور، جی حضور اور سلام صاحب قسم کی لیڈر شپ کی نرسری بھی لگا لیتے، الیکشن بھی کراتے ہیں، اگر نہیں کرتے تو م کے آنسو نہیں پونچھتے، نہیں سوچتے تو عوام کے بارے میں نہیں سوچتے۔ اس عوام کے بارے میں نہیں سوچتے جس کا سرا نام پاکستان ہے۔

ذرا سوچئے! ہمارے پاس ۱۰۲۴۰ میزائل ہیں، نہ ڈھائی سو ارب ڈالر کا دفاعی بجٹ، نہ ۵ کھرب بیرل تیل او ہی وہ روبل جس کے ایک کے بدلے ۲ ڈالر آتے ہیں۔ عوام کا اعتماد کھو کر تو سوویت یونین نہیں چل سکا تھا۔ پھر ہم ۱۴ وڑ لوگوں کو ستا کر اس ملک کی کب تک حفاظت کر لیں گے۔

تلاوت قرآن کی کثرت

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن عفان (المتوفی ۳۵ھ شہیداً) نے مقام ابراہیم کے پاس ایک ہی رکعت میں سارا قرآن پڑھ لیا تھا۔ (کنز العمال ج ۷ صفحہ ۲۷۳ و طبقات ابن سعد ج ۱ صفحہ ۵۲ قسم اول)

اور ایک مرتبہ وتر کی ایک ہی رکعت میں انہوں نے پورا قرآن مجید پڑھ لیا تھا۔

(قیام اللیل، صفحہ ۶۱ از امام محمد بن نصر المروزی رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۲۹۴ھ)

حضرت تمیم داری رضی اللہ تعالیٰ عنہ (المتوفی ۴۰ھ) بھی تقریباً ساری ساری رات نماز میں مشغول رہتے اور پورا قرآن کریم رات کو پڑھ لیتے تھے۔ (طحاوی ج ۱ صفحہ ۲۰۵ و تہذیب ج ۱ صفحہ ۵۱۱)

حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ (المتوفی ۷۳ھ) نے بھی صرف ایک ہی رکعت میں مکمل قرآن مجید پڑھ لیا تھا۔ (طحاوی ج ۱ صفحہ ۲۰۵ و قیام اللیل صفحہ ۶۳)

حضرت سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ (المتوفی ۹۴ھ شہیداً) نے سارا قرآن کریم ایک ہی رکعت میں پڑھ لیا تھا۔ (قیام اللیل، صفحہ ۶۴ و تذکرہ ج ۱ صفحہ ۷۲)

حضرت مجاہد رضی اللہ تعالیٰ عنہ (المتوفی ۱۰۳ھ) کا معمول تھا کہ وہ مغرب اور عشاء کے درمیان قرآن کریم ختم کرلیا کرتے تھے۔ (کتاب الاذکار، صفحہ ۴۸ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ)

حضرت ثابت رحمۃ اللہ علیہ بن اسلم بنانی (المتوفی بعمر ۸۶ سال ۱۲۳ھ) کی یہ عادت اور معمول تھا کہ وہ دن اور رات میں ایک مرتبہ قرآن کریم ختم کر لیتے تھے اور ہمیشہ روزہ رکھا کرتے تھے۔ محدث حمید طویل رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ مسجد کا کوئی ستون بھی ایسا نہ تھا جس کے پاس ثابت رحمۃ اللہ علیہ نے ایک ایک نماز میں سارا قرآن کریم ختم نہ کرلیا ہو۔ (قیام اللیل صفحہ ۶۴)

چونکہ حضرات سلف رحمۃ اللہ علیہ دینی طور پر بڑی ہی بصیرت رکھتے تھے، اس لئے صوم الدھر یا ہمیشہ روزے رکھتے تھے کے مفہوم میں ایام مکروہ (عید الفطر، عید الاضحیٰ اور تین دن ایام تشریق کے) کو شامل سمجھنا خود سمجھنے والے کی اپنی کوتاہ فہمی اور غلطی ہوگی۔ اس بات کو بخوبی ملحوظ رکھنا چاہئے۔ امام ابوبکر رحمۃ اللہ علیہ بن عیاش رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۹۳ھ) کی وفات کا وقت جب قریب ہوا تو ان کی بہن رونے لگی۔ امام موصوف نے فرمایا کہ مکان کے اس گوشہ کو دیکھو، یہاں میں نے بفضل اللہ تعالیٰ اٹھارہ ہزار مرتبہ قرآن مجید ختم کیا ہے۔ (تذکرہ ج ۱ صفحہ ۲۴۵)

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے اپنی بیٹی سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ مجھے یہ خوف

ہے کہ مجھے مرنے کے بعد عذاب ہوگا؟ میں اللہ تعالیٰ کی رحمت کا امیدوار ہوں، کیونکہ میں نے چوبیس ہزار مرتبہ یہاں قرآن کریم ختم کیا ہے۔ (شرح مسلم، ج ۱ صفحہ ۱۰)

آپ کا تیس سال سے یہ معمول بن چکا تھا کہ وہ روزانہ ایک مرتبہ قرآن مجید ختم کر لیتے تھے۔ (شرح مسلم، ج ۱ صفحہ ۱۰)

انہوں نے چالیس سال تک (رات کو) اپنا پہلو زمین پر نہیں لگایا۔

(البدایہ والنہایہ ج ۱۰ صفحہ ۳۲۴ و تذکرہ ج ۱ صفحہ ۲۴۵)

اور حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے ساٹھ سال سے یہ معمول بنا رکھا تھا کہ روزانہ ایک قرآن کریم ختم کرتے تھے اور نیز اسّی رمضان کے روزے انہوں نے رکھے تھے۔ (البدایہ والنہایہ، ج ۱۰ صفحہ ۲۲۴)

امام عبداللہ بن ادریس رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۹۲ھ) نے چار ہزار مرتبہ قرآن کریم ختم کیا تھا۔

(تذکرہ ج ۱ صفحہ ۲۶۱ و نووی شرح مسلم، ج ۱ صفحہ ۱۰ و الجواہر المضیہ ج ۱ صفحہ ۲۷۲)

محدث ابوحرہ رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۵۲ھ) بھی دن اور رات میں قرآن مجید ختم کر لیتے تھے۔

(قیام اللیل، صفحہ ۶۴)

اور حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نقل کرتے ہیں کہ وہ دو دو راتوں میں ایک قرآن کریم ختم کر لیتے تھے۔

(تہذیب التہذیب ج ۱۱ صفحہ ۱۰۵)

ابوحرہ کا نام واصل رحمۃ اللہ علیہ بن عبدالرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ تھا۔ صحیح مسلم وغیرہ کے راوی ہیں۔

محدث بن کیسان رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۴۰ھ) بسا اوقات رات میں دو مرتبہ قرآن کریم ختم کر لیتے تھے۔

(قیام اللیل، صفحہ ۶۴)

امام منصور رحمۃ اللہ علیہ بن زاذان رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۳۱ھ) رات کو قرآن کریم شروع کرتے اور چاشت کے وقت تک ختم کر لیتے۔ جب وہ تلاوت کے سجدے ادا کرتے تو لوگوں کو معلوم ہو جاتا کہ انہوں نے قرآن کریم ختم کر لیا ہے۔ (طبقات ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ ج ۷ صفحہ ۶۰ قسم اول)

اور پھر دوسرا قرآن کریم عصر تک ختم کر لیتے تھے۔ (تہذیب التہذیب، ج ۱۰، صفحہ ۳۰۷)

محدث بن حسام رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ میں نے منصور رحمۃ اللہ علیہ بن زاذان کے ساتھ مغرب اور عشاء کے درمیان نماز پڑھی تو وہ دوسری رکعت میں سورۃ النحل تک پہنچ گئے۔ (تذکرہ ج ۱ صفحہ ۱۳۴)

اور رمضان مبارک میں مغرب اور عشاء کی نماز کے درمیان دو مرتبہ قرآن کریم ختم کر لیتے تھے۔ (قیام اللیل صفحہ ۶۴)

حضرات سلف رحمۃ اللہ علیہ میں ایسے بھی حضرات تھے جو رمضان مبارک میں عشاء کی نماز کافی دیر سے پڑھا کرتے تھے۔ لہٰذا مغرب اور عشاء کے درمیان دو مرتبہ ختم قرآن کریم کی کوئی مستبعد امر نہیں ہے۔

غلاف کعبہ پکڑنے والا مجرم جبکہ تاجر محبوب خدا

شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ میں حج پر گیا۔ میں نے وہاں دیکھا کہ ایک آدمی غلاف کعبہ کو پکڑ کر دعائیں مانگ رہا تھا۔

P-9

جب میں اس کے دل کی طرف متوجہ ہوا تو اس کا دل اللہ سے غافل تھا۔ وہ اس لئے کہ اس کے ساتھ کچھ اور لوگ بھی حج پر آئے ہوئے تھے۔ دعا مانگتے وقت اس کے دل میں یہ تمنا پیدا ہو رہی تھی کہ کاش میرے دوست مجھے دیکھتے کہ میں کیسے رو رو کر دعائیں مانگ رہا ہوں۔ وہ آدمی یہ عمل اللہ کے لئے نہیں کر رہا تھا بلکہ دکھاوے کے طور پر کر رہا تھا۔

پھر فرماتے ہیں کہ اس کے بعد منیٰ میں آیا اور میں نے دیکھا کہ ایک نوجوان اپنا مال فروخت کر رہا تھا۔ اس کے اردگرد اتنا ہجوم تھا کہ وہ لوگوں کے جھرمٹ میں گھرا ہوا تھا۔ فرماتے ہیں کہ جب میں اس کے دل کی طرف متوجہ ہوا تو میں نے اس کے دل کو ایک لمحہ کے لئے بھی اللہ تعالیٰ سے غافل نہیں پایا۔ یہی مقصود زندگی ہے کہ ہم اپنے کاروبار میں ہوں یا جہاں کہیں بھی ہوں، ہمارا دل ہر وقت اللہ رب العزت کی یاد میں لگا ہوا ہو۔ یعنی دست بہ کار دل بہ یار، اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

رجال لاتلهيهم تجارة ولا بيع عن ذكر الله واقام الصلوٰة وايتآء
الزكوٰة يخافون يوما تتقلب فيه القلوب والابصار (النور:۳۷)

وہ مرد کہ نہیں غافل ہوتے سودا کرنے میں اور نہ بیچنے میں اللہ کی یاد سے اور نماز قائم رکھنے سے اور زکوۃ دینے سے، ڈرتے ہیں اس دن سے جس میں الٹ جائیں گے دل اور آنکھیں۔

دکاندار و گاہک کی دیانت داری کا ایمان افروز وسباق آموز واقعہ

ایک شخص تیز رفتار گھوڑے پر سوار، اسے سرپٹ دوڑاتے ہوئے مکہ معظمہ کی طرف رواں دواں تھا۔ بال گرد و غبار سے اٹے ہوئے تھے۔ آنکھیں اداس تھیں۔ چہرے پر پریشانی کے آثار تھے۔ ایسا لگتا تھا کہ اسے کسی قافلے کی تلاش ہے اور وہ جلد از جلد اپنی منزل تک پہنچنا چاہتا ہے۔ ادھر ادھر نظریں دوڑاتے ہوئے چلا جارہا تھا کہ چند راہ گیر نظر آئے، ان سے پوچھا، کسی نے بتایا کہ اس طرف لوگوں کے ایک قافلے کو جاتے ہوئے دیکھا گیا، یہ سن کر اس نے وہ راہ لی۔ گرد و غبار کے بادل اڑاتا وہ تیز رفتار گھوڑے پر چلا جارہا تھا۔ کہ دور سے کچھ ہیولے (مدہم شکلیں) نظر آئیں۔ قریب ہونے پر معلوم ہوا کہ یہ تو وہی قافلہ ہے جس کی تلاش میں وہ میلوں کا سفر کر کے آرہا ہے۔ مقصود کو اتنا قریب دیکھ کر اس کا مرجھایا ہوا چہرہ خوشی سے کھل اٹھا اور بے چین دل خوشی سے لبریز ہو گیا۔ قافلہ تیز رفتاری سے چلا جارہا تھا۔ مگر اس کے گھوڑے کی برق رفتاری قافلے کو کم سے کم تر بنارہی تھی۔ یہاں تک وہ مسافروں کے سروں تک پہنچ گیا۔ مطلوبہ شخص کو سامنے پا کر اس نے اسے مخاطب کیا اور پوچھا۔ ''کیا مشہور دلال احمد بن طبیب سے آپ نے کپڑا خریدا تھا؟''

''جی ہاں۔'' اس نے تجسس بھری نگاہوں سے اس نوارد اجنبی کی طرف دیکھ کر کہا۔

''دراصل بات یہ ہے کہ جب میرے دلال نے کپڑا بیچ کر پیسے مجھے دیئے تو میں نے پوچھا کہ ''کپڑا کسے بیچا ہے؟''

اس نے بتایا کہ ''ایک مسافر کو۔''

میں نے پوچھا کہ ''کیا اسے کپڑے کا عیب بتا دیا تھا؟''

تو احمد نے کہا کہ ''وہ تو مجھے یاد ہی نہیں رہا۔''

یہ سن کر مجھے بے حد پریشانی ہوئی، میں نے اسے برا بھلا کہا۔ احمد کا کہنا تھا کہ ''اب میں کیا کر سکتا ہوں، جو کچھ ہوا اسے بھول جائیے، آئندہ احتیاط کروں گا۔''

لیکن میں اس کے سر ہو گیا اور اسے آپ کا نشان تلاش کرنے کو کہا۔ بڑی مشکل سے آپ کے ٹھکانے کا علم ہوا، لیکن میں اس وقت تک آپ حاجیوں کے قافلے کے ساتھ مکہ معظمہ کے لئے روانہ ہو چکے تھے، میں نے ایک برق رفتار گھوڑا کرائے پر لیا اور آخر کار ڈھونڈتے ڈھونڈتے آپ تک آ پہنچا ہوں تا کہ آپ کو بتایا جا سکے کہ کپڑے میں نقص ہے۔''

مسافر کبھی کپڑے کو دیکھتا اور کبھی میلوں دور سے آنے والے اس عظیم تاجر کو جس نے محض کپڑے کا نقص بتانے

کے لئے اتنی تکلیف اٹھائی تھی۔ وہ بہت دیر تک خاموش رہا۔ پھر کہنے لگا۔ ”کیا وہ دینار جو میں نے آپ کے دلال کو دیئے تھے، آپ کے پاس ہیں؟“

تاجر نے جواب دیا۔ ”ہاں یہ لیں۔“

مسافر نے وہ دینار لئے اور دور پھینک دیئے اور دوسرے دینار نکال کر دیئے عظیم تاجر نے حیرت کے لہجے میں پوچھا۔ ”وہ دینار آپ نے کیوں پھینک دیئے؟“

مسافر نے جواب دیا کہ ”وہ کھوٹے تھے، میں غیر مسلم ہوں، لیکن آپ کی راست گوئی اور دیانت داری دیکھ کر میرے ضمیر نے مجھے اجازت نہ دی کہ میں آپ کے ساتھ دھوکا اور فریب کروں۔ جبکہ آپ نے صرف کپڑوں کا نقص بتانے کے لئے اتنی مشقت اٹھائی۔“

اس عظیم تاجر کا نام خریف رحمتہ اللہ تھا۔ ان کے بیٹے ابن خریف کی زبانی ان کی ایمانداری کا یہ واقعہ تاریخ کے اوراق کی زینت بنا۔ یہ ایمان افروز اور سبق آموز واقعہ نہ صرف دکانداروں بلکہ ہر مسلمان کے لئے اپنے اندر کئی اخلاقی پہلو سموئے ہوئے ہے۔

جان دے دی ایمان پر آنچ نہ آنے دی

ایک بادشاہ لوگوں کو خنزیر کھانے پر مجبور کیا کرتا تھا۔ ایک عالم نے اس کا یہ حکم ماننے سے انکار کر دیا۔ بادشاہ نے اسے پیش کرنے کا حکم دیا اور کہا ”میں اپنے سامنے اسے خنزیر کھلاؤں گا، کھانے سے انکار کرے گا تو اسے قتل کروں گا۔“

چنانچہ عالم کو بادشاہ کے دربار میں لایا گیا۔ دروازے پر موجود ایک عہدے دار نے بزرگ کے کان میں کہا۔ ”آپ کے آگے جو گوشت رکھا جائے گا وہ بکری کا ہوگا۔ لہذا جب بادشاہ آپ کو خنزیر کھانے کا حکم دے تو آپ بے فکر ہو کر کھا لیجئے گا۔ میں نے خفیہ طور پر سب انتظام کر لیا ہے۔ دیکھنے والے خیال کریں گے کہ آپ خنزیر کھا رہے ہیں، لیکن ہوگا وہ بکری کا گوشت ااس طرح آپ کی جان بچ جائے گی۔“

بادشاہ نے آج اور بھی بے شمار لوگوں کو گوشت کی دعوت دی تھی۔ دراصل وہ ان سب پر واضح کرنا چاہتا تھا کہ دیکھو، آج میں نے اس عالم کو خنزیر کھلا دیا۔

آخر سب لوگوں کے ساتھ اس عالم کے سامنے بھی گوشت رکھا گیا۔ سب لوگ عالم کی طرف دیکھنے لگے۔ وہ آپس میں کہہ رہے تھے۔ عالم صاحب نے کھا لیا تو ہم بھی کھا لیں گے۔ ورنہ ہم بھی نہیں کھائیں گے۔

عالم صاحب کے سامنے اس عہدے دار کی خفیہ ہدایت کے مطابق بکری کا گوشت رکھا جاچکا تھا اور یہ بات عالم کو معلوم تھی، اس کے باوجود انہوں نے گوشت کی طرف ہاتھ نہیں بڑھایا اور بولے۔ ''نہیں! میں یہ گوشت نہیں کھاؤں گا۔''

عہدے دار سامنے ہی موجود تھا۔ اس نے اشارہ کیا کہ گوشت کھالیں، آپ کی جان بچ جائے گی۔ یہ بکری کا ہے...... خنزیر کا نہیں۔

اس اشارہ کے باوجود وہ ٹس سے مس نہ ہوئے۔ ان کے انکار پر بادشاہ نے اسی عہدے دار کو حکم دیا۔ ''اسے باہر لے جا کر قتل کر دیا جائے۔''

عہدے دار عالم کو لے کر باہر آیا اور حیرت زندہ انداز میں بولا۔ ''میں نے آپ کو بتا دیا تھا، دربار میں بھی آپ کو اشاروں میں کہتا رہا کہ آپ اس گوشت کو کھالیں، یہ خنزیر کا نہیں ہے، لیکن افسوس...... آپ نے میری بات پر اعتبار نہ کیا...... کیا آپ نے یہ گمان کیا تھا کہ میں جھوٹ بول رہا ہوں۔''

عالم نے اس کی بات کے جواب میں کہا۔ ''ایسی بات نہیں، میں جانتا ہوں، میرے سامنے جو گوشت ہے وہ بکری کا ہے۔ لیکن دربار میں جتنے لوگ بھی موجود تھے، انہیں تو یہی معلوم تھا ناں کہ وہ گوشت خنزیر کا ہے اور جب وہ گوشت کھاتا تو سب یہی خیال کرتے ناں کہ میں نے موت کے ڈر سے خنزیر کا گوشت کھانا قبول کر لیا ہے اور سب لوگ میری پیروی کرتے اور خنزیر کا گوشت کھانے لگتے۔''

عہدے دار دنگ رہ گیا۔ گویا اس عالم نے اپنا قتل تو گوارہ کر لیا تھا، لیکن دوسروں کا وبال اپنے سر لینا منظور نہ کیا۔ عالم کی شان یہی ہوتی ہے۔

تمام کلاموں کا دارومدار حسن نیت پر

ا۔ حفاظ: اسلامی نظام حیات کے سرچشمہ۔
اول: قرآن مجید کو سینوں میں محفوظ کرنے والے۔
۲۔ مفسرین: اسلامی نظام حیات کے سرچشمہ۔
اول: قرآن مجید کی تفسیر و تشریح بیان کرنے والے۔
۳۔ محدثین: اسلامی نظام حیات کے سرچشمہ۔
ثانی: احادیث رسول ﷺ کا تحفظ کرنے والے، شرح بیان کرنے والے۔

۴۔فقہاء: اسلامی نظام حیات کے سرچشموں سے زندگی کے مسائل اخذ کرنے والے۔شریعت اسلامی کی تشریح بیان کرنے والے۔

۵۔متکلمین: اسلامی نظام حیات کا فکری محاذ پر دفاع کرنے والے۔شکوک وشبہات کا ازالہ کرتے والے۔

۶۔اساتذہ: نوخیز نسلوں کو اسلامی نظام حیات کی تعلیم دینے والے۔ان کی تربیت کرنے والے۔اسلامی معاشرہ کو ہر قسم کے مردان کار فراہم کرنے والے۔

۷۔ائمہ: مساجد میں عبادات کا نظام برقرار رکھنے والے۔

۸۔خطباء اور واعظین: وعظ، تقریر اور تلقین کے ذریعے عام مسلمانوں کی دینی اور اخلاقی تربیت کرنے والے۔

۹۔صوفیاء: مسلمانوں کو راہ حق کی تلقین کرنے والے، تربیت اخلاق کرنے والے، اخلاص فی العمل پیدا کرنے والے۔

۱۰۔علماء ومفکرین: فکری محاذ پر اسلامی اقدار حیات کی روشنی میں پیش قدمی کرنے والے۔

۱۱۔ادباء وشعراء: ادبی محاذ پر اپنے مخصوص اسلوب بیان میں اسلامی اقدار کی تفہیم پیش کرنے والے۔

۱۲۔صحافی: عمومی محاذ پر ذرائع ابلاغ استعمال کر کے اسلامی اقدار کو فروغ دینے والے۔

۱۳۔خاتون خانہ: داخلی محاذ پر اسلامی اقدار حیات کی حفاظت کرنے والی۔مسلمان معاشرہ کو صالح تربیت یافتہ نوجوان فراہم کرنے والی۔

۱۴۔تجار وصنعتکار: تجارتی اور صنعتی وسائل استعمال کر کے معاشرہ کی آسودگی اور فارغ البالی میں اضافہ کرنے والے۔

۱۵۔زمیندار وکاشتکار: زمین کے وسائل استعمال کر کے ملک کی پیداوار میں فراوانی پیدا کرنے والے۔

۱۶۔اصحاب ثروت: معاشرہ میں ہر قسم کے رفاہی اور فلاحی ادارے قائم کرنے والے۔

۱۷۔مزدور اور محنت کار: محنت ومشقت سے رزق حلال کمانے والے۔معاشرے کی فلاح وبہبود میں اضافہ کرنے والے۔

۱۸۔فنی اور تکنیکی ماہرین: اپنی مہارت اور ذہانت کو کام میں لاکر معاشرہ میں آسودگی اور فارغ البالی میں اضافہ کرنے والے۔

۱۹۔عمال ومنتظمین: معاشرہ میں قیام، قیام عدل اور معاشرتی امور کی تنظیم، صلاح وفلاح کے نقطہ نظر سے کرنے والے۔

۲۰۔ قاضی و مفتی: معاشرہ میں نزاع و خصومات کا فیصلہ حق و انصاف سے کرنے والے۔ حدود اللہ کو نافذ کرنے والے۔

۲۱۔ محتسب: معاشرہ میں نیکیوں کو فروغ دینے والے اور برائیوں کو مٹانے والے۔

۲۲۔ مجاہدین: معاشرہ میں قیام امن اور حدود ریاست کی حفاظت میں قتال کرنے والے۔

حسن نیت ہو تو یہ تمام گروہ جہاد فی سبیل اللہ میں مشغول ہیں۔ ان کی مشغولیت عبادت میں شمار ہوگی، جس کا ان کو اجر و ثواب ملے گا۔

''تم میں سے ہر شخص پر ذمہ داری عائد ہوتی ہے اور آخر میں اس ذمہ داری کی باز پرس ہوگی۔'' (حدیث)

بدنیتی اور بخیلی کا انجام

ابن کثیر میں ہے۔ ایک شخص بڑا نیک اور سخی تھا۔ اس کا باغ تھا، وہ اللہ تعالیٰ کے حق کو ہمیشہ ادا کرتا تھا۔ اس باغ کی پیداوار میں سے اپنے بال بچوں اور باغ کے خرچ نکال کر باقی پیداوار کو اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کر ڈالتا تھا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس کے مال میں بڑی برکت دے رکھی تھی۔ اس کے انتقال کے بعد جب اس باغ کی وارث اس کی اولاد ہوئی تو باپ کے اس خرچ کا حساب کیا تو بہت زیادہ بنا۔ ان لوگوں نے آپس میں مشورہ کر کے یہ طے کیا کہ حقیقت میں ہمارا باپ بڑا ہی بے وقوف اور نادان تھا۔ جو اتنی بڑی رقم مفت خوروں، غریبوں اور مسکینوں کو بلا وجہ دے دیا کرتا تھا۔ لہذا ہم ان غریبوں کے حق کو روک لیں اور
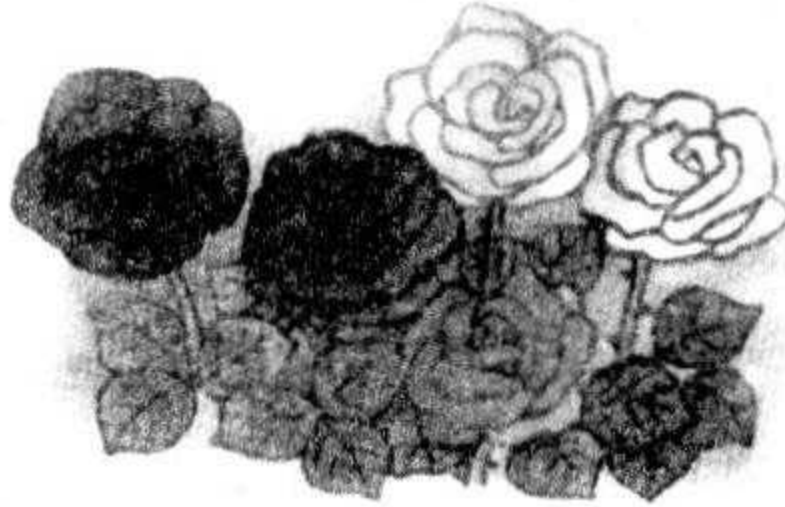
P-29

ان کو کچھ نہ دیں تو ہمارے پاس بہت مال جمع ہو جائے گا اور ہم سب مالدار ہو جائیں گے۔

جب یہ مشورہ کر چکے اور باغ کے پھل پک گئے اور کھیتی تیار ہوگئی تو رات ہی کو ان لوگوں نے قسمیں کھائیں کہ صبح ہونے سے پہلے پہلے رات کے وقت چلو اور رات کو پھل توڑ لاؤ تا کہ کسی کو خبر نہ ہونے پائے۔ چلتے وقت پچھلی رات کو ایک دوسرے کو جگاؤ اور چپکے چپکے دبے پاؤں چلو تا کہ آس پاس کے غریبوں کو خبر نہ ہونے پائے کہ آج پھل توڑنے کا دن ہے۔ ورنہ اپنے باپ کے دستور کے مطابق مجبوراً کچھ نہ کچھ دینا ہی پڑے گا۔

یہ سب منصوبے بنا کر کانا پھوسی کرتے ہوئے باغ کی طرف چلے۔ ادھر ان کے پہنچنے سے پہلے ہی اس باغ پر خدا کا عذاب آیا اور آگ نے جلا کر خاکستر کر دیا۔ نہ وہاں کوئی درخت رہا اور نہ سرسبز لہلہاتی کھیتیاں رہیں اور نہ پھل پھول رہے۔ سوائے راکھ کے جلتے جھلستے ڈھیروں کے سوا کچھ بھی نہ تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ کبھی یہاں باغ تھا ہی نہیں۔ جب یہ لوگ وہاں پہنچے اور یہ ماجرا دیکھا تو ہکے بکے ہو کر رہ گئے اور حیران و پریشان ہوئے۔ پھر آپس میں کہنے لگے کہ ہم راستہ بھول گئے ہیں۔ پھر نشانات وغیرہ دیکھ کر سمجھ گئے اور کہنے لگے کہ ہماری بدنیتی اور بخیلی کے سبب یہ برباد کن اور برے نتائج نکلے ہیں۔ اپنی غلطی کا اعتراف کرتے ہیں اور ایک دوسرے کو ملامت کرتے ہیں۔

ظاہری علوم کو بیعت پر ترجیح دے دی

امام رازی رحمتہ اللہ علیہ اپنے وقت کے بہت بڑے امام تھے۔ ان کی لکھی ہوئی قرآن مجید کی تفسیر ''تفسیر کبیر'' کے نام سے مشہور ہے۔ وہ ایک عظیم شاہکار اور اپنی مثال آپ ہے۔

امام رازی رحمتہ اللہ علیہ نے ظاہری علوم یعنی مدارس کے علوم حاصل کرنے کے بعد باطنی علم حاصل کرنا چاہا تو ایک بزرگ کی خدمت میں گئے اور اس کے لئے باقاعدہ سفر کیا۔ یہاں ہمیں یہ بات ذہن نشین کر لینی چاہئے کہ باطنی علوم (باطن کی اصلاح) حاصل کرنے کے لئے کسی نہ کسی ایسے پابند شریعت و عامل سنت بزرگ کی خدمت وصحبت ضرور اختیار کرنی چاہئے۔ جس سے مناسبت ہو اور مزاج ملتا ہو۔ جس بزرگ کی باتیں مانوس معلوم ہوتی ہوں، اس سے ضرور اپنی اصلاح کرانی چاہئے۔

امام صاحب کا مزاج ان بزرگ سے نہ ملا تو وہ دوسرے بزرگ کی صحبت میں آ گئے۔ آخر کار مختلف بزرگوں سے ملنے کے بعد ایک بزرگ سے انسیت پیدا ہوئی اور ان کی صحبت و خدمت میں رہنے لگے۔ کچھ دن کے بعد امام صاحب نے بزرگ سے درخواست کی کہ ''حضرت! میں بیعت ہونا چاہتا ہوں۔ آپ مجھے بیعت کر لیں۔

بزرگ نے فرمایا ''بھئی! میں بیعت نہیں کرتا۔''

یہاں پر ہمیں ایک اور بات ذہن نشین کر لینی چاہئے کہ پہلے بزرگوں کا یہی طریقہ تھا کہ جب کوئی شخص بیعت کے لئے آتا تو اسے منع کر دیا کرتے تھے، تاکہ اس کو آزمائیں، آیا اس کے اندر سچی تڑپ ہے کہ نہیں۔ اگر انہیں یہ معلوم ہو جاتا کہ دنیا کی شہرت کے لئے یا کسی دنیاوی غرض کے لئے بیعت ہونے آیا ہے تو اسے رخصت کر دیتے اور اگر وہ سچی تڑپ لے کر آیا ہوتا اور واقعی اپنی اصلاح کرانا چاہتا ہو تو اسے بیعت کر لیتے تھے۔

بہر حال بزرگ نے انکار کر دیا۔ کچھ روز کے بعد پھر درخواست کی۔ ''حضرت! مہربانی فرما کر مجھے بیعت

کرلیں۔'' دوتین مرتبہ درخواست کرنے کے بعد بزرگ نے کہا۔ ''اچھا بھئی، فلاں وقت آ جانا، میں بیعت کرلوں گا۔''

چنانچہ جو وقت بزرگ نے دیا تھا، امام صاحب حاضر خدمت ہوئے تو بزرگ نے امام صاحب کو کمرے میں لے جا کر اندر سے کنڈی لگالی اور فرمایا کہ ''میرے سامنے بیٹھ جاؤ۔''

جب بھی بیعت کی جاتی ہے، عموماً بالکل آمنے سامنے ہوکر کی جاتی ہے۔ چنانچہ امام صاحب ان کے سامنے بیٹھ گئے۔ کچھ دیر کے بعد امام صاحب نے اپنے سینہ سے ایسی آواز سنی جیسے کہ ہوا سے اوراق اڑ رہے ہوں۔ ''بزرگ نے فرمایا۔ ''ارے میاں! یہ آواز علوم ظاہرہ کے نکلنے کی ہے۔''

جب امام صاحب نے یہ سنا تو انہیں گھبراہٹ ہوئی اور پریشان ہوکر کہنے لگے۔ ''حضرت آپ تو میرا سالہا سال کا علم جو میں نے رات دن ایک کرکے حاصل کیا تھا، ذراسی دیر میں نکال باہر کررہے ہیں۔ حضرت ایسا تو نہ کریں۔''

بنیئے کی زبان پر ذکر خدا

اللہ کے ذکر سے زیادہ لذیذ کوئی شے نہیں، اس میں کتنی لذت ہے جو اسے ورد میں رکھتے ہیں وہ جانتے ہیں مگر یہ لذت، خاصہ ہے ذکر کا۔ انوار و برکات نظر آئیں گے، چاہے وہ کافر بھی کرے تو اسے لذت آئے گی مگر مقصود نہیں، بس اس فرق کو سمجھ لیں۔

ایک بنیا تھا، دکان کھولتا بسم اللہ کہہ کر، ترازو اٹھاتا بسم اللہ کہہ کر اور ہر وقت اللہ اللہ کہتا۔ پوچھنے پر معلوم ہوا کہ میں مسلمان تو نہیں ہوا، مگر مزہ آتا ہے۔ تو یہ انوار تو ظاہر ہیں مگر یہ لذت اور انوار مقصود نہیں۔ مقصود ہے اللہ کی رضا اور یہ رضا حضور ﷺ کے طریقوں میں ہے۔

بزرگ نے فرمایا۔ ''ارے بھائی! یہ حال تھوڑی دیر کا ہے، اس کے بعد علوم ظاہر واپس لوٹ آئیں گے۔'' امام صاحب اس پر راضی نہ ہوئے۔ خیر قصہ مختصر یہ کہ امام صاحب اپنے وطن واپس لوٹ آئے۔ باقی زندگی پڑھانے پڑھانے میں گزار دی۔

اگر مال عقل سے کمایا تو عقل کس نے دی؟

ایک بے ادب اور گستاخ آدمی مجھے کہنے لگا کہ ''یہ سب کچھ ہم نے اپنی عقل سے کمایا، اچھے فیصلے کئے اور محنت سے کمایا۔''

میں نے کہا ''اچھا یہ بتاؤ کہ تمہیں عقل کس نے دی؟''

وہ کہنے لگا۔ ''اللہ نے۔''
میں نے کہا ''تمہیں محنت کرنے کی توفیق کس نے دی؟''
وہ کہنے لگا ''اللہ نے۔''
میں نے کہا ''پھر معلوم یہ ہوا کہ رزق تو پھر اللہ نے ہی دیا۔''

ذکر اللہ نے گناہوں سے بچالیا:

P-32

جس وقت حضرت یوسف علیہ السلام کے سامنے گناہ کا موقع آیا اور تمام اسباب جمع ہو گئے۔ تو اس وقت اس گناہ سے ذکر نے روک دیا، اس لئے کہ جب زلیخا نے کہا ''ھیت لک'' تو جواب میں انہوں نے فرمایا ''معاذ اللہ۔'' اللہ کی پناہ۔ اس موقع پر اللہ کی پناہ کے احساس نے یہ طاقت دی اور اتنے دلربا ماحول میں جس میں انسان کے پھسل جانے کا ننانوے فیصد احتمال موجود تھا، اس اللہ کے ذکر نے اس کو گناہ سے روک دیا۔

میرے اندر دو باتیں تھیں،

انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ:

ایک دفعہ مفتی کفایت اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے طلباء سے پوچھا کہ ''بتاؤ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ اتنے زیادہ مشہور کیوں ہو گئے؟''
کسی نے کہا ''مفسر اچھے تھے۔''
کسی نے کہا ''محدث اچھے تھے، شاعر اچھے تھے، وہ منطق اچھی جانتے تھے۔''
فرمایا ''نہیں۔''
کسی اور نے یہی سوال ایک مرتبہ حضرت کشمیری رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھ لیا تو فرمایا ''دو باتیں میرے اندر تھیں،

جب مطالعہ کرتا تھا تو باوضو کرتا تھا اور جب مجھے کتاب کا حاشیہ پڑھنے کی ضرورت پڑتی تھی اور حاشیہ دوسری طرف ہوتا تو میں اپنی جگہ چھوڑ کر دوسری طرف آ کر حاشیہ پڑھ لیتا تھا۔ حدیث کی کتاب کو میں نے کبھی اپنے تابع نہیں کیا۔''

تیر چلانے والے کے قرب میں

اس پر ایک حکایت یاد آئی کہ افلاطون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے پوچھا کہ ''آسمان کمان ہو اور دنیا کی مصیبتیں نیزے ہوں اور خدا تعالیٰ نشانہ لگانے والے ہوں تو آدمی کہاں جا کر بچے۔''

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ ''تیر چلانے والے کے پاس جا کھڑا ہو، کیونکہ تیر دور والے پر چلاتے ہیں، کہنے لگا کہ بے شک آپ نبی ہیں، ایسا علم نبیوں ہی کا حصہ ہے۔ تو جب خدا تعالیٰ نزدیکی ہوگی تو حقیقت میں جس کا نام مصیبت ہے وہ نہیں آ سکتی، یعنی تکلیف نہ ہوگی، چاہے صورت مصیبت کی ہو مگر دل میں بالکل خوش ہوگا۔

یہ طشت بھی تم لے لو

حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے مکہ مکرمہ میں ایک دکاندار کے پاس اپنا طشت گروی رکھ دیا۔ جب اس کو واپس لینے کا وقت آیا تو دکاندار نے دو طشت آپ کے سامنے رکھ دیئے اور کہا کہ ان دونوں میں جو آپ کا ہو، لے لیجئے۔ حضرت امام رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اپنے طشت کا پہچاننا میرے لئے مشکل ہے، لہذا یہ دونوں طشت تم ہی اپنے پاس رہنے دو۔

امام صاحب نے رہن کا روپیہ اس کو دے دیا۔ دکاندار نے کہا۔ ''حضرت! میں تو آپ کی آزمائش کر رہا تھا۔ یہ رہا آپ کا طشت!''

امام صاحب نے فرمایا "اب میں نہیں لوں گا۔" یہ کہہ کر طشت چھوڑ کر چلے گئے۔

بخل اور غصہ سے اللہ کی پناہ مانگئے

وہب بن منبہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بنی اسرائیل میں ایک عابد تھا۔ شیطان نے اسے بہکانا چاہا، مگر کامیاب نہ ہوا۔ عابد ایک دن کہیں باہر گیا۔ شیطان بھی اس تاک میں اس کے ساتھ ہولیا کہ شاید کوئی موقعہ ملے۔ چنانچہ شہوت اور غضب کے ذریعے اسے بہکانا چاہا۔ مگر ناکام رہا۔ پھر ڈرانے کی صورت اختیار کی اور پتھر کی ایک چٹان اس کے سر کے قریب کردی۔ عابد نے اللہ کا نام لیا، وہ دور ہٹ گئی۔ پھر یہ شیر اور درندوں کی شکلوں میں ظاہر ہونے لگا۔ مگر عابد اللہ کے ذکر میں لگا رہا اور ادھر دھیان تک نہ دیا۔

پھر اس نے سانپ کی شکل بنائی۔ عابد نماز پڑھتا تھا۔ یہ اس کے پاؤں سے لپٹنے لگا۔ حتیٰ کہ جسم پر سے ہوتا ہوا سر تک پہنچ گیا۔ وہ سجدہ کا ارادہ کرتا۔ یہ اس کے چہرہ پر لپٹ جاتا۔ وہ سجدہ کے لئے سر جھکاتا یہ لقمہ بنانے کے لئے منہ کھول دیتا، مگر وہ اسے ہٹا کر سجدہ کرنے میں کامیاب ہوگیا۔ نماز سے فارغ ہوا تو شیطان کہنے لگا کہ "یہ سب حرکتیں تیرے ساتھ میں نے ہی کی ہیں، مگر میں کسی میں بھی کامیاب نہ ہوسکا۔ اب تو میرا ارادہ ہے تیرے ساتھ دوستی لگالوں اور آج کے بعد تجھے بہکانے کا خیال تک بھی دل میں نہ لاؤں۔"

عابد نے کہا "ہرگز نہیں، اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ نہ تو پہلے تیرے ڈرانے سے مجھے کوئی خوف ہوا اور نہ ہی آج تیری دوستی کی مجھے حاجت ہے۔"

شیطان کہنے لگا کہ "اپنے اہل وعیال کا حال مجھ سے پوچھ کہ تیرے بعد ان پر کیا گزرے گی؟"

عابد نے جواب دیا کہ "میں تو اس وقت مرچکا ہوں گا۔"

شیطان کہنے لگا کہ "پھر یہی پوچھ لے کہ میں بنی آدم کو کیسے گمراہ کرتا ہوں۔"

عابد نے کہا "ہاں یہ بتادے کہ انہیں گمراہ کرنے میں تو کیسے کامیاب ہوتا ہے؟"

کہنے لگا "تین چیزوں سے۔ بخل سے، غصہ سے اور مدہوشی سے۔ ایک انسان جب بخیل ہوتا ہے تو ہم اس کا مال اس کی نگاہوں میں قلیل دکھاتے ہیں۔ جس سے وہ حقوق واجبہ میں صرف کرنے سے رک جاتا ہے اور لوگوں کے مال میں رغبت کرنے لگتا ہے اور جب کوئی آدمی غصہ کا مریض ہوتو اسے اپنی جماعت میں یوں گھماتے اور چکر دیتے ہیں جیسے بچے کھیل کے دوران گیند کو ادھر پھینکتے اور گھماتے ہیں۔ ایسا شخص خواہ اپنی دعاؤں سے مردوں کو زندہ کرنا بھی جانتا ہو مگر ہم اس سے مایوس نہیں ہوتے، وہ جو چاہے بنالے، ہم ایک ہی کلمہ سے اسے بگاڑ دیں گے اور جب کوئی شخص

مدہوش ہوتا ہے تو ہم اسے ہر برائی کی طرف پکڑ کر یوں لے جاتے ہیں جیسے کوئی بکری کو کان سے پکڑ کر جہاں چاہے لے جائے۔"

اس گفتگو میں شیطان نے یہ بات بتائی کہ غضبناک آدمی شیطان کے ہاتھ میں یوں ہوتا ہے جیسے گیند بچوں کے ہاتھ میں۔ لہٰذا غصہ والے شخص کو چاہئے کہ صبر و تحمل سے کام لے تاکہ شیطان کے ہاتھوں اسیر نہ ہو اور وہ اس کے اعمال کو ضائع کر کے رکھ دے۔

درگذر

ایک دفعہ ہارون الرشید کا ایک بیٹا غصے میں بھرا ہوا باپ کے پاس آیا اور کہا کہ "فلاں سپاہی کے لڑکے نے مجھے ماں کی گالی دی ہے۔"

ہارون الرشید نے ارکان دولت سے پوچھا کہ ایسے آدمی کو کیا سزا دینی چاہئے۔ ایک نے زبان کاٹنے کی رائے دی اور ایک دوسرے نے جائیداد کی ضبطی اور ملک بدر کرنے کی سزا تجویز کی اور ایک نے اس کے قتل کا مشورہ دیا۔ ہارون الرشید نے بیٹے سے مخاطب ہو کر کہا "اے بیٹے! اگر تو اسے معاف کر دے تو تیری مہربانی ہے، اور اگر نہیں کر سکتا تو بھی اس کو ماں کی گالی دے لے۔ لیکن حد سے تجاوز نہ کرنا ورنہ پھر تیری طرف سے ظلم ہوگا اور دوسرے کی طرف سے دعویٰ۔"

نہ مردست آں بنزدیک خردمند
کہ باپیل دماں پیکا بوید
بلے مرد آنکس ست ازروئے تحقیق
کہ چوں خشم آیدش باطل نگوید

عقل مند کے نزدیک مرد وہ نہیں ہے جو مست ہاتھی سے لڑے، ہاں تحقیق کی رو سے مرد وہ ہے کہ جب اس کو غصہ آئے تو واہی تباہی نہ بکے۔ (حکایات سعدی)

کسی انسان کے پرکھنے کا معیار

حضرت لقمان حکیم رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ ''اے بیٹے، تین شخص تین موقعوں پر پرکھے جاتے ہیں۔ حلیم و بردبار آدمی غصہ کے وقت، بہادر آدمی لڑائی کے وقت اور بھائی احتیاج کے وقت۔''

کہتے ہیں کہ ایک تابعی کی ایک آدمی نے ان کے سامنے تعریف کی۔ یہ کہنے لگے ''اے اللہ کے بندے! تونے میری تعریف کس وجہ سے کی ہے؟ کیا تونے مجھے غصہ کی حالت میں بردبار پایا ہے؟''

کہنے لگا ''نہیں۔''

کہنے لگے ''تو کیا پھر کسی سفر میں میرا تجربہ کیا ہے؟ اور مجھے اچھے اخلاق والا دیکھا ہے؟''

وہ بولا ''نہیں۔''

کہنے لگے ''تو کیا پھر کوئی امانت رکھ کر میرا تجربہ کیا ہے اور مجھے امین پایا ہے؟''

اس شخص نے جواب دیا ''نہیں۔''

فرمانے لگے ''پھر تو بہت افسوس کی بات ہے، کسی شخص کو دوسرے کی تعریف اس وقت تک زیبا نہیں جب تک ان تین باتوں میں اس کو پرکھ نہ لے۔''

ایک عابد کی دلہن کا واقعہ:

عبدالعزیز بن رواد مکی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۵۹ھ۔ عابد و زاہد محدث و صوفی تھے۔ حضرت عکرمہ و سالم رحمہا اللہ تعالیٰ سے حدیث روایت کرتے تھے۔ ان کے عابد ہونے کی شہادت حضرت عبداللہ بن مبارک کی کافی ہے، جنہوں نے فرمایا ہے کہ ''کان من اعبد الناس'' یعنی حضرت عبدالعزیز بن رواد رحمۃ اللہ علیہ لوگوں میں بہت زیادہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے والے تھے۔

مشہور مورخ ابن الاہول فرماتے ہیں کہ مکہ شریف میں ایک عورت نے خواب میں جنت کی حورعین کو خانہ کعبہ کے گرد دیکھا جو دلہن بنی ہوئی تھی۔ عورت نے دریافت کیا کہ یہ کیا معاملہ ہے؟ لوگوں نے کہا کہ شیخ عبدالعزیز کی بیوی ہیں جو جنت میں اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے رکھی ہے۔ جب وہ بیدار ہوئی تو معلوم ہوا کہ آج شب میں حضرت

عبدالعزیز بن رواد انتقال کر گئے۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر اپنی ہزار ہزار رحمتیں نازل فرمائے۔ (شذرات الذہب ج ا صفحہ ۲۴۶)

شیطان کو خوف میں مبتلا کرنیوالی چیز:

شیطان ذاکر شاغل آدمی سے اس کے دل کی نورانیت کی وجہ سے ڈر رہا ہوتا ہے۔ کیونکہ وہ دل تجلیات ربانی کی گزرگاہ بن چکا ہوتا ہے۔ ابوسعید خزار رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ "میں نے خواب میں دیکھا کہ شیطان نے مجھ پر حملہ کیا۔ میں نے جواب میں ایک لکڑی اٹھائی اور اسے مارنا شروع کر دیا۔ اس نے اس کی کوئی پرواہ نہ کی۔ اس وقت غیب سے آواز آئی کہ یہ مردود اس لکڑی سے نہیں ڈرتا بلکہ یہ دل کے نور سے ڈرتا ہے۔" گویا جس کا دل جتنا زیادہ نورانی ہوگا، شیطان اتنا ہی اس بندے سے ڈرے گا۔"

میں اسی لائق ہوں:

ابراہیم بن ادہم رحمتہ اللہ علیہ نے جب سلطنت چھوڑی تو ایک باغ میں ملازمت کر لی، کوئی سپاہی آیا۔ اس نے کچھ پھل مانگے۔ آپ نے فرمایا کہ "میں تو ملازم ہوں، اس لئے مجھے پھل دینے کا اختیار نہیں۔"

سپاہی نے آپ کو کوڑا مارا۔ آپ نے سر آگے بڑھا کر کہا "اضرب رأسا طالما عصی اللہ (اس سر کو مارو، اس نے اللہ کی بہت نافرمانی کی ہے۔)"

اگر آپ ذرا سا اشارہ کر دیتے کہ کون ہیں تو سپاہی کا کیا حال ہوتا۔ مار کھا کر بھی مزید ظلم سے بچنے کے لئے بتایا نہیں، بلکہ خود کو اس لائق سمجھ رہے ہیں کہ اور بھی مارا جائے۔

اصل نماز کا حق ہی ادا نہیں کرتے:

ڈاکٹر عبدالحیٰ صاحب نے فرمایا "بعض نادان کہتے ہیں کہ بعض لوگ نماز بھی پڑھتے ہیں، اور دنیا بھر کے خرافات میں بھی مبتلا ہیں۔ نماز بھی پڑتے ہیں، ٹیلی ویژن بھی دیکھتے ہیں، فضولیات اور لغویات بھی کرتے جاتے ہیں۔ جھوٹ بھی بولتے ہیں، غیبت بھی کرتے ہیں۔ وعدہ شکنی بھی کرتے ہیں۔ اہل تعلقات سے بدمعاملگی بھی ہوتی جاتی ہے، تو پھر ایسی نماز سے کیا فائدہ؟

سنئے! پہلی بات تو یہ ہے کہ ہم نماز کا حق جیسا چاہئے وہ ادا ہی نہیں کرتے، پھر یہ بھی ہے کہ منکرات ولغویات ترک کرنیکا ہم ارادہ ہی نہیں کرتے یا ان منکرات کو ہم گناہ ہی نہیں سمجھتے تو پھر توبہ کی بھی توفیق نہیں ہوتی۔ مگر میں کہتا ہوں اور آپ خود اس کا اندازہ کر کے دیکھیں کہ ایک مسلمان خواہ کیسی ہی نماز پڑھتا ہو، بے نمازی سے اس کی دینی حالت پھر بھی بہتر ہوگی۔ پھر اس پر بھی غور کیجئے کہ کتنے گناہ کبیرہ ہیں کہ لوگ اس میں مبتلا ہیں، مگر ہم اور آپ ہیں کہ ان

P-36
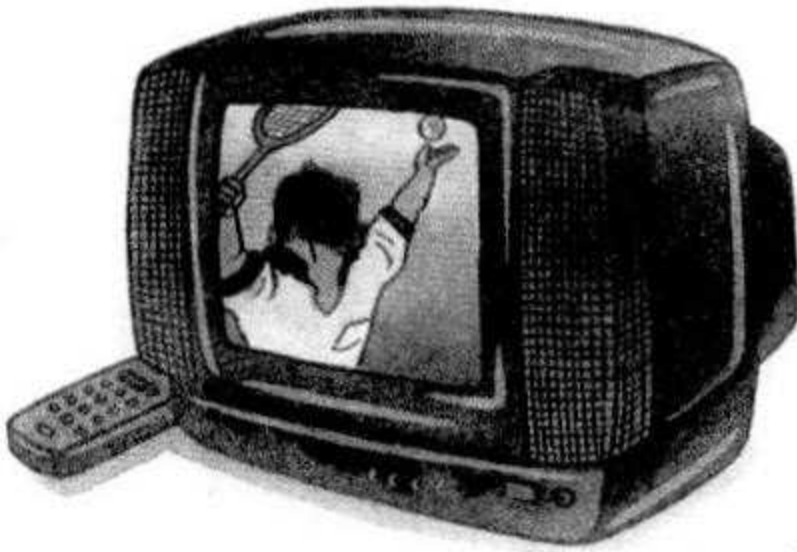
سے بالطبع نفرت کرتے ہیں۔ پھر بہت سے ایسے گناہ ہیں جن میں ہم اور آپ نفس و شیطان سے مغلوب ہو کر مبتلا ہو جاتے ہیں۔ مگر پھر تنبہ ہوتا ہے تو توبہ و استغفار کی توفیق ہو جاتی ہے، یہ بھی نماز ہی کی برکت ہے اور یہی برکت فلاح دارین کا باعث ہے۔

اکثر لوگ کہتے ہیں کہ اتنے دنوں سے دعائیں مانگ رہے ہیں، قبول نہیں ہوتیں۔ اتنے دنوں سے وظیفے پڑھ رہے ہیں، ان کا کوئی اثر نہیں ہوتا، اتنے دنوں سے نماز پڑھ رہے ہیں، نماز میں دل نہیں لگتا۔ جب نفس و شیطان غالب ہو جاتا ہے تو نماز بھی ترک کر دیتے ہیں۔ اول تو عقیدہ ہی فاسد ہے کہ نماز اور وظائف اس لئے ہے کہ ان کی برکت سے ہمارے دنیاوی مقاصد پورے ہوتے رہیں، نماز تو اللہ تعالیٰ کا حکم ہے، تم پر فرض ہے کہ نماز پڑھو، تم کو حکم ہے کہ دعا کرو، اس لئے ہر حال میں حکم الٰہی کی تعمیل تم کو کرنا پڑے گی۔ خود کوئی بھی حالت ہو، جب تم نے ان کے حکم کی تعمیل کر لی، خواہ طوعاً و کرھاً ہی سہی تو پھر اللہ تعالیٰ کی شان رحمانیت تم کو دنیا کی کسی سعادت سے محروم نہ رکھے گی۔

شیطان کا راستہ روکنے والے روزہ دار کی سانس

ایک بزرگ مسجد کی طرف گئے تو آپ نے مسجد کے دروازے پر شیطان کو حیران پریشان کھڑے ہوئے دیکھا۔ انہوں نے شیطان سے پوچھا ''کیا بات ہے؟''

تو شیطان نے کہا ''اندر دیکھئے۔''

انہوں نے اندر دیکھا تو مسجد کے اندر ایک شخص نماز پڑھ رہا تھا اور ایک آدمی مسجد کے دروازے کے قریب سو رہا تھا۔ شیطان نے بتایا کہ ''وہ جو اندر نماز پڑھ رہا ہے اس کے دل میں وسوسہ پیدا کرنے کے لئے میں اندر جانا چاہتا ہوں۔ لیکن وہ جو دروازے کے قریب سو رہا ہے، یہ روزہ دار ہے، یہ سویا ہوا روزہ دار سانس لیتے ہوئے جب سانس باہر نکالتا ہے تو اس کی سانس میرے لئے شعلہ بن کر مجھے اندر جانے سے روک دیتی ہے۔ میں اس پریشانی میں کھڑا ہوں۔''

(روض الفائق مصری، صفحہ ۲۶)

بیت اللہ کو گرا دینے سے زیادہ سنگین گناہ

ابن ماجہ میں ایک حدیث ہے کہ ایک مرتبہ حضور اقدس ﷺ بیت اللہ شریف کا طواف فرما رہے تھے، طواف کرتے ہوئے آپ ﷺ نے بیت اللہ سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ:

''اے بیت اللہ! تو کتنا عظیم ہے، تیری قدر و منزلت کتنی عظیم ہے کہ اس روئے زمین پر اللہ تعالیٰ نے تجھے اپنا گھر قرار دیا، تیری حرمت کتنی عظیم ہے۔ لیکن اے بیت اللہ! ایک چیز ایسی ہے جس کی حرمت تیری حرمت سے بھی زیادہ ہے، وہ مسلمان کی جان، اس کا مال اور اس کی آبرو ہے۔''

اگر کوئی شخص ایسا سنگدل اور شقی القلب ہو کہ وہ بیت اللہ کو ڈھا دے، العیاذ باللہ، تو ساری دنیا اس کو برا کہے گی کہ اس نے اللہ کے گھر کی کتنی بے حرمتی کی ہے، مگر سرور عالم ﷺ فرما رہے ہیں کہ اگر کسی نے کسی مسلمان کی جان، مال، آبرو پر حملہ کر دیا یا اس کا دل دکھا دیا تو بیت اللہ کو ڈھانے سے زیادہ سنگین گناہ ہے۔ لیکن تم نے اس کو معمولی سمجھا ہوا ہے اور تم دوسرے کا مذاق اڑا رہے ہو، اور اس کی وجہ سے اس کا دل دکھا رہے ہو اور تم مزے لے رہے ہو؟ ارے یہ تم بیت اللہ کو ڈھا رہے ہو، اس کی حرمت کو پامال کر رہے ہو۔ لہذا کسی کو مذاق کا نشانہ بنا لینا اور اس کا استہزاء کرنا حرام ہے۔

تکبر سے بری ہونے کی نشانیاں

حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص اپنے جوتے کی مرمت کر لیتا ہے، اپنے کپڑے کو پیوند لگا لیتا ہے اور اللہ کے لئے چہرہ کو گرد آلود کر لیتا ہے تو تکبر سے بری ہو جاتا ہے۔ ایک روایت میں حضور ﷺ کا ارشاد مبارک منقول ہے کہ جو شخص موٹا جھوٹا کپڑا پہنتا ہے اور مرمت کردہ جوتا استعمال کرتا ہے، اپنے گدھے پر سوار ہوتا ہے، اپنی بکری کا دودھ نکال لیتا ہے، اہل و عیال کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھاتا ہے، مساکین کی ہم نشینی اختیار کرتا ہے، ایسے شخص سے اللہ تعالیٰ تکبر کا نام و نشان مٹا دیتا ہے۔

چار باتیں

حضرت عبداللہ بن مبارک رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک جگہ سے گزر رہے تھے، ایک لڑکے پر نظر پڑی، جس کے چہرے بشرے سے ذہانت ہویدا تھی۔ آپ نے پوچھا "بیٹا! کچھ پڑھا بھی ہے یا یوں ہی اپنا وقت اور عمر برباد کر رہے ہو؟"

P-38

اس نے کہا کہ "کچھ زیادہ تو نہیں پڑھا، چار باتیں سیکھی ہیں۔"

آپ نے پوچھا "کونسی؟"

کہنے لگا "مجھے سر کا علم، کانوں کا علم، زبان کا علم اور دل کا علم حاصل ہے۔"

آپ نے فرمایا "مجھے بھی تو کچھ بتاؤ۔"

اس نے کہا "سر اللہ تعالیٰ کے سامنے جھکانے کے لئے۔ کان اس کا کلام سننے کے لئے۔ زبان اس کا ذکر کرنے کے لئے اور دل اس کی یاد بسانے کے لئے۔"

حضرت ابن مبارک اس کی حکمت آمیز کلام سے اتنے متاثر ہوئے کہ اس سے نصیحت کے لئے کہا۔ اس لڑکے نے کہا کہ "آپ مجھے شکل وصورت سے عالم معلوم ہوتے ہیں۔ اگر علم اللہ تعالیٰ کے لئے پڑھا ہے تو اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی سے امید نہ رکھنا۔"

P-39
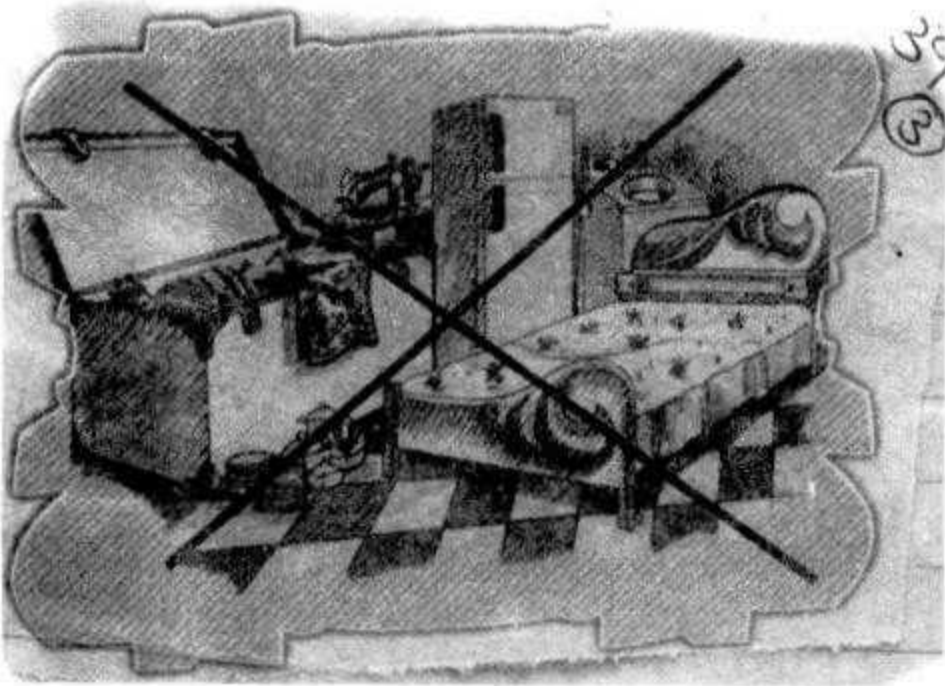
دونوں جہاں کی دولت:

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ میں ایک شخص کے اولاد نہ ہوتی تھی۔ بڑی عمر میں جا کر لڑکی پیدا ہوئی۔ فرط سرور میں یہ قسم کھا بیٹھا کہ میں اس کے جہیز میں دونوں جہان کی دولت دوں گا۔ کہنے کو تو کہہ دیا، مگر جب وقت قریب آیا تو نہایت فکر پیدا ہوئی کہ میں کیا اور میری ہستی کیا۔ دونوں جہاں کی دولت میں کس طرح اپنی لڑکی کو دے سکتا ہوں۔

ایسی پریشانی میں ہر ایک عالم کی خدمت میں حاضر ہوا کہ میں کیا کروں اور کس طرح اپنی قسم سے بری ہوسکتا ہوں۔ لیکن کہیں سے جواب نہ ملا۔ جب امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے سن کر فرمایا کہ ''تیری قسم کا نہایت سہل علاج ہے۔ اے شخص اپنی دختر کو قرآن مجید کی تعلیم دے۔ پھر رخصت کے وقت قرآن مجید اس کی بغل میں دے کر وداع کر دے۔ قسم ہے اللہ کی تو نے دونوں جہان کی دولت اپنی بیٹی کو جہیز میں دی اور تو قسم سے بری ہوا۔ یہ وہ کلام ہے جس کی برکت اور عظمت اور رحمت اور رأفت سے خشک پتھروں سے آب شیریں جاری ہو جاتا ہے۔

اصلاح کون لوگ کرسکتے ہیں

جب حضرت مولانا عبید اللہ سندھی رحمۃ اللہ علیہ نے دہلی میں ''ادارۃ المعارف قائم فرمایا تو اس وقت وہ تھانہ بھون آئے اور آ کر فرمایا کہ میں علامہ شبلی نعمانی سے ملا، انہوں نے مسلمانوں کی عام بے راہ روی، پریشانی اور مبتلائے آفات ہونے کا تذکرہ کیا۔ میں نے ان سے پوچھا کہ ''آپ کے ذہن میں قوم کی اصلاح کی تدبیر کیا ہے؟''

علامہ شبلی نے فرمایا کہ ''قوم کی اصلاح صرف وہ لوگ کر سکتے ہیں جن کا قوم پر مکمل اثر ہو اور یہ اثر بغیر تقدس کے نہیں ہوسکتا اور تقدس بغیر تقویٰ اور کثرت عبادت اور کثرت بغیر ذکر اللہ کے حاصل نہیں ہوسکتا۔''

یہ علامہ شبلی کی رائے ہے، جو بڑے جدت پسند آدمی ہیں۔ اسی جدت کی وجہ سے انہوں نے ''ندوۃ العلماء'' لکھنؤ میں قائم کیا اور دوسرے لوگوں سے مختلف طرز اختیار کیا، یہ سارے کام کیے اور لیکن رائے یہ ہے کہ قوم کی اصلاح انہی لوگوں سے ہوسکتی ہے جن میں تقدس ہو، جن میں تقویٰ، طہارت، ذکر اللہ اور عبادت ہو اور اس تقدس کا یہ اثر ہوتا ہے کہ لوگوں کے دلوں میں اعتقاد پیدا ہو جاتا ہے اور قوم ان کی بات مانتی ہے۔

یہ بات انہوں نے بہت تجربہ کی کہی ہے۔ جہاں کہیں لوگوں کی اصلاح ہوئی ہے وہ انہی لوگوں کے ذریعہ سے ہوئی ہے، جن کا اپنا عمل صحیح ہو، ورنہ چاہے کتنا بڑا محقق عالم آدمی ہو، کتنی لمبی چوڑی تقریریں کرتا ہو، وہ سب ہوا میں اڑ جاتی ہیں، اس کا کچھ اثر نہیں ہوتا۔

کھجور کے فوائد

کیا آ کو معلوم ہے کہ ایک کھجور میں آپ کو کیا کچھ ملتا ہے۔ ملاحظہ فرمائیے۔
پروٹین، چکنائی، کاربوہائیڈریٹ، کیلوریز، سوڈیم، پوٹاشیم، کیلشیم، میگنیشیم، تانبا، فولاد، فاسفورس، سلفر اور کلورین۔

روزے میں صبح سحری کے بعد شام تک کچھ کھایا پیا نہیں جاتا، اس وجہ سے جسم کی کیلوریز یعنی ہرارے مسلسل کم ہوتے جاتے ہیں۔ اس کیفیت کے لئے کھجور سے بڑھ کر مفید کوئی چیز نہیں ہے۔ یہ اس قدر بھرپور غذائیت دیتی ہے کہ جسم کی حرارت معمول پر آ جاتی ہے اور جسم طرح طرح کی بیماریوں سے بچ جاتا ہے۔ جسم کی حرارت کو اگر کنٹرول نہ کیا جائے تو یہ امراض پیدا ہوتے ہیں۔

لو بلڈ پریشر، فالج، لقوہ اور سر چکرنا وغیرہ۔

خون کی کمی کے مریضوں میں روزے سے اور زیادہ کمزوری ہو جاتی ہے۔ اس کمزوری کو فوری طور پر دور کرنے کے لئے کھجور بہترین ہے، کیونکہ کھجور میں فولاد موجود ہے۔

بعض لوگوں میں روزے سے خشکی پیدا ہوتی ہے، اس کا علاج بھی کھجور ہے، کھجور سے خشکی بھی دور ہوتی ہے۔

گرمیوں کے روزوں میں پیاس بہت زیادہ لگتی ہے۔ افطار کے وقت اگر پانی سے روزہ کھولا جائے تو یہ سرد پانی معدے میں گیس، تبخیر اور جگر کا ورم پیدا کرتا ہے۔ لیکن اگر روزہ دار کھجور سے روزہ کھولے اور پھر پانی پیئے تو ان خطرات سے بچ جاتا ہے۔ اب اس کا یہ مطلب بھی نہیں کہ کھجور صرف روزہ کھولنے کے لئے ہی ہے۔ آپ عام دنوں میں بھی اس سے بیش بہا فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ خاص طور پر کھجور سردی کے موسم میں حرارت پہنچاتی ہے۔ اس کے استعمال سے سردی کم لگتی ہے۔ جسم میں توانائی کی لہریں دوڑتی ہیں۔

ان تمام فائدوں سے بڑا فائدہ یہ کہ کھجور ہمارے رسول ﷺ کی پسندیدہ خوراک ہے۔ لہٰذا اس کا استعمال کرنا سنت پر عمل کرنا ہوگا۔ نبی اکرم ﷺ عام طور پر کھجور سے روزہ کھولتے تھے۔ ایک حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

”جس شخص کو کھجور میسر ہو، وہ اس سے روزہ افطار کرے، جسے وہ نہ ملے، وہ پانی سے کھول لے، اس لئے کہ پانی بھی پاک کرنے والا ہے۔“ (نسائی)

دن بھر روزہ رکھنے سے توانائی کم ہو جاتی ہے۔ اس لئے افطاری ایسی چیز سے کرنا چاہئے جو جلد ہضم ہونے والی اور طاقت دینے والی ہو اور یہ خوبی کھجور میں بخوبی پائی جاتی ہے۔

جنات و انسان سب مطیع

حاجی امداداللہ صاحب کی ایک حکایت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے سنی ہے کہ سہارنپور میں ایک مکان تھا، اس میں جن کا سخت اثر تھا۔ جس کی وجہ سے لوگوں نے وہ مکان چھوڑ دیا تھا۔ اتفاق سے حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کلیر سے واپس ہوئے سہارنپور تشریف لائے تو مالک مکان نے حضرت کو اسی مکان میں ٹھہرادیا کہ شاید حضرت کی برکت سے جن دفع ہو جائیں گے۔ رات کو تہجد کے واسطے جب حضرت اٹھے اور معمولات سے فارغ ہوئے تو دیکھا کہ ایک شخص سامنے آکر بیٹھ گیا۔ حضرت کو حیرت ہوئی کہ باہر کا آدمی اندر کیسے آ گیا۔ حالانکہ کنڈی لگی ہوئی ہے۔ پھر یہ کیسے آیا اور اندر کوئی تھا نہیں۔

حضرت نے پوچھا ''تم کون ہو؟''

اس نے کہا ''حضرت میں وہ شخص ہوں جس کی وجہ سے یہ مکان چھوڑ دیا گیا ہے، یعنی جن ہوں۔ میں ایک لمبی مدت سے حضرت کی زیارت کا مشتاق تھا۔ اللہ نے آج میری تمنا پوری کی۔''

حضرت نے فرمایا۔ ''ہمارے ساتھ محبت کا دعویٰ کرتے ہو اور پھر مخلوق کو ستاتے ہو، توبہ کرلو۔''

حضرت نے اس کی توبہ کرائی۔ پھر فرمایا کہ ''دیکھو سامنے حضرت حافظ ضامن صاحب تشریف رکھتے ہیں۔ ان سے بھی ملاقات کرلو۔''

اس نے کہا کہ ''نہیں حضرت، ان سے ملنے کی ہمت نہیں ہوتی۔ وہ بڑے صاحب جلال ہیں، ان سے ڈر لگتا ہے۔''

صاحبو! اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری وہ چیز ہے کہ جنات وانسان سب مطیع ہو جاتے ہیں۔

(ذکرالموت، دعوات عبدیت)

گالی کا جواب گالی سے نہیں دیا

میں نے والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ سے حضرت شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ سنا۔ ایسی بزرگ ہستی کہ ماضی قریب میں اس کی نظیر ملنی مشکل ہے۔ شاہی خاندان کے شہزادے تھے، اللہ تعالیٰ کے دین کی سربلندی کے لئے نکل پڑے اور قربانیاں دیں۔ ایک مرتبہ دہلی کی جامع مسجد میں خطاب فرما رہے تھے، خطاب کے دوران بھرے مجمع میں ایک شخص کھڑا ہوا اور کہنے لگا کہ ''(العیاذ باللہ) ہم نے سنا ہے کہ آپ حرام زادے ہیں۔''

اتنے بڑے عالم اور شہزادے کو ایک بڑے مجمع میں یہ گالی دی، اور وہ مجمع بھی معتقدین کا ہے۔ میرے والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ ہم جیسا کوئی آدمی ہوتا تو اس کو سزا دیتا، اگر وہ سزا نہ بھی دیتا تو اس کے معتقدین اس کی تکہ بوٹی کر دیتے اور کم از کم اس کوتر کی بہ ترکی یہ جواب تو دے ہی دیتے کہ تو حرام زادہ، تیرا باپ حرام زادہ، لیکن حضرت مولانا شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ جو پیغمبرانہ دعوت کے حامل تھے، جواب میں فرمایا:

”آپ کو غلط اطلاع ملی ہے، میری والدہ کے نکاح کے گواہ تو آج بھی دلی میں موجود ہیں۔“

اس گالی کو ایک مسئلہ بنا دیا، لیکن گالی کا جواب گالی سے نہیں دیا۔

توحید کا پھول ایسی جگہ نہیں مہک سکتا

حضرت خواجہ شمس الدین رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے ”محبوب حقیقی کے حضور میں پہنچنا بہت مشکل ہے، جب تک انسان حرص و بخل سے بالاتر نہ ہو لے، محبوب تک رسائی ممکن نہیں۔“ جیسا کہ کسی بزرگ نے فرمایا ہے:

گل توحید نروید بہ زمینے کہ دارد
خار شرک و حسد و کبر و ریا و کین است

”توحید کا پھول ایسی سرزمین میں چٹک کر نہیں مہک سکتا جو سراسر شرو حسد، فخر و تکبر اور بغض و ریا کے کانٹوں سے اٹی پڑی ہو۔“

صحبت رسول کے بعد نسبی رشتے کی خواہش

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی بیٹیوں کی شادی حضرت جعفر بن ابی طالب کے بیٹوں سے طے فرمائی تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملاقات ہوئی۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ”اے ابوالحسن، اپنی بیٹی ام کلثوم بنت فاطمہ کی شادی مجھ سے کر دو۔“

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ”میں نے اس کو حضرت جعفر کے بیٹے کے لئے طے کر دیا ہے تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ”اللہ کی قسم زمین پر مجھ سے زیادہ کوئی اس کو اچھی طرح رکھنے والا نہیں، اے ابوالحسن میرا

اس سے نکاح کردو۔''

تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کہ ''میں نے اس کا آپ سے نکاح کردیا اے امیر المومنین۔''

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور علیہ کی قبر اور منبر کے درمیان بیٹھے اور مہاجرین وانصاری آپ کے پاس اکٹھے ہوگئے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ''مجھے خوشخبری دو شادی کی۔''

لوگوں نے پوچھا۔ ''کس کے ساتھ اے امیر المومنین؟''

فرمایا ''ام کلثوم کے ساتھ۔ بے شک میں نے نبی کریم علیہ سے سنا ہے کہ فرماتے ہیں:

''ہر حسب ونسب (رشتہ داری) قیامت کے روز ختم ہوجائے گی، سوائے میرے حسب ونسب کے۔''

اور مجھے صحبت رسول تو پہلے حاصل ہے تو میں نے پسند کیا کہ مجھے آپ کے ساتھ نسب کا رشتہ بھی حاصل ہوجائے۔ کیونکہ یہ ام کلثوم حضور علیہ کی نواسی ہیں۔''

پھر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاں ام کلثوم سے یہ اولاد پیدا ہوئی۔ زید بن عمر، رقیہ بنت عمر۔ اور یہ زید بن عمر ہی ہیں جنہوں نے سمرۃ بن جندب کو حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس طمانچہ مارا تھا، جب انہوں نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان گھٹائی تھی۔

تکلیف سے بچانے کا اہتمام

حضرت بازید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ایک رفیق کے ساتھ جنگل میں کپڑے دھوئے۔ دھونے کے بعد ان کے ساتھی نے کہا کہ ''ان کپڑوں کو انگور کی باڑھ (ٹہنی) پر پھیلا دیں۔''

آپ نے کہا ''ہم لوگوں کی دیوار میں میخ نہیں گاڑتے۔''

ساتھی نے کہا ''اچھا درخت سے لٹکا دیں۔''

تو آپ نے فرمایا۔ ''نہیں، اس کی ٹہنیاں ٹوٹ جائیں گی۔''

ساتھی نے کہا ''تو پھر اذخر (مرچیا گند) گھاس پر پھیلا دیں۔''

تو آپ نے فرمایا۔ ''یہ چوپایوں کا چارہ ہے، ہم جانوروں سے اس کو نہیں چھپا سکتے (کپڑوں کے پھیلانے سے گھاس چھپ جائے گی)'

آخرکار آپ نے اپنی پیٹھ پر کپڑے ڈال لئے اور سورج کی طرف پیٹھ کرکے کھڑے ہوگئے۔ جب ایک رخ سے کپڑے سوکھ گئے تو ان کو الٹ دیا۔ پھر دوسرا رخ بھی سوکھ گیا۔ اس طرح آپ نے کپڑے خشک کر لئے۔

آپ مجھے پہچانتے نہیں

ایک دفعہ بصرہ کا حاکم بڑے غرور اور تمکنت کے ساتھ اکڑتا ہوا حضرت مالک بن دینار کے سامنے سے گزرا، آپ نے فرمایا ''یہ غرور کی چال بدل ڈالو۔''

حاکم بصرہ کے خدام حضرت مالک کی طرف دوڑے کہ ان کو اس گستاخی کی سزا دیں۔ لیکن حاکم نے ان کو روک دیا اور خود حضرت مالک سے مخاطب ہو کر کہنے لگا۔ ''معلوم ہوتا ہے کہ آپ مجھے پہچانتے نہیں ہیں۔''

آپ نے جواب دیا ''میں تجھے خوب جانتا ہوں، آخر کیا شے ہے تیرا آغاز، پانی کا ایک بدبودار قطرہ اور تیرا انجام بدبودار جسم ہے اور آغاز و انجام کا درمیانی وقفہ تیرے کام کرنے کا وقت ہے۔ اس دوران جیسا بوئے گا ویسا کاٹے گا۔''

حاکم بصرہ نے یہ سن کر گردن جھکالی اور چپکے سے چلا گیا۔

چغل خور

ایک شخص ایک غلام کو کسی کے ہاتھ بیچنے لگا اور بیچتے وقت خریدار سے کہہ دیا کہ اس غلام میں کچھ عیب نہیں ہے، مگر یہ کہ چغلخور ہے۔ خریدار نے کہا کہ کچھ مضائقہ نہیں۔ جب خریدار نے اس غلام کو خرید لیا تو غلام نے فساد پھیلا دیا اس طرح کہ اپنے مولیٰ کی بیوی سے جاکے کہا کہ تیرا خاوند تجھ سے محبت نہیں رکھتا، بلکہ دوسری عورت لانا چاہتا ہے۔ اس کی دوا یہ ہے کہ جب تیرا خاوند سوئے تو استرا لے کے اس کی گدی کے بال مونڈنا، اگر ایسا کرے گا تو وہ تجھ سی محبت کرے گا اور اپنے مولیٰ سے جاکے کہا کہ تیری بیوی تجھے ذبح کرنا چاہتی ہے۔

ایک روز اس کا مولیٰ یونہی آنکھ بند کر کے لیٹ گیا۔ وہ عورت غلام کے کہنے کے مطابق استرا لائی، خاوند نے آنکھ کھول کر دیکھا تو سمجھا کہ واقعی یہ عورت مجھ کو ذبح کرنے آرہی ہے۔ فی الفور اسے قتل کر ڈالا۔ جب یہ خبر اس عورت کے وارثوں کے پاس پہنچی تو انہوں نے اس آدمی کو مار ڈالا۔ اس غلام کی چغل خوری کے سبب یہ فساد عظیم واقع ہوگیا۔ (یہ حکایت احیاء العلوم کی کتاب الغیبۃ میں ہے)۔

شیخ کامل کا مجوسی کو مسلمان اور پھر شیخ کامل بنانے کا عجیب واقعہ

حضرت شیخ حاجی شریف زندنی کے دیار میں فقراء میں سے ایک شخص رہتا تھا۔ جس کی سات جواں لڑکیاں تھیں۔ وہ فقر و فاقہ میں ہمیشہ مبتلا رہتا تھا اور اس کی وجہ سے بہت پریشان اور بے بس تھا۔ ایک دن آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر اس نے عرض حال کیا۔ حضرت شیخ نے فرمایا کہ ''اے درویش! آج جتنی تکلیف اٹھاؤ گے، کل آرام پاؤ گے۔''

اس نے عرض کی کہ ''حضرت! میری طرف خاص توجہ فرمایئے کہ میں اپنی جوان لڑکیوں کے فرض سے سبکدوش ہو جاؤں۔''

P-44

حضرت شیخ کے یہاں اس وقت کچھ موجود نہ تھا۔ اس لئے انہوں نے فرمایا کہ ''آج جاؤ کل آنا۔'' حضرت شیخ کے فرمانے کے مطابق وہ واپس ہوگیا۔ واپسی میں اسے ایک آتش پرست ملا۔ اس نے پوچھا ''درویش! کیا ہے؟ کہاں جا رہے ہو؟''

اس نے جواب دیا۔ ''میری سات جوان لڑکیاں ہیں اور فرض سے سبکدوش ہونے کے لئے میرے پاس ایک پیسہ بھی نہیں۔ سخت عاجز اور بے بس ہو رہا ہوں۔ حضرت شیخ حاجی شریف کے پاس اپنی حالت بیان کرنے گیا تھا، انہوں نے کل بلایا ہے، ناامید جا رہا ہوں۔ دیکھیں کیا صورت پیدا ہوتی ہے۔''

اس مجوسی نے کہا ''اے فقیر! حضرت شیخ تو خود ہی نادار ہیں، اور تم سے بھی زیادہ فقر میں مبتلا ہیں، وہ کیا تمہیں دیں گے۔ اس لئے انہوں نے تم سے بہانہ کیا ہوگا۔ جاؤ اور ان سے کہو کہ اگر سات برس تک میری خدمت گزاری قبول کریں اور جو میں کہوں اس کو بجا لائیں تو میں سات ہزار دینار ان کو دے سکتا ہوں۔''

فقیر لوٹا اور سارا ماجرا حضرت شیخ سے کہہ سنایا۔ حضرت شیخ نے تمام باتوں کو سن کر فرمایا ''سبحان اللہ! اس سے بہتر کیا ہوگا کہ میری سات سال کی خدمت گزاری کے بدلے کسی غریب، حاجت مند کی ضرورت پوری ہو جائے۔'' پھر حضرت شیخ اس فقیر کو ساتھ لئے ہوئے اس مجوسی کے پاس پہنچے اور جو کچھ اس مجوسی نے کہا، اس کو قبول کر لیا۔

مجوسی نے قاضی شہر کے سامنے جا کر خط بندگی ان سے لکھوالیا اور سات ہزار دینا ان کو دے دیئے۔ حضرت

خواجہ نے وہ سارے دینار اس فقیر کو دیئے کہ جا کر لڑکیوں کی شادی انجام دے اور خود اس مجوسی کی خدمت گزاری کے لئے اس کے پاس ٹھہر گئے۔ اس مجوسی نے ان کے سپرد رات کی پاسبانی کی اور حضرت شیخ مستعدی کے ساتھ اس کے حکم کی تعمیل میں لگ گئے۔

وقت کا خلیفہ ان کا معتقد تھا، اس کو جو یہ خبر معلوم ہوئی اس نے فوراً سات ہزار دینار اور سات ہزار درہم حضرت خواجہ کی خدمت میں روانہ کئے اور کہلا بھیجا کہ سات ہزار دینار اس مجوسی کو دے کر اس سے نجات حاصل کریں اور سات ہزار درہم اپنی ضرورت پر خرچ فرمائیں۔ حضرت شیخ حاجی شریف زندنی نے وہ تمام دینار و درہم فقراء اور حاجت مندوں میں تقسیم کر دیئے اور کہا کہ ''میں نے سات سال تک اس مجوسی کی خدمت کرنے کا عہد کیا ہے تو مجھے پورا کرنا ہی ہے۔''

یہ خبر جب اس مجوسی کو ملی تو اس نے حضرت سے آ کر پوچھا کہ ''اے شیخ، جب خلیفہ وقت نے آپ کی خلاصی کے لئے دینار و درہم بھیجے تو پھر آپ نے اس سے فائدہ کیوں نہ اٹھایا اور اپنی خلاصی کرا لیتے تا کہ اس کڑی خدمت کی تکلیف سے بچ جاتے؟''

حضرت شیخ نے جواب دیا کہ ''تم اس محنت اور تکلیف کی لذت اور قدر کو کیا جانو، میرا اللہ فقر اور محنت کو پسند کرتا ہے اور میں اپنے خدا کو پسند کرتا ہوں۔ پھر جس میں وہ راضی ہو اسی میں میرے لئے راحت ہے۔ اللہ دلجوئی کو پسند کرتا ہے اور دلجوئی کرنے والوں کو اپنی نعمتوں سے نوازتا ہے۔''

مجوسی حضرت شیخ کی باتوں سے بہت زیادہ متاثر ہوا اور کہا کہ ''حضرت میں نے اپنی خوشی سے آپ کو آزاد کیا۔ آپ جائیے اور دلجمعی سے اپنے اللہ کے کاموں میں مشغول رہئے۔''

حضرت شیخ شریف زندنی نے فرمایا کہ ''جب تو نے مجھ کو آزاد کیا ہے تو پھر تجھ کو اللہ تعالیٰ دوزخ کی آگ سے آزاد فرمائے۔'' زبان مبارک سے اس جملہ کے نکلتے ہی وہ مجوسی اسلام کی طرف مائل ہو گیا اور فوراً کلمہ طیبہ پڑھ کر سچے دل سے مسلمان ہو گیا اور سب کچھ چھوڑ کر حضرت شیخ کی خدمت کی اور شیخ کامل بن گیا۔

(سیر الاقطاب (اردو) صفحہ ۱۲۶ تا ۱۲۸ طبع نفیس اکیڈمی، کراچی)

یہ مال ہم نے پاکستان اور عرب امارات میں فلمی کیسٹیں بیچ کر کمایا ہے

میں عشاء کی نماز پڑھنے کے لئے نکلا۔ جب گلی میں پہنچا تو ایک دروازے پر ایک آدمی ایک چھوٹے بچے کے ساتھ کھڑا تھا اور دروازے میں ایک عورت کھڑی تھی۔ وہ زوردار آواز میں بتا رہی تھی۔ جو الفاظ میں نے سنے ان الفاظ سے ایسا لگا جیسے دل پر آگ کے انگار برس رہے ہوں۔ وہ اس آدمی کو بتا رہی تھی کہ ”آج میرے بچوں کو بھارت کی سپرہٹ فلم لا دیں۔“

ہائے افسوس! مجھے بڑا دکھ ہوا بہن کی سوچ پر کاش! وہ کہہ دیتی کہ میرے بچے کو اسلامی کتاب لا کر دیں تا کہ یہ دین کو سمجھنے والا بن جائے۔ کاش! وہ کہتی میرے بچوں کو جہاد کے بارے میں بتائیں تا کہ یہ اسلام کا سچا اور پکا حفاظت کرنے والا بنے۔ بہن، کاش! تیرے منہ سے یہ الفاظ نکلتے تو میرے دل پر انگاروں کے بجائے دل کو سکون ملتا۔

P-46

لیکن آج میری ان بھٹکی ہوئی بہنوں میں اتنی سوچ کہاں؟ وہ تو ان موذی ہندوؤں کی فلمیں دیکھ کر اپنے آپ کو ان کی طرح ڈھالنا چاہتی ہیں۔ اپنے بچوں کو ان جیسا ہیرو بنتا ہوا دیکھنا چاہتی ہیں۔ کاش! تو ان کو اسلام کا ہیرو بناتی، یہ زندگی ایک انمول ہیرا ہے جسے تراشنا انسان کا اپنا کام ہے۔ کاش! تو ان کی زندگیوں کو اسلام کے لئے تراشتی۔

عالمی میڈیا کے ایک صحافی نے انڈیا کے وزیر خارجہ سے ایک انٹرویو لیا جو تمام عالمی نشریاتی اداروں نے نشر کیا جو ہماری غیرت کو جگانے کے لئے کافی ہے۔

صحافی نے وزیر سے پوچھا کہ تم نے کشمیر میں جو فوج اتاری ہے اور روزانہ کا ۵۰ سے ۶۰ کروڑ روپیہ اپنی فوج پر خرچ کرتے ہو اور حاصل کچھ بھی نہیں ہو رہا۔ اگر یہی رقم تم اپنے ملک کی تعمیر و ترقی پر لگاؤ اور اپنی معیشت کو بحال رکھو تو بہتر ہوگا۔ آج تمہارے ملک میں لاکھوں کی تعداد میں لوگ بغیر سائبان کے فٹ پاتھوں پر سوتے ہیں، ان کو جگہ مہیا کرو انہیں اعلیٰ تعلیم مہیا کرو، جس سے تمہارا ملک ترقی کی راہوں پر گامزن ہو جائے گا۔

وزیر نے عجیب جواب دیا۔ اس نے کہا ہم یہ تمام پیسہ جو کشمیر میں خرچ کرتے ہیں۔ اپنی جیب سے تو نہیں

دیتے۔ہم اپنی آڈیو اور ویڈیو فلمیں پاکستان، متحدہ عرب امارات اور دوسرے عرب ممالک میں بھیجتے ہیں اور اتنا پیسہ اس سے کما لیتے ہیں جس سے اپنی فوج کا خرچ بھی چلاتے ہیں اور اپنے ملک کی ترقی پر بھی خرچ کرتے ہیں۔

آخر کب تک؟ ہائے افسوس! میری بہنوں نے یہ بھی نہ سوچا کہ یہ پیسہ ہماری ہی عزت لٹنے پر لگے گا۔کاش! وہ سمجھ سکتی۔اے امتِ مسلمہ کی غیور مسلمان ماؤں، بہنو! تم ذرا اپنے ماضی پر تو نظر دوڑاؤ کہ تمہارا ماضی کیسا شاندار تھا وہ بھی ایک دور تھا۔

اے اماں عائشہ رضی اللہ عنہا کی بیٹیو! اے امت مسلمہ کی بہنو! تمہارے یہ مجاہد بھائی تو اس دین کی سربلندی کے لئے جان ہتھیلی پر لئے پھرتے ہیں۔جس دین نے تم ماؤں، بہنوں کو عزت دی۔جس دین نے تم کو جینا سکھایا، جس دین نے تم کو سارے حقوق دیئے۔اے امت مسلمہ کی غیور ماؤں، بہنو، بیٹیو! وہ بھی مائیں تھیں، جنہوں نے اپنے بیٹے دے دیئے وہ بہنیں جنہوں نے اپنے بھائیوں کو دین پر جان وارنے کے لئے دے دیا۔وہ بیٹیاں جو اپنے ننھے منے ہاتھوں سے مجاہدوں کے لئے دعائیں مانگا کرتی تھیں۔کیا تم بھی ان کی طرح انسان نہیں ہو کیا تم ان کے نقش قدم پر نہیں چل سکتیں۔

اے اسلام کی رکھوالیو! ذرا غور کرو۔اس دنیا پر غور کرو یہ دنیا فانی ہے۔ایک دن ختم ہو جائے گی، تم ہی ہو جو اسلام کا نام روشن کرو گی تم ہی مسلمان بیٹی ہو جو مستقبل کے ایسے بچوں کو جنم دو گی جو اسلام کا نام روشن کریں گے۔اسلام سے قبل تم کو کوئی عزت کی نگاہ سے نہیں دیکھتا تھا۔وہ اسلام ہی ہے جس نے تم کو عزت جیسا نام دیا۔رب کے لئے تم قرونِ اولیٰ جیسی ماؤں، بہنوں، بیٹیوں کے نقش قدم پر چلو! پھر دیکھو اللہ تمہیں کہاں سے کہاں تک لے جاتا ہے۔

اس رب کائنات سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ سب ماؤں، بہنوں اور بیٹیوں کو اپنی رضا والی زندگیاں نصیب فرمائیں۔

ہر انسان کی قسمت میں جو کچھ ہوتا ہے وہ اس کو مل کر رہتا ہے

ایک دن حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسجد کے دروازے پر اپنے خچر سے اترے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنا خچر ایک شخص کے حوالے کیا اور مسجد میں تشریف لے گئے۔اس شخص نے خچر کی لگام کھینچ کر نکالی اور فرار ہو گیا۔

حضرت امیر المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب مسجد سے باہر تشریف لائے تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ میں دو درہم تھے۔یہ دو درہم آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس خچر کی نگہبانی کرنے والے کو دینا چاہتے تھے۔لیکن آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دیکھا کہ سواری کا جانور لگام سے خالی ہے۔بہر حال آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ خچر پر سوار ہو کر گھر پہنچے،

اپنے غلام کو وہ دو درہم دیئے تا کہ وہ لگام خرید لائے۔

غلام بازار گیا۔ اس نے وہی لگام ایک شخص کے ہاتھ میں دیکھی، پوچھنے پر معلوم ہوا کہ ایک شخص یہ لگام دو درہم میں بیچ گیا ہے۔

غلام نے یہ بات جب حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بتائی تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

''بندہ خود صبر نہ کرنے اور عجلت سے کام لینے کی وجہ سے رزق حلال کو اپنے اوپر حرام کر لیتا ہے۔ حالانکہ جو کچھ بھی اس کی قسمت میں لکھا ہوتا ہے اس سے زیادہ اسے نہیں ملتا۔''

اس کے علاوہ اور نہ جانے وہ کیا کیا کہتی رہی۔ بس مختصر یہ کہ بیوی نے اس کے دل میں اتنا وسوسہ پیدا کر دیا کہ وہ بے چارہ خالی ہاتھ مسجد آ گیا۔ اس کے دوستوں نے پوچھا۔ ''کیا ہوا؟ تم نے دیکھا کہ ستر شیطان تمہارے ہاتھوں سے چمٹ گئے اور تمہیں صدقہ نہیں دینے دیا۔''

اس شخص نے جواب دیا۔ ''میں نے شیطانوں کو تو نہیں دیکھا، البتہ شیطانوں کی ماں کو دیکھا ہے جو کہ ایسا نہیں کرنے دیتی ہے!''

شیطان کے وسوسے ڈالنے کا طریقہ اور اس سے بچنے کا وظیفہ

ایران کے ایک گاؤں میں دو بھائی رہتے تھے۔ دونوں میں بہت زیادہ محبت تھی۔ لوگ ان کی محبت اور اخوت کی مثال دیا کرتے تھے۔ بڑے بھائی کا نام عبداللہ اور چھوٹے کا عبدالرحمٰن تھا۔ عبداللہ شادی شدہ اور چار بچوں کا باپ تھا، جبکہ عبدالرحمٰن غیر شادی شدہ تھا۔ دونوں برتن سازی کا کام کرتے تھے اور اپنے کام میں بہت ماہر تھے۔ وہ سال میں دو مرتبہ اپنے تیار کردہ برتنوں کو بیچنے کے لئے شہر جاتے اور واپسی پر اپنی ضروریات زندگی کی چیزیں خرید لاتے۔ اس کاروبار سے انہیں معقول آمدنی حاصل ہوتی تھی۔

حسب معمول دونوں بھائی برتن لے کر شہر کی طرف روانہ ہوئے۔ یہ کئی دنوں کا سفر تھا۔ ابھی وہ شہر سے ایک دن کے فاصلے پر تھے کہ دوپہر کا وقت ہو گیا۔ انہوں نے ایک سائے دار درخت کے نیچے گدھوں سے سامان اتارا۔ گدھوں کے آگے دانہ ڈالا۔ وضو کر کے نماز ظہر ادا کی اور کھانا کھانے لگے۔

کھانے سے فارغ ہوئے ہی تھے کہ انہیں ایک شخص کے چلنے کی آواز سنائی دی۔ انہوں نے دیکھا کہ گرد و غبار میں اٹا ہوا ایک شخص ان کی جانب آ رہا تھا۔ اس شخص نے قریب آ کر کہا ''اے دوستو! کیا تمہیں کسی ہم سفر کی ضرورت ہے؟''

بڑے بھائی نے جواب دیا۔ ''کیوں نہیں، ہمسفر کی وجہ سے سفر آسان ہو جاتا ہے۔''

اجنبی ان کے پاس بیٹھ گیا اور اپنے میٹھے لہجے سے دونوں کو اپنا گرویدہ بنالیا۔ کچھ دیر آرام کے بعد سفر دوبارہ شروع ہوا۔ دوران سفر اجنبی نے بڑے بھائی کو اکیلے پا کر اس سے حال احوال دریافت کیا اور باتوں باتوں میں پوچھا کہ سامان بیچنے کے بعد کیا تم دونوں برابر تقسیم کرتے ہو۔

جواب میں بڑے بھائی نے کہا ''ہاں! ہم ایسا ہی کرتے ہیں۔''

اجنبی نے کہا ''دیکھو میاں! تم بال بچوں والے ہو، تمہارا حق زیادہ بنتا ہے اور محنت میں بھی تم زیادہ شامل ہو۔ چھوٹا تو اکیلا ہے۔ کیا تم نے کبھی اس پہلو سے بھی سوچا ہے؟''

اس طرح اجنبی نے بڑے بھائی کے دل میں وسوسہ پیدا کر دیا۔ اس نے دل میں عہد کر لیا کہ اس دفعہ وہ زیادہ حصہ لے گا۔ اجنبی نے اسی طرح موقع پا کر چھوٹے بھائی سے پوچھا۔ ''سامان بیچنے کے بعد تم دونوں برابر تقسیم کرتے ہو؟''

چھوٹے بھائی نے بھی وہی جواب دیا۔ ''ہاں! ہم ایسا ہی کرتے ہیں۔''

اجنبی نے کہا ''میاں! تمہاری ابھی شادی ہونی ہے، گھر بننا ہے اور آمدنی کی تقسیم میں تم گھاٹے میں رہتے ہو، کام کاج بھی تم زیادہ کرتے ہو، بڑا بھائی تو اپنے بچوں میں مصروف رہتا ہے، اس طرح تمہارا گھر کیسے بنے گا، شادی کے اخراجات کہاں سے آئیں گے۔''

چھوٹا بھائی بھی وسوسوں کا شکار ہو گیا اور کھنچا کھنچا رہنے لگا۔ اجنبی سائے کی طرح کبھی چھوٹے بھائی کے کان بھرتا تو کبھی بڑے بھائی کے کان بھرتا۔

شہر پہنچنے کے بعد سامان بہت اچھے داموں فروخت ہو گیا۔ ضروری خریداری کرنے کے بعد دونوں بھائی جامع مسجد میں جمعۃ المبارک کی نماز پڑھنے گئے۔ امام صاحب نے خطبہ کے دوران سورۃ الناس کی تشریح فرمائی کہ شیطان کس طرح انسانی ذہنوں میں وسوسے پیدا کرتا ہے اور فرمایا کہ اگر کوئی بھی آپ سے کوئی ایسی بات کرے، جس سے آپس میں پھوٹ پڑے۔ بے اتفاقی پیدا ہو، یا حرص جاگ اٹھے تو آپ لوگ فوراً **لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم** پڑھیں۔

اس طرح وہ شیطانی وسوسہ فوراً غائب ہو جائے گا۔ دونوں بھائیوں کی سمجھ میں بات آ گئی۔ مسجد کے باہر انہوں نے اپنے دلوں کو ٹٹولا اور ایک دوسرے کے بارے میں غلط وسوسوں پر فوراً **لاحول ولا قوۃ الاباللہ العلی العظیم** پڑھا۔ اجنبی فوراً غائب ہو گیا۔ دونوں نے ایک دوسرے کو سب کچھ بتا دیا اور ایک دوسرے سے معافی مانگی۔ انہوں نے ایک دوسرے کو دل سے معاف کر دیا اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا کہ امام صاحب کو ان کی رہنمائی کا ذریعہ بنایا۔ اس کے بعد وہ امام صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان کا بھی دل سے شکریہ ادا کیا، کیونکہ انہی کی بدولت وہ شیطان کی

مکروہ چال سے بچ گئے تھے۔

آج کل کے امتحانوں کا حال

دونوں میں بڑا سخت مقابلہ جاری تھا۔ایک باؤنسر پھینکتا تو دوسرا اس پر شاندار ہک لگا کر گیند کو باؤنڈری کی راہ دکھاتا۔ پھر وہی گیند کو اس طرح سوئمنگ کرتا کہ بیٹسمین گڑبڑا کر رہ جاتا۔ کرکٹ کے اس میچ کے دوران فٹ بال بھی شروع ہوجاتی، گیند ایک کھلاڑی سے ہوتی ہوئی چند سیکنڈ میں میدان کے دوسرے کونے تک پہنچ جاتی۔کبھی [illegible] وہ مقابلہ ہاکی میچ کا منظر پیش کرتا۔ وہ مشاق سینٹر فارورڈ کی طرح تمام کھلاڑیوں کو ڈاج دے کر مخالف ٹیم کی ڈی میں جا کر ہی د[م] لیتا۔

وہ میچ کمرۂ امتحان میں جاری تھا۔ایک جانب چند نگراں امتحان تھے اور دوسری جانب طالب علم۔ایک طالب علم کو تو کیپٹن کی حیثیت حاصل تھی وہ مسلسل کارتوس استعمال کررہا تھا، لیکن نگران امتحان کو مکمل یقین نہیں تھا کہ وہ واقعی نقل کررہا ہے۔ چھ فٹ تو اس کا قد ہوگا اور جسم بھی انتہائی کسرتی۔ سچ پوچھئے تو نگراں امتحان کی اس پر ہاتھ ڈالنے کی ہمت بھی نہیں ہورہی تھی۔کھلاڑیوں میں آنکھوں ہی آنکھوں میں پیغامات کے تبادلے ہورہے تھے۔کبھی کبھی نگراں امتحان کو سخت غصہ آتا تو وہ ''کیپٹن صاحب'' کے قریب خالی نشست پر جا بیٹھتے، اس وقت کیپٹن صاحب کی حالت دیکھنے سے تعلق رکھتی تھی۔ان کا قلم رک جاتا تھا۔

P-49

جیسے ہی نگراں امتحان اپنے ساتھیوں سے گپیں ہانکنے لگتے، وہ پھر چھپائی میں مصروف ہوجاتا۔کیپٹن صاحب نے کئی سوالات حل کرلئے، وہ چونکہ کیپٹن تھے، اس لئے اپنے ساتھیوں کی مدد بھی ان کے فرائض میں شامل تھی، جب کبھی نگران امتحان کی توجہ، ان پر سے کم ہوتی، وہ اپنا کام دکھادیتے۔

عجیب وغریب میچ تھا۔ٹیمیں دو تھیں، لیکن ایک ٹیم مقابلے کے ساتھ ساتھ امپائرنگ کے فرائض بھی انجام دے رہی تھی۔لوگ کہتے ہیں کہ بیٹنگ کرنے والی ٹیم مزے میں ہوتی ہے۔لیکن یہاں تو فیلڈنگ کرنے والی ٹیم زیادہ فائدے

میں تھی۔ چائے اور سگریٹ کے دور چل رہے تھے۔ کلاس میں موجود کھلاڑیوں کے درمیان ٹیم اسپرٹ دیکھنے سے تعلق رکھتی تھی۔ وہ کھلاڑی، جو پڑھنے کے دوران باہم گتھم گتھا ہو جاتے تھے، دوران امتحان باہم ایسے شیر وشکر دکھائی دے رہے تھے کہ بس کچھ نہ پوچھو۔ بھائی چارے اور اخوت کے جذبات چھلک رہے تھے۔ ایک کی جانب سے ہلکا سا اشارہ ہوتا تو دوسرا خفیہ جیبوں میں موجود سارا خزانہ نچھاور کرنے کے لئے تیار تھا۔

نگران امتحان اور طلبہ کے درمیان سورج کی روشنی میں آنکھ مچولی جاری تھی۔ کیپٹن صاحب کو نہ جانے کیا سوجھی، انہوں نے نگراں امتحان کو چھوٹی انگلی دکھائی۔ نگراں امتحان نے اثبات میں سر ہلایا۔ اب کیپٹن صلاحب میدان سے باہر چلے گئے، نگراں امتحان مسلسل کلاس میں چہل قدمی کرتے رہے۔ ادھر تانکا، ادھر جھانکا، تانک جھانک چلتی رہی۔ اتنی دیر میں کیپٹن صاحب واپس آ گئے۔

ابھی کیپٹن کو دوبارہ قلم سنبھالے، چند ہی منٹ گزرے ہوں گے کہ نگران امتحان ان پر عقاب کی طرف جھپٹے۔ نگران امتحان نے کیپٹن صاحب سے کہا کہ "سیدھے موزے سے غالب نکالو" کیپٹن صاحب کے پاس کوئی چارہ نہ تھا۔ انہوں نے سیدھا موزہ اتارا تو اس میں اس سے غالب برآمد ہوئے۔ نگران امتحان نے ایک اور حملہ کیا "قمیض کی بائیں جیب سے میر تقی میر کی غزلوں کی تشریح نکالو"

ٹھیک اسی جگہ سے تشریح برآمد ہوگئی۔ نگراں امتحان کی حوصلہ افزائی ہوئی تو انہوں نے بڑا حملہ کردیا "پینٹ کی چور جیب سے اقتباسات، خلاصے اور مرکزی خیال برآمد کرو" کیپٹن صاحب نے وہ تمام کارتوس ان کے حوالے کردیئے۔ نگران امتحان جو کہہ رہے تھے، کاغذات ایسی ترتیب سے برآمد ہو رہے تھے۔ پوری کلاس حیرانی سے یہ منظر دیکھ رہی تھی۔ کیپٹن صاحب سے رہا نہ گیا۔ انہوں نے نگران امتحان سے پوچھا۔ "سر! صرف یہ بتا دیجئے کہ آپ کو ان کارتوسوں کا پتہ کیسے چلا؟"

نگران امتحان مسکرائے، انہوں نے کہا کہ "جب تم کمرے سے باہر گئے تھے تو میں نے تمہاری جیومیٹری باکس سے تمام کارتوسوں کی یہ فہرست برآمد کرلی تھی۔" پوری کلاس کے چہرے فق تھے۔ کیپٹن صاحب گڑگڑا رہے تھے۔ منت سماجت کر رہے تھے۔ لیکن ان سے پرچہ واپس لے لیا گیا تھا اور بقیہ کارروائی جاری تھی۔ شاید کیپٹن صاحب کو تین سال تک امتحان میں بیٹھنے کے لئے نااہل قرار دے دیا جائے۔

عجیب میچ تھا، میچ کا اختتام بھی انوکھا تھا۔

خلیفہ وقت کی حالتِ عجیب

حضرت عمر بن عبدالعزیز کی زوجہ محترمہ کو ان کے والد خلیفہ عبدالملک بن مروان نے ایک بیش قیمت گوہر دیا تھا۔ عمر بن عبدالعزیز جب امیر المومنین بنے تو انہوں نے فرمایا۔ ''اپنا تمام زیور بیت المال میں داخل کردو ورنہ میں تم سے الگ ہو جاؤں گا۔ کیونکہ مجھے گوارا نہیں کہ تم اور تمہارے زیور (جو رعایا کے روپے سے بنے ہیں) اور میں ایک گھر میں رہ سکیں۔'' وہ بھی نیک بخت بیوی تھی۔ اس نے سارا زیور بیت المال میں داخل کر دیا۔

عمر بن عبدالعزیز کے بعد جب یزید بن عبدالملک بادشاہ ہوا تو اس نے اپنی بہن یعنی آپ کی زوجہ محترمہ سے کہا۔ ''آپ چاہیں تو اپنا زیور واپس لے سکتی ہیں۔''

انہوں نے فرمایا۔ ''جو چیز اپنی خوشی سے میں ان کی حیات میں داخل خزانہ کر چکی ہوں، اب ان کے بعد واپس لے کر کیا کروں گی۔''

عمر بن عبدالعزیز کے صاحبزادے کہتے ہیں کہ مجھ سے ابو جعفر منصور (خلیفہ دوم عباسیہ) نے پوچھا ''تمہارے والد کی کیا آمدنی تھی؟''

کہا ''کل چار سو دینار۔ یہ آمدنی رفتہ رفتہ کم ہو رہی تھی۔ اگر وہ اور زندہ رہتے تو اور بھی کم ہو جاتی۔''

عمر بن مہاجر (جن کو آپ نے کوتوال شہر مقرر کیا تھا) کہتے ہیں، آپ کی تنخواہ دو درہم روزانہ مقرر تھی۔ آپ کا چراغ دان تین لکڑیوں کو کھڑا کر کے اس پر مٹی رکھ کر بنایا جاتا تھا۔ جب اراکین سلطنت آپ کے پاس رات کو جمع ہوتے اور معاملات سلطنت میں گفتگو کرتے تو آپ بیت المال کا چراغ جلائے رکھتے جب دربار برخاست ہو جاتا تو اس کو گل کر کے اپنا چراغ جلا لیتے۔

جب آپ خلیفہ ہوئے تو آپ نے گھر کے اخراجات کم کر دیئے، گھر سے شکایت ہوئی۔ آپ نے فرمایا ''میری تنخواہ میں اس قدر وسعت نہیں ہے کہ تمہارا سابق خرچ جاری رکھوں۔ باقی رہا بیت المال اس میں تمہارا بھی اتنا ہی حق ہے جتنا اور مسلمانوں کا۔''

ایک دن بنو مروان یعنی شاہی خاندان کے لوگ آپ کے رشتہ برادری والے آپ کے مکان پر آئے، آپ کے بیٹے سے ملے اور کہا ''خلیفہ سے جا کے کہو کہ آپ سے پہلے جس قدر خلفائے ہوئے ہیں، سب ہمارے لئے عطایات اور جاگیریں مخصوص کرتے رہے ہیں۔ آپ نے ہم پر تمام چیزیں حرام کر دیں، کیا بوجہ قربت بھی ہمیں کچھ نہیں پہنچتا۔''

آپ نے جواب دیا ''جاگیریں اس لئے بند ہیں اور عطایا اس لئے موقوف ہیں کہ بیت المال میں غریبوں اور

امیروں سب کا روپیہ جمع ہے۔ تمہیں جاگیریں دے دوں اور روپیہ تمہارے عیش وعشرت کے لئے وظیفوں کی صورت میں بانٹ دوں تو یتیموں، بیواؤں، مسکینوں اور حقداروں کو کیا دوں اور خدا کی نافرمانی کر کے قیامت کے عذاب سے کس طرح نجات حاصل کروں۔ باقی رہا حق قرابت تو میرے نزدیک اس معاملے میں تم اور ایک ادنیٰ مسلمان (جس کو تم ادنیٰ سمجھتے ہو) برابر ہو۔''

جریر بن خطفی نے ایک مرتبہ آپ کی شان میں قصیدہ پڑھا۔ جس میں حسن طلب کی جھلک آ رہی تھی۔ آپ نے اشعار سننے کے بعد فرمایا ''مشکل یہ ہے کہ قرآن شریف کی رو سے تمہارا کوئی حق بیت المال پر ثابت نہیں ہوتا۔''

جریر نے عرض کیا ''امیر المومنین میں بحیثیت مسافر حقدار ہوں۔''

یہ سن کر آپ نے اپنی جیب خاص سے اس کو پچاس دینار عطا فرمائے۔

بنی مروان چونکہ آپ سے ناراض رہتے تھے، اس لئے آپ نے وہ تمام روپیہ جو سالانہ وظیفوں اور مختلف بے محل عطیات میں انہیں ملتا تھا، موقوف کر دیا تھا۔ آپ ان سے کہتے تھے کہ بیت المال پر میرا کوئی حق، قبضہ اور دخل نہیں ہے۔ میں اس کا نگراں محافظ اور امین ہوں۔ یہ غریبوں اور یتیموں کا مال ہے۔ یہ عطایا کی صورت میں تقسیم نہیں ہوتا۔ جو مال غصب کیا ہوا تھا وہ بھی آپ نے واپس لے کر بیت المال میں داخل کرایا۔

آخر ایک نیک نہاد خلیفہ کے (جس کے عہد خلافت کو خلافت راشدہ میں تسلیم کیا جاتا ہے اور جن کے انتقال پر حضرت خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا۔ ''آج دنیا کا سب سے بہتر آدمی اٹھ گیا'' قتل کی سازش کی گئی اور ایک غلام کو زہر خوردنی پر آمادہ کیا گیا۔ مدت خلافت دو سال پانچ ماہ سے زیادہ نہ تھی۔

انتقال سے پیشتر آپ نے اس غلام کو اپنے پاس بلایا جس نے آپ کو زہر دیا۔ فرمایا ''تو نے مجھے زہر دے دیا، آخر کس طمع نے تجھے اس فعل پر برانگیختہ کیا؟''

اس نے کہا ''آپ کے بھائی بندوں نے ایک ہزار دینار دیا ہے اور آزاد کرنے کا وعدہ بھی کیا ہے۔''

آپ نے فرمایا ''ہزار دینار کہاں ہیں؟''

کہا ''گھر میں ہیں؟''

ارشاد ہوا ''جلد لاؤ''

وہ غلام جب دینار لے آیا تو آپ نے اس تمام کو بیت المال میں داخل کر دیا کہ یہ سب غریبوں کا چھینا ہوا روپیہ ہے، یہ غریبوں ہی کے خزانے میں جانا چاہئے۔ پھر غلام سے کہا ''اب یہاں سے بھاگ جاؤ، اس طرح کہ کسی کو نظر نہ آسکو۔''

پاکستان کے بارے میں ایک انگریز کی مسٹر جے لارڈ سے گفتگو

ایک انگریز نے اپنے ماتحت سے کہا ''مسٹر جے لارڈ؟''

''جی سر......''

''ہم ۱۴ اگست کو پاکستان آزاد کر رہے ہیں۔''

''کیا مطلب سر؟''

''میرا مطلب یہ ہے کہ ہم پاکستان بنا رہے ہیں۔''

''سر! آپ پاکستان بنا رہے ہیں، کیا اس کا نتیجہ اچھا ہوگا؟''

''کیا کہنا چاہتے ہو؟''

''سر! یہ ٹھیک ہے کہ مسلمان پاکستان کا مطالبہ کر رہے ہیں، لیکن کیا پاکستان بنانا ہمارے مفاد میں ہوگا؟ ایک ایسا ملک جس میں مسلمان اپنی مرضی سے رہیں گے۔''

''میں تمہارا اندیشہ سمجھ گیا ہوں مسٹر جے لارڈ''

''تو پھر سر......؟''

''بھئی! ہم مسلمانوں کا جوش ٹھنڈا کرنے کے لئے انہیں صرف زمین کا ایک ٹکڑا دیں گے، ان کے ہاں قانون ہمارا ہی چلے گا۔''

''اوہ......ویل ڈن سر۔''

''مزید سنو......قانون ہمارا ہوگا، اس پر عمل کرانے والے بھی ہمارے لوگ ہوں گے۔ اس ملک میں اسلام صرف نام کا رہ جائے گا۔''

''لیکن سر......ان کے رہنماء علامہ شبیر احمد عثمانی اور دوسرے علماء کیا ایسا ہونے دیں گے؟''

''اس کی فکر مت کرو، ایسے لوگوں کو کچل دیا جائے گا، حکومت وہی آدمی کرے گا، جو صرف ہمارے اشاروں پر ناچے گا۔''

''سر! لیکن ہمیں خطرہ تو بہرحال ہر وقت ہوگا، آخر وہ مسلمانوں کا ملک ہوگا، مذہبی لوگ کسی بھی وقت پانسہ پلٹ سکتے ہیں، وہ اقتدار پر قابض ہو سکتے ہیں......سر! اگر ایسا ہوا تو کیا ہوگا، آپ ان مذہبی رہنماؤں کو دیکھ تو رہے ہیں۔''

''تمہارا خیال ہے، وہ اقتدار پر قابض ہونے کے بعد اسلام نافذ کر دیں گے!!''

''یس سر! مجھے اسی بات کا ڈر ہے۔''

''مسٹر جے لارڈ! کیا تم ہمیں بے وقوف سمجھتے ہو، ہم ایسا نہیں ہونے دیں گے۔''

''لیکن کیسے سر...... ہم انہیں کیسے روک سکیں گے؟''

''ہم پاکستان کے لوگوں کو ان رہنماؤں سے اتنا دور کر دیں گے...... ان سے اتنا بدظن کر دیں گے کہ وہ ان کی کسی بات میں نہیں آئیں گے۔ ہم لوگوں کو علماء سے دور کر دیں گے...... ان کے درمیان اس تعلق کو ختم کر دیں گے جو اس وقت ان میں نظر آتا ہے...... اگر کوئی کسر رہ جائے تو وہ تمہیں معلوم ہے کون پوری کرے گا؟''

''نہیں سر! مجھے معلوم نہیں...... آپ بتا دیں۔''

''ارے بے وقوف! وہ کسر ہمارا میڈیا پوری کرے گا۔''

''وہ کیسے سر؟''

''مسٹر جے لارڈ! یہ بھی کوئی پوچھنے کی بات ہے بھلا۔''

''سوری سر...... میں شرمندہ ہوں سر۔''

''خدا تمہیں سو سال سے زائد عمر عطا کرے...... اس وقت تم دیکھنا، پاکستانی قوم...... سارے کے سارے مسلمان ہماری نشریات، ہمارے ریڈیو، ہماری فلموں اور ہمارے اخبارات و رسائل کے زیر اثر ہوں گے ہم ان کے ایمان ان چیزوں سے خراب کریں گے، وہ ان چیزوں میں اتنے مگن ہوں گے کہ انہیں کسی چیز کی خبر نہیں ہوگی۔ اسلام سے متعلق ان کے جذبات سو چکے ہوں گے۔ وہ اندر سے مردہ ہو جائیں گے۔

ان کی عورتیں آزاد، بے پردہ دندناتی پھرتی ہوں گی، ہماری طرز کی آزادی مانگتی ہوں گی...... تم دیکھنا مسٹر جے لارڈ! ان کی اولادیں باغی ہوں گی، ان کے دلوں سے ماں باپ کا ادب واحترام اٹھ جائے گا۔ بڑوں کی عزت ہوگی نہ چھوٹوں سے شفقت...... ان کی صبح فلم سے ہوگی اور راتیں بھی انہیں چیزوں کے درمیان کٹیں گی...... غرض ان کی حالت اتنی خراب ہوگی کہ تم اس وقت تصور بھی نہیں کر سکتے۔

مسٹر جے لارڈ! ہم ان کی ایسی حالت کر دیں گے کہ وہ ہمیں دوبارہ بلائیں گے، ایسٹ انڈیا کمپنی کو دوبارہ دعوت دیں گے کہ آؤ ہمارے ملک میں سرمایہ کاری کرو...... اب تو ہم ان لوگوں کو چھوڑ کر جا رہے ہیں، لیکن ایک دن واپس ضرور آئیں گے۔'' جے لارڈ کے چہرے پر مسکراہٹ تھی۔

انسان کی حرص

صحیح احادیث میں ایک عجیب اور پرلطف واقعہ بیان ہوا ہے، اس واقعہ سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ رحیم وکریم رب اپنے بندوں پران کی ماؤں سے زیادہ شفیق اور مہربان ہے، یہ واقعہ پڑھئے اور رب تعالیٰ کی تحمید وتسبیح بیان کیجئے۔

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

جنت میں سب سے اخیر میں داخل ہونے والا شخص اس طرح داخل ہوگا کہ کبھی وہ چلتا ہوگا، کبھی گھٹنوں کے بل گھسٹتا ہوگا اور آگ کی لپیٹ اس تک پہنچ رہی ہوگی۔ جب وہ اس سے آگے بڑھ جائے گا تو اس کی طرف متوجہ ہوکر کہے گا کہ وہ ذات بڑی بابرکت ہے جس نے مجھ کو تجھ سے نجات دی، یقیناً اللہ تعالیٰ نے مجھے وہ چیز عطا کی جو اولین و آخرین میں سے کسی اور کو اس نے نہیں دی۔ پھر اس شخص کے لئے ایک درخت نمودار ہوگا، وہ کہے گا ''اے رب! مجھ کو اس درخت کے قریب کردے تاکہ میں اس سے سایہ حاصل کروں اور اس کا پانی پیوں۔''

اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ ''اے ابن آدم! اگر میں تم کو یہ چیز عطا کردوں تو شاید تم مجھ سے اور سوال کر بیٹھو۔''

وہ کہے گا کہ ''نہیں اے رب!'' اور اللہ تعالیٰ سے عہد و پیمان کرے گا کہ اس کے علاوہ کسی اور چیز کا سوال نہیں کرے گا اور اس کا رب اس کی درخواست قبول کرلے گا اور اس کو اس درخت کے قریب کردے گا۔ حالانکہ وہ جانتا ہے کہ اس بندہ کو اس پر صبر نہیں آئے گا۔ وہ شخص اس سے سایہ حاصل کرے گا، پانی پئے گا، پھر اس کے لئے پہلے سے عمدہ ایک اور درخت ظاہر ہوگا، وہ کہے گا کہ ''اے رب! مجھ کو اس سے قریب کردے تاکہ میں اس کا پانی پیوں اور اس سے سایہ حاصل کروں، اس کے علاوہ تجھ سے سوال نہیں کروں گا۔''

اللہ تعالیٰ فرمائیں گے ''اے ابن آدم! کیا تو نے مجھ سے عہد نہیں کیا تھا کہ اور کچھ نہیں مانگو گے، اگر میں تم کو اس کے قریب کردوں تو شاید تم اور سوال کروگے؟''

بندہ عہد کرے گا کہ ''نہیں اور کچھ نہیں مانگوں گا۔'' اللہ تعالیٰ اس کو اس کے قریب کردیں گے، وہ اس سے سایہ حاصل کرے گا، پانی پئے گا، پھر جنت کے دروازہ کے پاس پہلے دو درختوں سے عمدہ درخت وہ دیکھے گا تو کہے گا ''اے

رب! مجھے اس سے قریب کردے تا کہ میں اس سے سایہ حاصل کروں اور اس کا پانی پیوں، اس کے علاوہ تجھ سے سوال نہیں کروں گا۔''

اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ'' اے ابن آدم! کیا تجھ نے مجھ سے عہد نہیں کیا تھا کہ اس کے علاوہ اور کچھ سوال نہیں کروگے؟''

وہ کہے گا کہ'' ہاں یارب! لیکن اس کے بعد اب اور مطالبہ نہیں کروں گا۔''

اس کا رب اس کی درخواست کو قبول کرے گا اور اس کو اس سے قریب کردے گا۔ لیکن وہ جانتا ہے کہ اس کو اس پر بھی صبر نہیں ہوگا، جب وہ شخص اس درخت سے قریب ہوگا تو اہل جنت کی آوازیں سنے گا، پھر کہے گا، اے میرے رب! مجھے اس میں داخل کردیجئے!''

اللہ تعالیٰ فرمائیں گے'' اے ابن آدم! آخر کب تمہارا سوال ختم ہوگا؟ کیا اگر ساری دنیا اور جو کچھ اس میں ہے تمہیں عطا کردوں تو تم خوش ہوجاؤ گے؟''

''بندہ کہے گا'' اے میرے رب! کیا آپ مجھ سے مذق کرتے ہیں، حالانکہ آپ رب العالمین ہیں؟''

ابن مسعود رضی اللہ عنہ ہنس پڑے اور کہنے لگے کہ'' کیا تم مجھ سے نہیں پوچھتے کہ میں کیوں ہنسا؟''

لوگوں نے پوچھا'' آپ کیوں ہنس رہے ہیں؟''

فرمایا: اسی طرح رسول اللہ ﷺ بھی ہنستے تھے۔ لوگوں نے سوال کیا'' یارسول اللہ ﷺ! آپ کیوں ہنس رہے ہیں؟''

فرمایا'' رب العالمین کی ہنسی کی وجہ سے، بندے کے اس قول پر کہ'' کیا آپ مجھ سے مذاق کررہے ہیں، حالانکہ آپ رب العالمین ہیں؟'' اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ نہیں، میں تم سے مذاق نہیں کررہا، لیکن میں جو چاہتا ہوں اس کے کرنے پر قادر ہوں۔''

سب سے بڑی آفت

مشہور ولی اللہ حضرت حذیفہ مرعشی رحمۃ اللہ علیہ ان کا ایک نہایت قیمتی قول ہے۔ فرماتے ہیں:

ما ابتلی أحد عصیبة اعظم علیه من قسوة قلبه

یعنی'' دل کا سخت ہونا آدمی کے لئے سب سے بڑی آفت ہے۔''

بے گناہ شخص کی قید

ابھی کل کے اخبار ہی میں، میں نے یہ خبر پڑھی کہ ایک بے گناہ شخص پینتالیس سال جیل میں گلتا سڑتا رہا، اس کا کوئی جرم نہیں تھا، اسے محض آوارہ گردی کے الزام میں جیل میں ڈال دیا گیا۔ وہ چونکہ رشوت دینے کی سکت نہیں رکھتا تھا تو اسے اپنی زندگی کے قیمتی پینتالیس سالوں کا نذرانہ پیش کرنا پڑا، وہ جیل میں گیا تھا تو نوعمر تھا، اب ایک رفاہی ادارے کی کوشش سے رہا ہوا ہے تو اس کی کمر خم ہو چکی ہے، اب اس کے بال سفید ہو چکے ہیں وہ اپنا ماضی کھو چکا ہے اور اب اس بیچارے کا مستقبل ہی کیا ہوگا۔

ہائے افسوس! بڑے بڑے قاتل اور منشیات فروش بڑی بڑی کرسیوں پر بیٹھ کر ہماری قسمت کے مالک بنے ہوئے ہیں اور ایک نوعمر بچے کو محض آوارہ گردی کے جرم میں پینتالیس سال کی سزا بھگتنی پڑتی ہے۔

آپ ﷺ کا مردہ

لڑکی کو زندہ کرنا:

شفاف اور مواہب لدنیہ میں لکھا ہے کہ حضور ﷺ نے ایک دن ایک یہودی کو اسلام کی طرف بلایا۔ یہودی نے کہا کہ ”یا حضرت! جب تک میری مری ہوئی لڑکی کو آپ زندہ نہ کریں اور وہ مردہ دختر زندہ ہو کر آپ ﷺ کی رسالت کی گواہی نہ دے، میں ہرگز مسلمان نہ ہوں گا۔“

P-56

یہ سن کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ’’اے یہودی! چل اپنی دختر کی قبر پر مجھے لے چل۔‘‘ حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہودی کے ساتھ قبرستان تشریف لے گئے۔ وہاں جا کر یہودی کی لڑکی کی قبر پر کھڑے ہو کر یہودی کی لڑکی کا نام لے کر پکارا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز سن کر قبر شق ہوئی اور قبر کے اندر سے لڑکی زندہ ہو کر پکاری ’’لبیک وسعدیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، کیا ارشاد ہے؟‘‘

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ’’اگر تیرا دل چاہے تو، تو اپنے ماں باپ کے پاس چلی آ، دنیا میں زندہ ہو کر رہ۔‘‘

عرض کیا کہ ’’حضرت، میں نے اپنے اللہ کو اپنے والدین سے زیادہ مہربان پایا ہے اور آخرت کو دنیا سے افضل دیکھا ہے۔ اس لئے آپ مجھے میری قبر میں رہنے دیں۔‘‘

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر اس کے مرجانے کی دعا کی۔ وہ دختر دوبارہ مر کر قبر میں گئی۔ یہودی یہ واقعہ دیکھ کر حیران ہوا اور کلمہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا اقرار کیا اور مردہ دختر کے والدین مسلمان ہو کر ہمیشہ کی زندگی کے مستحق ہوئے۔

کسی نبی علیہ السلام نے طنز اختیار نہیں کیا

آج سے تقریباً تیس پینتالیس سال پہلے کی بات ہے، میں اس وقت دار العلوم کراچی سے نیا نیا فارغ ہوا تھا اس وقت ایوب خان صاحب مرحوم کے دور میں جو عائلی قوانین نافذ ہوئے تھے، ان کے خلاف میں نے ایک کتاب لکھی، جن لوگوں نے ان قوانین کی حمایت کی تھی، ان کا ذکر کرتے ہوئے اور ان کے دلائل کا جواب دیتے ہوئے اس کتاب میں جگہ جگہ طنز کا انداز اختیار کیا تھا۔ اس وقت چونکہ مضمون نگاری کا شوق تھا، اس شوق میں بہت سے طنزیہ جملے اور طنزیہ فقرے لکھے، اور اس پر بڑی خوشی ہوتی تھی کہ یہ بڑا اچھا جملہ چست کر دیا۔ جب وہ کتاب مکمل ہو گئی تو میں نے وہ کتاب حضرت والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ کو سنائی، تقریباً دو سو صفحات کی کتاب تھی۔

یہ کتاب کس مقصد سے لکھی ہے؟:

جناب والدصاحب رحمتہ اللہ علیہ پوری کتاب سن چکے تو فرمایا ''یہ بتاؤ کہ تم نے یہ کتاب کس مقصد کے لئے لکھی ہے؟ اگر اس مقصد سے لکھی ہے کہ جو لوگ پہلے سے تمہارے ہم خیال ہیں، وہ تمہاری اس کتاب کی تعریف کریں کہ واہ واہ کیسا دندان شکن جواب دیا ہے، اور یہ تعریف کریں کہ مضمون نگاری کے اعتبار سے اور انشاء اور بلاغت کے اعتبار سے بہت اعلیٰ درجے کی کتاب لکھی ہے، اگر اس کتاب کے لکھنے کا یہ منشاء ہے تو تمہاری یہ کتاب بہترین ہے۔

لیکن اس صورت میں یہ دیکھ لیں کہ اس کتاب کی اللہ تعالیٰ کے نزدیک کیا قیمت ہوگی؟ اور اگر کتاب لکھنے کا مقصد یہ ہے کہ جو آدمی غلطی پر ہے، اس کتاب کے پڑھنے سے اس کی اصلاح ہو جائے، تو یاد رکھو! تمہاری اس کتاب کے پڑھنے سے ایسے آدمی کی اصلاح نہیں ہوگی، بلکہ اس کتاب کو پڑھنے سے اس کے دل میں اور ضد پیدا ہوگی۔ دیکھو! حضرات انبیاء علیہم السلام دنیا میں تشریف لائے، انہوں نے دین کی دعوت دی اور کفر اور شرک کا مقابلہ کیا، لیکن ان میں سے ایک نبی بھی ایسا نہیں ملے گا جس نے طنز کا راستہ اختیار کیا ہو۔ لہذا یہ دیکھو کہ یہ کتاب اللہ کے واسطے لکھی ہے یا مخلوق کے واسطے لکھی ہے، اگر اللہ کے واسطے لکھی ہے تو پھر اس کتاب سے اس طنز کو نکالنا ہوگا، اور اس کا طرز تحریر بدلنا ہوگا۔''

یہ انبیاء کا طریقہ نہیں ہے

مجھے یاد ہے کہ جب والد صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے یہ بات ارشاد فرمائی تو ایسا محسوس ہوا جیسے کسی نے سر پر پہاڑ توڑ دیا، کیونکہ دو سو ڈھائی سو صفحات کی کتاب لکھنے کے بعد اس کو از سر نو ادھیڑنا بڑا بھاری معلوم ہوتا ہے۔ خاص طور پر اس وقت جب کہ مضمون نگاری کا بھی شوق تھا اور کتاب میں بڑے مزیدار فقرے بھی تھے، ان فقروں کو نکالتے بھی دل کٹتا تھا، لیکن یہ حضرت والد ماجد رحمتہ اللہ علیہ کا فیض تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی توفیق عطا فرمائی اور میں نے پھر پوری کتاب کو ادھیڑا اور از سر نو اس کو لکھا۔ پھر الحمدللہ وہ کتاب ''ہمارے عائلی قوانین'' کے نام سے چھپی۔ لیکن وہ دن ہے اور آج کا دن ہے، الحمدللہ یہ بات دل میں بیٹھ گئی ہے کہ ایک داعی حق کے لئے طنز کا طریقہ اور طعنہ دینے کا طریقہ اختیار کرنا درست نہیں، یہ انبیاء علیہم السلام کا طریقہ نہیں ہے۔

سب سے اچھی اور سب سے بدترین چیزیں

کسی زمانے میں حضرت لقمان رحمۃ اللہ علیہ ایک رئیس کے غلام تھے۔ ایک دن رئیس نے انہیں حکم دیا ''ایک بکری ذبح کرو اور اس میں سے جو سب سے اچھی چیز ہو وہ پکا کر لے آؤ۔''

وہ گئے، بکری ذبح کی اور اس کا دل اور زبان پکا کر لے آئے۔ دوسرے دن رئیس نے پھر حکم دیا ''ایک بکری ذبح کرو اور اس میں جو سب سے بدترین چیز ہو وہ پکا کر لے آؤ۔'' وہ گئے، بکری ذبح کی اور دل اور زبان ہی پکا کر لے آئے۔ یہ دیکھ کر رئیس نے تعجب سے پوچھا ''یہ کیا؟ میں نے بہترین چیز پکا کر لانے کے لئے کہا تو آپ دل اور زبان پکا کر لے آئے اور آج جب میں نے کہا کہ بدترین چیز پکا کر لے آئیں تو پھر آپ دل اور زبان پکا کر لے آئے...... بھلا یہ کیا بات ہوئی؟''

اس پر حضرت لقمان رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا! ''جناب اگر یہ دونوں چیزیں صحیح ہوں تو بہترین چیزیں ہیں، اور اگر یہ دونوں چیزیں خراب ہوں تو پھر بدترین بھی یہی ہیں۔'' رئیس ان کا جواب سن کر بہت خوش ہوا۔

مصیبت میں ہندو بنیئے کا اللہ کو پکارنا

کسی ہندو بنیئے کی ایک چونی غلاظت میں گر گئی۔ بنیئے کو گھن تو بہت آئی لیکن وہ اپنی چونی کو کسی قیمت پر بھی چھوڑنے کو تیار نہ تھا۔ دیر تک ایک پتلی سی لکڑی کی مدد سے غلاظت کو بدلتا رہا اور دعا مانگتا رہا کہ ''یا اللہ میری چونی دلا دے۔''

کسی راہ گیر نے جب یہ کلمات سنے تو حیرت سے پوچھا۔ ''لالہ جی، یہ کیا بات ہوئی، چونی کھوئی ہے تو اس کی بازیابی کے لئے اپنے بھگوان سے دعا مانگو، یہ اللہ میاں کو کیوں یاد کر رہے ہو؟''

بنیئے نے حیرت اور سنجیدگی سے راہ گیر کو گھورا اور جواب دیا۔ ''واہ جناب! آپ نے بھی ایک ہی کہی، ایک ذرا سی چونی کے لئے جو غلاظت میں گر گئی ہو اپنے بھگوان کو کیوں زحمت دوں، یہ کام مسلمانوں کے اللہ ہی سے لینا چاہئے۔''

مولانا قاسم صاحب کی سادگی

مولانا محمد قاسم صاحب کی ایک زمانہ میں دس روپیہ ماہانہ تنخواہ تھی۔ کتابیں تصحیح کرنے کا کام تھا۔ بزرگوں کا یہ حال تھا کہ دیکھنے والوں کو یہ نہ معلوم ہو کہ بہت بڑے ولی ہیں، ان کے کپڑے بھی دیکھ کر کوئی ان کو عالم یا مولوی نہیں سمجھتا تھا۔ اب تو علماء کے لباس بہت ممتاز ہیں۔ آپ ایک مرتبہ اسٹیشن پر تھانہ بھون کسی کام سے گئے تھے۔ وہاں کوئی بڑے آدمی گاڑی سے اترے۔ کوئی قلی موجود نہ تھا۔ مولانا کو دیکھ کر کوئی معمولی آدمی خیال کیا۔ آواز دی ''ادھر آؤ...... سامان اٹھاؤ'' آپ نے سر پر سامان اٹھالیا اور ساتھ ساتھ شہر کی طرف چلے۔ بستی میں داخل ہوئے تو لوگوں نے آپ کی تعظیم کی۔ دریافت کرنے پر قصہ معلوم ہوا تو اس نے معافی مانگی۔ اس رنگ کے یہ بزرگ تھے۔

بچہ تو بچہ ہی ہوتا ہے اگرچہ......:

علمائے کرام میں بعض نے بہت ہی کم عمری میں علم کے جام پہ جام پیے۔ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات زندگی میں لکھا ہے کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ تیرہ سال کی عمر میں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ بن چکے تھے۔ اس عمر میں انہوں نے درس قرآن دینا شروع کر دیا تھا۔ یہ وہ وقت تھا جب سفید بالوں والے بڑے بڑے مشائخ ان کے حلقہ درس میں بیٹھا کرتے تھے۔

ایک دفعہ درس قرآن دے رہے تھے، اسی دوران دو چڑیاں لڑتی ہوئی ان کے قریب آ کر گریں۔ یہ کم عمر تو تھے ہی...... انہوں نے اپنا عمامہ اتارا اور ان چڑیوں کے اوپر رکھ دیا۔ اب درس قرآن کے درمیان جو یہ کام کیا تو جو مشائخ بیٹھے تھے انہوں نے اس چیز کو Mind (محسوس) کیا کہ یہ ادب کے خلاف ہے۔ چنانچہ انہوں نے عمامہ اپنے سر پر رکھا اور یہ فرمایا **الصبی صبی ولو کان ابن نبی** کہ بچہ تو بچہ ہی ہوتا ہے چاہے کسی نبی کا ہی کیوں نہ ہو۔ پھر ان مشائخ کی تشفی ہوگئی کہ ہاں کم عمری کی وجہ سے ایسی باتیں ہو سکتی ہیں۔

راز کی حفاظت

عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''اگر میں نے کسی آدمی کو اپنا کوئی راز دیا، اور اس نے وہ راز ظاہر کر دیا تو میں نے اسے کبھی لعنت ملامت نہیں کی، کیونکہ جس وقت میں نے وہ راز اسے دیا تو اس وقت میرا سینہ زیادہ تنگ تھا۔ (یعنی کہ جب میں ہی اپنے راز کی حفاظت نہ کر سکا اور اسے دوسرے کے سامنے اگل دیا تو پھر دوسرے سے اس کی حفاظت کی توقع فضول ہے۔)'' اور پھر کہا:

گر تو ہی اپنے راز کی حفاظت نہ کر سکا!
تو اوروں سے رازداری کی توقع فضول ہے!

(عیون الاخبار: ۱/۴۰)

ٹیک لگانا مناسب نہیں

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں حضرت ابراہیم بن طہمان رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر آیا۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ بیماری کی وجہ سے ٹیک لگائے ہوئے تھے، ایک دم سیدھے ہو کر بیٹھ گئے۔ فرمانے لگے ''صالحین اور نیک لوگوں کے تذکرے کے وقت ٹیک لگا کر بیٹھنا مناسب نہیں۔''

میں اپنی دین شکنی نہیں کر سکتا:

حضرت والا (اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ) کے ایک صاحبزادہ نے تراویح میں قرآن مجید سنایا۔ مقتدیوں میں کوئی بینک مینجر تھا، عید کے بعد اس نے ایک شخص حضرت والا کی خدمت میں بھیج کر دریافت کروایا ''جن قاری صاحب نے تراویح میں قرآن سنایا ہے ان کا نام کیا ہے؟''

حضرت نے اسے نام بتا دیا۔ فرمایا ''میں نے اس خیال سے نام بتا دیا کہ شاید یہ ان کے لئے کوئی خاص دعائے خیر کرنا چاہتا ہے۔''
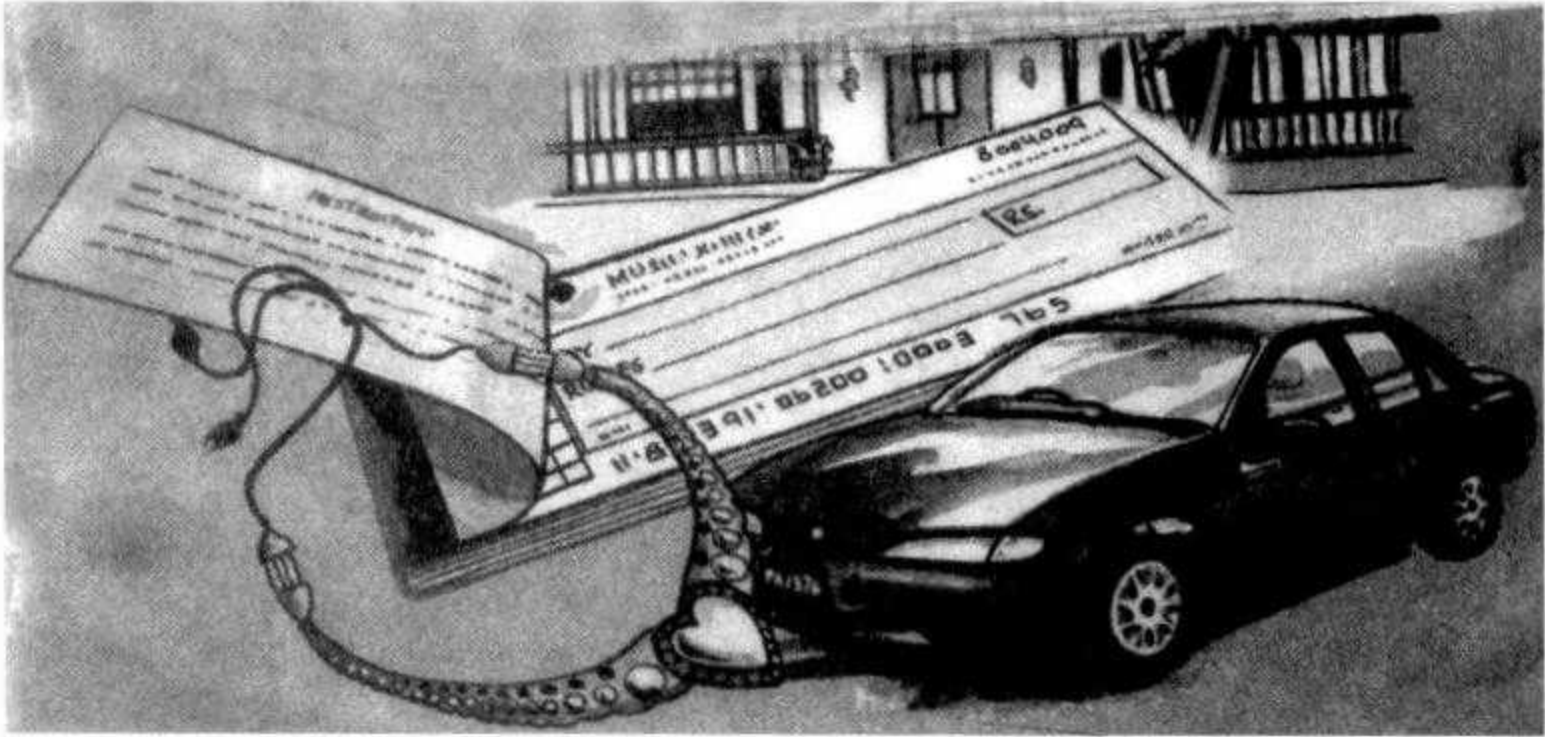
P-60

لیکن معلوم ہوا کہ وہ کچھ رقم صاحبزادہ کو بطور عطیہ دے کر ان کے نام بینک میں کھاتا کھولنا چاہتا ہے۔ اس غرض سے اس نے بینک میں کھاتا کھولنے کے فارم دستخط کے لئے بھیجے۔ حضرت والا نے جواب میں کہلا بھیجا۔ ''یہ تو دوہرا حرام ہے۔ ایک تو تراویح میں قرآن سنانے کا کچھ معاوضہ لینا حرام اور دوسرا بینک والوں کی حرام آمدنی کا عطیہ حرام۔''

یہ فرما کر کھاتا کھولنے کے فارم بغیر دستخط کئے لوٹا دیئے۔ ''جواباً اس نے یہ کہلا بھیجا۔ ''میں بااختیار افسر ہوں، اور بغیر دستخط کے بھی کھاتا کھول سکتا ہوں۔ چنانچہ میں اتنی رقم قاری صاحب کے نام جمع کر دی ہے اور بینک میں کھاتا کھول دیا ہے، اسے قبول فرمالیجئے۔''

حضرت والا نے کاغذات لانے والے سے فرمایا۔ ''کیوں ہماری ماچس کی سلائی ضائع کرواتے ہو، ہم تو اسے جلانے کے سوا اور کچھ نہیں کر سکتے، بہتر ہے کہ یہ کام بھی آپ خود ہی کر لیں۔''

بعد میں اس مینجر نے حضرت والا سے ٹیلیفون پر کہا۔ ''آپ نے ہماری دل شکنی کر دی۔''

حضرت والا نے جواب میں ارشاد فرمایا۔ ''آپ کی دل شکنی سے بچنے کے لئے اپنی دین شکنی نہیں کر سکتا۔ اور آپ کو راضی کرنے کے لئے اپنے مالک کو ناراض نہیں کر سکتا۔''

سات باتیں جو ذلالت کے گڑھے میں پھینک سکتی ہیں

جلال الدین سیوطی اپنے عقیدت مند کو نصیحتیں فرمارہے تھے۔ سات باتیں ایسی ہیں جو کسی بھی انسان کو ذلیل کرسکتی ہیں:

- ......کسی دعوت میں بن بلائے پہنچ جانا۔
- ......کسی مجلس میں اپنے مرتبے اور حیثیت سے بالاتر جگہ پر بیٹھنا۔
- ......مہمان بن کر میزبان پر حکم چلانا۔
- ......دوسروں کی باتوں میں دخل دینا۔
- ......ان لوگوں سے خطاب کرنا جو سننے کے لئے تیار نہ ہوں۔
- ......بدچلن سے دوستی کرنا۔
- ......سنگ دل اور حریص دولت مند سے مدد کا طالب ہونا۔

بڑا آدمی کون ہے؟

تاریخ اسلام کے مشہور بادشاہ شیر شاہ سوری (۹۵۲ھ) کے اوقات و معمولات کی فہرست اگر ملاحظہ کی جائے تو ایک عام انسان یہ بخوبی سمجھ سکتا ہے کہ اس زمانے کے متوسط درجے کے مشغول آدمی کے لئے بھی ان کا التزام مشکل ہے، چہ جائیکہ اس مصروف ترین بادشاہ کے لئے جس کو پانچ برس کی مدت میں ایک صدی کا کام کرنا تھا، اور جس کو بظاہر اپنی انتظامی و سیاسی مشغولیت سے ایک لحہ کی فرصت نہیں ہونی چاہئے تھی۔

شیر شاہ سوری تہائی رات ہوتی کہ بیدار ہوجاتا، غسل کرتا اور نوافل پڑھتا، نماز فجر سے پہلے اوراد ختم کرلیتا، پھر مختلف صیغوں کے حسابات دیکھتا اور دن کے اہم کاموں کے متعلق حکام واہل کاران سلطنت کو ہدایت دیتا اور روزانہ کا نظام عمل بتلاتا کہ دن کو سوالات سے اس کو پریشان نہ کریں، ان سب سے فارغ ہوکر نماز فجر کے لئے وضو کرتا اور جماعت کے ساتھ نماز فجر پڑھتا۔ پھر اذکار و اوراد میں مشغول ہوجاتا۔

اتنے میں حکام سلام کے لئے حاضر ہوتے، بادشاہ نماز اشراق سے فارغ ہوکر لوگوں کی ضروریات معلوم کرتا اور گھوڑے، علاقے، جاگیریں اور مال جس کو جیسی ضرورت ہوتی، دیتا۔ پھر اہل مقدمہ اور دادخواہوں کی طرف متوجہ ہوتا اور ان کی دادرسی اور حاجت براری کرتا۔ پھر افواج شاہی اور اسلحہ کا معائنہ کرتا اور فوج کے لئے امیدواروں کی

قابلیت کا اندازہ کر کے ان کے تقرر کا حکم دیتا۔

اس کے بعد ملک کی روزانہ آمدنی اور مالیہ کا معائنہ کرتا، پھر ارکان سلطنت، امراء اور سلطنتوں کے سفراء اور وکلاء حاضر ہوتے، ان سے گفتگو کرتا، پھر حکام اور اہل کاروں کی عرضیاں گزرتیں، ان کی سماعت کرتا اور حکم لکھواتا، پھر دوپہر کا کھانا تناول کرتا۔ علمائے ومشائخ بھی دستر خوان پر ہوتے، پھر ظہر کی نماز تک دو گھنٹے اپنے ذاتی کام انجام دیتا اور قیلولہ کرتا، پھر ظہر کی نماز جماعت سے پڑھتا، اس کے بعد قرآن مجید کی تلاوت کرتا۔ اس سے فارغ ہو کر پھر امور سلطنت میں مشغول ہو جاتا۔ سفر وحضر میں اس نظام الاوقات میں کوئی تبدیلی نہیں ہوتی تھی، کہا کرتا تھا کہ بڑا آدمی وہ ہے جو اپنا پورا وقت ضروری کام میں صرف کرے۔

فلاں بات کیوں کی

حضرت مطرف بن عبداللہ بن شخیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

''میں رات بھر سوتا ہوں اور صبح کو شرمندہ ہوتا ہوں کہ رات کا کوئی حصہ کسی نفلی عبادت میں نہیں گزرا، یہ مجھے زیادہ پسند ہے، بہ نسبت اس کے کہ میں رات بھر عبادت کرتا رہوں اور نوافل کے لئے کھڑا رہوں اور صبح کو دل میں اپنی عبادت کی وجہ سے خود پسندی کے جذبات ہوں۔''

نیز فرماتے ہیں ''میرا پروردگار قیامت کے دن مجھ سے یہ سوال کرے گا کہ تم نے فلاں کام کیوں نہیں کیا؟ تو مجھے یہ گوارا ہے بہ نسبت اس کے کہ یہ سوال کرے کہ تم نے فلاں کلام کیوں کیا؟'' (حلیۃ الاولیاء لأبی نعیم رحمۃ اللہ، صفحہ ۲۰۰، ج ۲)

لوگ بھوک وجہ سے تڑپ رہے ہوں گے اور میں......:

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کی انگشتری میں ایک ایسا نگینہ جڑا ہوا تھا، جس کی صحیح قیمت کا اندازہ جوہری بھی نہیں کر سکتے تھے۔ اتفاق سے ایسا ہوا کہ ایک دفعہ سخت قحط پڑ گیا۔ لوگ بھوکوں مرنے لگے۔ حضرت عمر رحمۃ اللہ علیہ کو ان حالات کا علم ہوا تو لوگوں کی امداد کے لئے اپنی انگشتری کا وہ قیمتی نگینہ بھی فروخت کر دیا اور جو قیمت ملی اس سے اناج وغیرہ خرید کر تقسیم کر دیا۔ جب اس بات کا علم آپ کے خیر خواہوں کو ہوا تو ان میں سے ایک نے آپ سے کہا

P-63

''یہ آپ نے کیا کیا؟ ایسا بیش قیمت نگینہ بیچ دیا؟''

حضرت عمر رحمۃ اللہ علیہ نے جواب میں فرمایا۔''وہ نگینہ مجھے پسند تھا، لیکن مجھے یہ بات گوارا نہ تھی کہ لوگ بھوک سے تڑپ رہے ہوں اور میں اپنے آرام و زینت کے سامان کو عزیز رکھوں۔'' یہ فرمایا اور آپ کی آنکھوں سے ہمدردی کی وجہ سے آنسو جاری ہو گئے۔
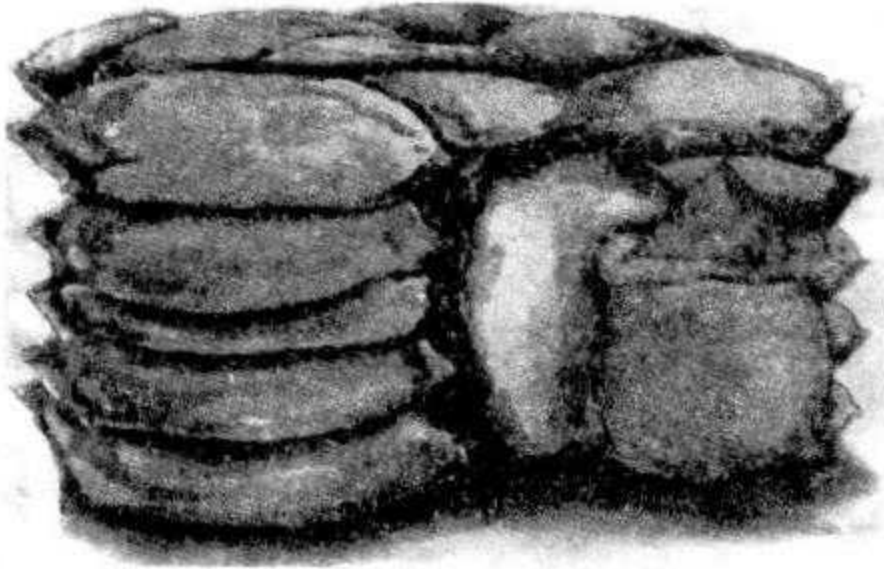
خوف

مارے پریشانی کے اس کا رنگ زرد تھا، بال بکھرے ہوئے تھے، آتے ہی کہنے لگا'' لگتا ہے کہ اب میں بھی زیادہ دیر زندہ نہیں رہوں گا، بہت جلد تم میری موت کی خبر سن لو گے۔'' یہ کہتے ہوئے اس نے سرد آہ بھری۔

میں نے اس کی طرف حیرت بھری نظروں سے دیکھا۔ وہ میرا بہت پرانا دوست تھا، لیکن اس قدر عجیب بات اس نے زندگی میں پہلی بار کہی تھی۔''بات کیا ہے بھئی، کچھ پتا تو چلے؟'' میں نے پرسکون آواز میں پوچھا۔

''ہم چار بھائی تھے، تین سال پہلے سب سے بڑا بھائی فوت ہو گیا، اس کے ایک سال بعد دوسرا بھائی فوت ہو گیا، اس سال تیسرا بھائی بھی گیا، اب لوگ مجھے گھور گھور کر دیکھتے ہیں، جیسے پوچھ رہے ہوں اب تم کب اس دنیا سے رخصت ہو رہے ہو؟ کل ایک دوست کہہ رہا تھا کہ تمہارے تین بھائی نوجوانی میں فوت ہو گئے، یہ کوئی خاندانی مسئلہ لگتا ہے، لہٰذا تم بھی تیاری کرو، نہ جانے موت کا پیغام کب آ جائے۔ اس کی بات نے مجھ پر کپکپی طاری کر دی، اس وقت سے میں بس سوچے ہی جا رہا ہوں، یہ سوچ کسی طرح میرا پیچھا نہیں چھوڑ رہی کہ بس اب میری باری ہے۔ نہ جانے میں کس دن چل بسوں۔''

''اوہ! تو یہ بات ہے۔''

''ہاں! بات تو اتنی سی ہے، لیکن ہے بہت خوفناک۔ موت کا خیال کس قدر وحشت ناک ہے، اگر کسی کو یہ معلوم ہو جائے کہ اس کی موت کا دن نزدیک آ گیا ہے تو مارے گھبراہٹ اور پریشانی کے بھلا اس کا کیا حال ہو گا۔''

''ہاں! میں سوچ رہا ہوں، دیکھ رہا ہوں تمہاری جو حالت ہے، اس پر بھی غور کر رہا ہوں...... ویسے تمہارا ایک

ہی علاج ہے۔'' میں۔نے جلدی جلدی کہا۔

''علاج... لیکن میں بیمار کب ہوں؟'' میرے دوست انوار احمد خان نے کہا۔

''میرے خیال میں تم بیمار ہو، پہلی بات تو یہ کہ موت تو سبھی کو آئے گی، اور دوسری بات یہ کہ یہ ضروری نہیں کہ اگر تمہارے تین بھائی نوجوانی میں اللہ کو پیارے ہو گئے تو تم بھی نوجوانی میں فوت ہو جاؤ گے۔ دوسرے یہ کہ اگر اللہ تعالیٰ نے ایسا لکھ دیا ہے تو ایسا ہونے سے کون روک سکتا ہے بھلا...... ہو کر رہے گا...... کوئی کچھ نہیں کرسکتا۔ ان حالات میں تمہیں ایک مشہور ڈاکٹر شامی کے پاس لے چلتا ہوں وہ تمہارا علاج کریں گے۔''

لیکن اس کی پریشانی میں کوئی کمی نہیں۔

اس کے بعد ایک روز میں اسے ڈاکٹر شامی کے پاس لے گیا اور انہیں تفصیل بتائی کہ ''آج سے دو سال پہلے ان کا سب سے بڑا بھائی فوت ہو گیا تھا ایک سال بعد دوسرا اور اس سال تیسرا بھائی بھی فوت ہو گیا۔ اب کسی نے انہیں اس پریشانی میں مبتلا کر دیا ہے کہ یہ بھی نوجوانی میں ہی فوت ہو جائیں گے میں ان کا یہ وہم دور کرنے کی کوشش تو کی، لیکن کامیاب نہیں ہو سکا...... آپ کی طرف خیال گیا تو انہیں یہاں لے آیا ہوں، یہ بہت پریشان ہیں۔''

''اللہ نے چاہا تو سب ٹھیک ہو جائے گا۔'' ڈاکٹر صاحب نے فرمایا۔ اب انہوں نے اس سے سوالات شروع کئے۔ ''آپ کے ماں باپ زندہ ہیں؟''

''جی ہاں! اللہ کی مہربانی ہے۔''

''تب تو کام آسان ہے۔'' ڈاکٹر شامی مسکرائے۔

''جی! کیا مطلب! میں سمجھا نہیں، یہ کام آسان ہے سے آپ کی کیا مراد ہے؟''

''دیکھئے! یہ صرف ایک وہم ہے۔ آپ کو تو یہ بھی معلوم ہوگا کہ وہم کا کوئی علاج نہیں، لہذا آپ کا علاج صرف ایک ہے، یہ کہ اس وہم سے پیچھا چھڑا لیں۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ یہ خالص وہم ہے، اس کی کوئی حقیقت نہیں، اس کے علاوہ میں آپ کا علاج بھی کروں گا، لیکن آپ کے لئے جو نسخہ تجویز کروں وہ آپ کو استعمال کرنا ہوگا۔''

''کیوں نہیں ڈاکٹر صاحب! میں آپ کی ہدایات پر عمل کروں گا۔''

''تب پھر علاج سنئے آپ کے ماں باپ حیات ہیں، آپ خوب دل لگا کر ان کی خدمت کریں، خدمت میں دن رات ایک کر دیں، خدمت کا کوئی پہلو بھی ہاتھ سے جانے نہ دیں، ایسی مثالی خدمت کریں کہ لوگ مثالیں دیتے نظر آئیں۔''

''میں یہ ضرور کروں گا، لیکن اس بات کا میری عمر سے کیا تعلق؟''

''بہت گہرا تعلق ہے۔'' ڈاکٹر شامی بھرپور انداز سے مسکرائے۔

''تب پھر ذرا وضاحت فرما دیں، تا کہ بات میرے ذہن میں آ جائے۔''

اچھی بات ہے سنئے۔ حضور نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے ''جس شخص کو یہ بات پسند ہو کہ اللہ تعالیٰ اس کی عمر لمبی کر دے، اس کا رزق بڑھا دے، اسے چاہئے کہ اپنے ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک کرے اور دوسرے رشتہ داروں سے محبت سے پیش آئے۔''

باتوں کے وقت بھی دل حق کی طرف مشغول رہتا ہے

فرمایا: ایک مرتبہ مولانا فتح محمد صاحب کو حضرت حاجی صاحب قدس اللہ سرہ کی خدمت میں زیادہ دیر لگ گئی تو اٹھتے وقت بطور معذرت کے حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا کہ ''آج حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا بہت حرج ہوا کہ یہ وقت عبادت کا تھا۔''

فرمایا کہ ''میاں کیا تسبیح چلانا ہی عبادت ہے، دوستوں سے باتیں کرنا بھی تو عبادت ہے۔ (کیونکہ اس میں تطییب قلب مسلم ہے)''اور ایک بار میرا نام لے کر فرمایا کہ ''میاں اشرف علی! جب ہم مجلس میں باتیں کرتے ہوں، اس وقت بھی تم ہمارے باطن کی طرف متوجہ رہا کرو۔ یہ مت سمجھنا کہ اس وقت تو باتوں میں مشغول ہیں، اس لئے باطن سے فیض نہ ہوگا۔ بھائی ہمارا باطن اس وقت بھی مشغول بحق ہوتا ہے۔ تو بات کیا ہے؟''

اس کا راز یہی ہے کامل باتیں بھی عبادت ہی کی نیت سے کرتا ہے۔ اس کا باطن اس وقت بھی مشغول بحق ہوتا ہے۔ اسی سے اس کو معلوم ہوتا رہتا ہے کہ اب خاموشی کا وقت ہے، اور اس وقت بولنے کی ضرورت ہے۔ اس وقت مزاح کی ضرورت ہے، تو اس کا قول و فعل عبادت و ذکر سے خالی نہیں ہوتا۔ اسی سے کامل کو ہنسی مزاح اور زیادہ باتوں میں مشغول دیکھ کر اپنے اوپر قیاس کر کے اس پر اعتراض نہ کرنا چاہئے۔ جن باتوں کو تم فضول سمجھتے ہو، وہ کسی حکمت یا ضرورت کی وجہ سے ان میں مشغول ہوتا ہے:

در نیابد حال پختہ ہیچ خام
پس سخن کوتاہ باید والسلام

''تجربہ کار آدمی کی حالت کو غیر تجربہ کار آدمی نہیں سمجھ سکتا۔ لہذا آبات کو طول نہ دے اور زبان بند کر۔''

کار پاکاں راقیاس از خود مگیر
گرچہ ماندر نوشتن شیر و شِیر

''پاک لوگوں کے کام کو اپنی طرح نہ سمجھو، اگرچہ شیر اور شِیر (دودھ) ایک طرح لکھتے ہیں، لیکن ان میں بڑا فرق ہے۔''

(تفاضل الاعمال، صفحہ ۱۳، ما علیہ الصبر، صفحہ ۲۲)

پچیس لاکھ افراد کی نماز جنازہ میں شرکت

ابن ابی حاتم محدث نے حضرت ابوزرعہ سے سنا، وہ فرماتے تھے کہ خلیفہ متوکل نے حکم دیا کہ جس زمین پر امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کی نماز جنازہ پڑھی گئی اس کو ناپ کر اندازہ لگایا کہ کس قدر آدمی تھے۔ معلوم ہوا کہ تقریباً ۲۵ لاکھ آدمی تھے۔ گو خاص بغداد کی اتنی آبادی بھی نہ رہی ہو، تب بھی یہ کوئی غلط بات نہیں ہوسکتی۔ کیونکہ ان کی وفات کی خبر اطراف واکناف بغداد میں بجلی کی طرح پھیل گئی اور لوگ حضرت امام پر کی جانے والی سختیوں کا حال سن رہے تھے اور نہایت بے صبری او ربے چینی کا اظہار کررہے تھے۔ اس مرد مجاہد کی وفات نے وہ مقناطیسی اثر دکھایا کہ لوگ خود بخود کھنچے چلے آئے اور اس تعداد میں جمع ہوگئے کہ چشم فلک نے ایسا نظارہ نہ دیکھا تھا۔

عبدالوہاب وراق نے تو یہاں تک کہہ دیا کہ جاہلیت اور اسلام میں آج تک کسی میت پر اتنے آدمی اکٹھا نہ ہوئے تھے جتنے حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے جنازہ میں ہوئے۔

مابلغنا ان جمعاً فی الجاھلیة ولا فی الاسلام اجتمعوا فی جنازة اکثر من الجمع الذی اجتمع علی جنازة احمد بن حنبل (البدایہ)

خود پسندی کیا ہے؟

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ خود پسندی بھی ایک انسانی عذاب ہے، اس سے آدمی مغرور ہو جاتا ہے اور اس کا نفس موٹا ہوتا ہے۔ خود پسندی ایک بہت بڑا حجاب ہے جو بندے کو اللہ سے دور کر دیتا ہے۔ خود پسندی عرفانِ روح اور صدقِ روح کی بھی ضد ہے۔ اس خود پسندی کا دین جہالت ہے، حسرت و ندامت اس کے ثمرات اور معرفت سے دوری اس کا وصف ہے۔ اس خود پسندی میں جب لوگوں پر ایسی حقیقت حال واضح ہوتی ہے تو وہ حیران اور ششدر رہ جاتے ہیں۔

ہر روز شیو کرنے کا نقصان:

برلن یونیورسٹی کے ڈاکٹر مور نے شیو، بلیڈ اور صابن پر برسوں تجربات کیے ہیں، اس کے بعد انہوں نے جو نتائج حاصل کیے، وہ یہ ہیں:

شیو سے جتنا نقصان انسانی جلد کو پہنچتا ہے، شاید ہی جسم کے کسی اور حصے کو پہنچتا ہو۔ دراصل شیو کا بلیڈ یا استرا جلد کو مسلسل کھرچتا رہتا ہے اور ہر شیو کرانے والے کی خواہش یہ ہوتی ہے کہ چہرے پر ذرا بھی بال محسوس نہ ہوں، تاکہ چہرے کے حسن اور نکھار میں کمی نہ ہو۔ اس کے لئے چہرے کی جلد کو استرے سے بار بار چھیلا جاتا ہے۔ اس سے چہرے کی جلد خراب ہوتی ہے اور طرح طرح کے امراض قبول کرنے کے قابل ہو جاتی ہے۔

گندا استرا یا بلیڈ چہرے پر پھیرنے میں زیادہ طاقت خرچ کی جاتی ہی، اس طرح جلد کو مزید نقصان پہنچتا ہے۔ جلد پر زخم بن جاتے ہیں۔ یہ زخم اگرچہ آنکھوں سے نظر نہیں آتے، لیکن جلن کا احساس ہوتا رہتا ہے۔ جب جلد پر خراش آجاتی ہے تو جراثیم کو اندر داخل ہونے کا موقع مل جاتا ہے۔ اس طرح داڑھی مونڈنے والا طرح طرح کے امراض میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ چہرے پر پہلے معمول کی پھنسیاں نکلتی ہیں، پھر اس کے علاوہ ایک جلدی سوزش پیدا ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ بعض چھوٹ کے امراض پہلے چہرے کو اور پھر پورے جسم کو لپیٹ میں لے سکتے ہیں۔ ان امراض

کے نام یہ ہیں۔ مہاسے، جلدی خشکی، کیل، چھائیاں، ناک پر دانے، کیل، عام پھوڑے پھنسیاں، اگزیما، پتی اچھلنا اور الرجی۔

شیو کا مسلسل عمل غدہ نخامیہ (ایک غدود) پر برا اثر ڈالتا ہے۔ اس سے جسم کمزور ہوتا ہے، بینائی پر برا اثر پڑتا ہے۔

اور یہ آپ جانتے ہی ہیں، داڑھی رکھنا شرعاً واجب ہے، داڑھی نہ رکھنے والا شخص سخت گناہگار ہے اور یہ ایسا گناہ ہے جو کسی وقت جان نہیں چھوڑتا۔ لہذا داڑھی کی سنت کو ترک کرنا ہر لحاظ سے نقصان دہ ہے۔ اس دنیا کے لحاظ سے بھی اور آخرت کے لحاظ سے بھی۔ جو لوگ داڑھی نہیں رکھتے، شیو کرتے ہیں، وہ ان تمام بیماریوں کو دعوت دینے کے ساتھ ساتھ نبی علیہ ﷺ کی سنت کے بھی تارک ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کے حکم کے کھلم کھلا نافرمان بھی۔

قول و فعل میں تضاد والی باتیں

عیون الاخبار میں ہے۔ حضرت شفیق بلخی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ لوگ تین باتیں محض زبان سے کرتے ہیں، مگر عمل اس کے خلاف کرتے ہیں۔

۱۔ ایک یہ کہ وہ کہتے ہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں، لیکن کام غلاموں جیسے نہیں کرتے، بلکہ آزادوں کی طرح اپنی مرضی پر چلتے ہیں۔

۲۔ یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہی ہمیں رزق دیتا ہے، لیکن ان کے دل دنیا اور متاع دنیا جمع کئے بغیر مطمئن نہیں ہوتے، اور یہ ان کے اقرار کے سراسر خلاف ہے۔

۳۔ یہ کہتے ہیں کہ آخر ہمیں مرجانا ہے، مگر کام ایسے کرتے ہیں جیسے انہیں کبھی مرنا ہی نہیں۔

صرف ایک نماز جماعت کے بغیر ادا کرنے کا نقصان

ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ حضرت شیخ شبلی رحمۃ اللہ علیہ وعظ کر رہے تھے۔ شیخ جنید کا وہاں سے گزر ہوا۔ آپ نے مجلس میں آ کر فرمایا ''اے ابوبکر! جس چیز سے تم سیراب ہوئے ہو وہی دوسروں کو دے رہے ہو۔''

وہ فوراً ممبر سے نیچے اترے۔ آپ نے فرمایا ''میں نے اپنے شیخ سے سنا ہے کہ ایک واعظ تھا، جس کے وعظ سے لوگوں پر اس قدر اثر ہوتا تھا کہ کپڑے پھاڑ دیتے تھے اور بے ہوش ہو کر گر جاتے تھے۔ بعض جاں بحق ہو جاتے تھے۔ ایک دفعہ وہ زیارت خانہ کعبہ کے لئے گئے اور چند سال وہاں رہ کر واپس آ گئے۔ لوگوں نے ان کی خدمت میں وعظ کی درخواست کی۔ انہوں نے وعظ کیا۔ لیکن اس کا کچھ اثر نہ ہوا۔ جب لوگوں نے اس کی وجہ دریافت کی تو انہوں نے کہا اور تو مجھ سے کوئی غلطی نہیں ہوئی، البتہ ایک نماز بغیر جماعت کے ادا کی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے فلاں! تم نے میرے کام میں غلطی کی ہے، تیری سزا یہ ہے کہ ہم نے تجھ سے حلاوتِ سخن چھین لی ہے۔''

اخلاص کی قیمت

ایک بزرگ کو کسی نے خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ ''حق تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا سلوک کیا؟''

بزرگ نے جواب دیا کہ: جو کچھ تو میں نے خالص راہ خدا میں کیا تھا اسے نیکیوں کے پلڑے میں پایا (اور جو عمل اخلاص سے خالی تھا، اسے یا تو گناہوں کے پلڑے میں پایا یا کہیں بھی نہ دیکھا۔) چنانچہ انار کا ایک دانہ جو ایک مرتبہ میں نے راہ میں پڑا دیکھ کر اٹھا لیا تھا، نیکیوں کے پلڑے میں پڑا ہوا دیکھا اور ایک بلی جو میرے گھر میں مر گئی تھی وہ بھی اسی پلڑے میں دھری تھی اور ایک ریشمی دھاگہ جو میں نے اپنی ٹوپی میں ٹانک لیا تھا، گناہوں کے پلڑے میں رکھا ہوا پایا۔ لیکن مجھے یہ دیکھ کر حیرت ہوئی کہ میرا گدھا جس کی قیمت سو دینار تھی اور وہ بھی (بلی کی طرح) میرے گھر ہی میں مرا تھا مجھے نیکیوں کے پلڑے میں دکھائی نہ دیا۔ آخر میں نے خدا سے پوچھ لیا کہ ''اے سبحان اللہ! بلی تو نیکیوں کے

پلڑے میں ہو اور گدھا کہیں بھی نہ ہو؟''

ارشاد ہوا ''جہاں تو نے بھیجا تھا وہیں پہنچ گیا۔ یاد ہے کہ تو نے اس کے مرنے پر کہا تھا ''الی لعنت اللہ'' اور تو اس کی جگہ ''فی سبیل اللہ'' کہہ دیتا تو آج اسے بھی نیکیوں کے پلڑے میں دیکھتا۔''

اسی طرح ایک مرتبہ میں نے خدا کی راہ میں صدقہ دیا تھا۔ لیکن معلوم ہوا کہ وہ ضائع ہی گیا، کیونکہ نیکیوں کے پلڑے میں وہ بھی موجود نہ تھا۔ تب مجھے یاد آیا کہ ہاں ٹھیک ہے، کیونکہ جب میں صدقہ دے رہا تھا تو لوگ دیکھ رہے تھے اور ان کا وہ دیکھنا مجھے بڑا اچھا لگ رہا تھا۔

یہ باتیں سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ نے سنیں تو فرمایا کہ ''یہ تو دولتِ گراں مایہ ہے جو اس کے ہاتھ آئی۔'' یعنی اسے نقصان یا فائدہ نہ پہنچا۔ (کیمیائے سعادت)

معصیت کا وبال

گناہ کمبخت نہایت ہی بری چیز ہے اور مہلک ہے۔ اس سے بچنے کی سخت ضرورت ہے، وہ وقت اور گھڑی بندے کے واسطے نہایت ہی مبغوض اور منحوس ہے، جس میں یہ اپنے خدا کا نافرمان ہوتا ہے۔ اگر حس ہو تو فوراً معصیت کرنے کے بعد قلب پر ظلمت محسوس ہوتی ہے اور بعض نافرمانی کا یہ بھی اثر ہوتا ہے کہ آئندہ کے لئے عمل کی توفیق سلب کر لی جاتی ہے۔ معصیت میں ایک اور خاصیت یہ بھی ہے کہ اس کے محکوم اس کی نافرمانی کرنے لگتے ہیں۔

احسان کا بدلہ احسان:

ایک بزرگ کا قصہ ہے کہ ایک آدمی انہیں بہت بدنام کرتا اور ان کی غیبت کرتا رہتا تو انہوں نے اسے کچھ ہدایا بھیجنے شروع کر دیئے، بالآخر اس شخص کو یہ خیال آیا کہ میں انہیں ہر وقت بدنام کرتا رہتا ہوں اور یہ مجھے ہدایا بھیجتے رہتے ہیں تو اسے شرم آئی اور اس نے مخالفت چھوڑ دی۔ انہوں نے ہدایا بھیجنے چھوڑ دیئے تو وہ شخص بزرگ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگا کہ ''یہ بات میری سمجھ میں نہیں آتی کہ جب میں آپ کی مخالفت کرتا تھا تو آپ ہدایا بھیجتے تھے اور جب سے میں نے آپ کی مخالفت چھوڑ دی ہے آپ نے ہدایات بھیجنے بند کر دیئے۔''

فرمایا کہ ''جب تک آپ کے ہدایا آتے رہے میں بھی بھیجتا رہا، آپ نے ہدایا بھیجنے چھوڑ دیئے تو میں نے بھی یہ سلسلہ بند کر دیا، آپ پھر شروع کر دیں، میں بھی شروع کر دوں گا۔''

جن کے دلوں میں صلاحیت ہوتی ہے وہ لوگوں کی مخالفت کو اپنے لئے مضر نہیں سمجھتے، بلکہ وہ تو اسے بہت بڑی نعمت سمجھتے ہیں۔ اس میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے تربیت ہوتی ہے۔ بات اس پر چلی:

الانسان عبدالاحسان

''انسان احسان کا بندہ ہے۔''

کسی پر کوئی شخص احسان کرتا ہے تو اسے محسن کے ساتھ ایسی محبت ہو جاتی ہے کہ بس اس کا غلام ہی بن جاتا ہے۔

مٹی کی چٹکی لینے پر وعید

منقول ہے کہ ایک مکان میں ایک کرایہ دار رہتا تھا۔ اس نے کسی کو خط لکھا۔ روشنائی تازہ تھی، اس نے چاہا کہ اس مکان سے تھوڑی سی مٹی لے کر سیاہی کو خشک کر دے۔ فوراً اس کے دل میں خطرہ گزرا کہ مکان اس کی ملک نہیں ہے، بلکہ کرایہ پر ہے۔ چند لمحے بعد اس نے دل کو یہ کہہ کر بہلا لیا کہ تھوڑی سی مٹی لینے میں کیا ڈر ہے؟ چنانچہ مٹی لے کر خط خشک کر لیا۔ فوراً غیب سے آواز آئی ''اے مٹی کو حقیر و خفیف سمجھنے والے! تجھے بہت جلد پتہ چل جائے گا جب کل تو طول حساب میں گرفتار ہوگا۔''

قلب کی بیماری کا علاج:

حضرت ابراہیم خواص رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے، فرماتے ہیں:

دواء القلب فی خمسة اشياء : قراءة القرآن بالتدبر وقيام الليل وخلاء البطن والتضرع عند السحر ومجالسة الصالحين

یعنی ''امراضِ قلب کا علاج پانچ امور سے ہوتا ہے:

(۱) قرآن کی تلاوت جو غور و تدبیر سے ہو۔

(۲) تہجد کی نماز۔
(۳) خالی پیٹ رہنا، یعنی بسیار خوری سے بچنا۔
(۴) بوقت سحر خدا کے سامنے عاجزی کرنا۔
(۵) بزرگوں کی صحبت۔"

یزید بن ہارون رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، میں نے شب بیداری میں غور کیا تو دیکھا کہ چوکیدار تمام رات دو آنے پیسے کے بدلے نگہبانی کرتے ہیں، تو کیا تم ایک رات کی عبادت کے بدلے جنت چاہتے ہو، ایسی عبادت کے ساتھ کہ وہ دو آنے کے برابر بھی نہیں ہے اور اکثر اللہ پر احسان بھی رکھتے ہو۔

چار باتوں کی پابندی

ہمارے اکابرین اصلاح کے ساتھ ساتھ ادب کا بھی خوب اہتمام فرمایا کرتے تھے۔
حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ:

"میں نے ہمیشہ چار باتوں کی پابندی کی۔ ایک تو یہ کہ میری لاٹھی کا جو سرا زمین پر لگتا تھا اس کو کبھی کعبے کی طرف کر کے نہیں رکھا۔ میں نے بیت اللہ شریف کا اتنا احترام کیا، دوسری بات یہ کہ میں اپنے رزق کا اتنا احترام کرتا تھا کہ چارپائی پر بیٹھتا تو خود ہمیشہ پائنتی کی طرف بیٹھتا اور کھانے کو سرہانے کی طرف رکھتا، اس طرح بیٹھ کر کھانا کھاتا۔ تیسری بات یہ جس ہاتھ سے طہارت کرتا تھا، میں اس ہاتھ میں پیسے نہیں پکڑتا تھا، کیونکہ یہ اللہ کا دیا ہوا رزق ہے۔ چوتھی بات یہ کہ جہاں میری کتابیں پڑی ہوتی ہیں، میں اپنے استعمال شدہ کپڑوں کو ان دینی کتابوں کے اوپر کبھی نہیں لٹکایا کرتا تھا۔"

وقت کو اچھے کام میں لگانے کی ضرورت

آج ہمارا بہت سا وقت محض اخبار پڑھنے یا بیکار کی گفتگو کرنے میں گذر جاتا ہے۔ حالانکہ اخبار پڑھنا گناہ نہیں، صرف خبریں دیکھنا یا تجارتی کوئی مقصد ہو تو اخبار پڑھے۔

بعض لوگوں کو اخبار دیکھنا بھی ایک بیماری کی طرح لازمی بن کر رہ گیا ہے اور بیکار گفتگو تو عام ہے۔ جہاں دو
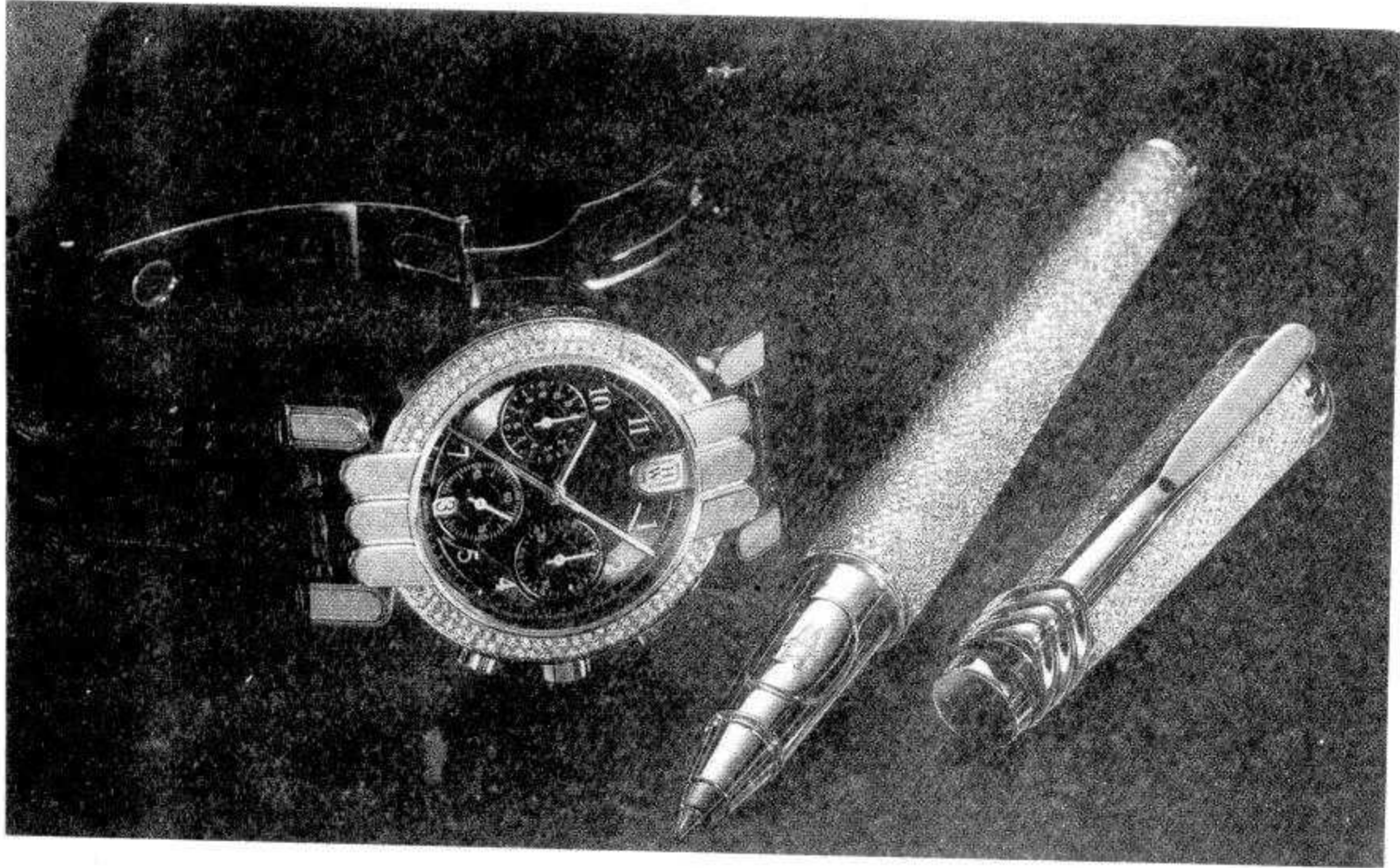
P-71

چار آدمی جمع ہوں گے، ادھر ادھر کی بے معنی گفتگو شروع ہو جائے گی۔ جس میں یا تو کسی کی برائی بھلائی ہوگی یا محض وقت کا گزارنا ہوگا۔

ایسے خالی وقت میں جب کوئی کام نہ ہو اپنے اوپر غور کرنے کی ضرورت ہے اور جس نے اپنے اوپر غور کیا اور سمجھ لیا کہ کل مالک یوم جزاء کے سامنے کھڑا ہونا ہے، اس کے لئے میں نے کیا تیاری کی؟

تو نہ صرف بدگوئی اور برے اعمال سے بچے گا بلکہ آخرت کی بھی کچھ نہ کچھ تیاری کرلے گا۔

جنت ماں کی قدموں تلے ہے

کہمش بن حسن رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:
میں اپنی والدہ کی خدمت کیا کرتا تھا اور ان کا پاخانہ اٹھاتا تھا تو سلیمان بن علی نے میرے پاس ایک تھیلی بھیجی اور کہلایا کہ "اس روپے سے ماں کی خدمت کے لئے ایک خادم خرید لے۔"
میں نے انکار کر دیا اور کہلا بھیجا کہ "میری والدہ نے میرے بچپن میں کسی اور سے میری خدمت کروانا پسند نہیں کیا، ایسا ہی میں بھی بڑا ہو کر ان کی خدمت دوسرے کے سپرد کرنے پر راضی نہیں ہوں۔"
اے دوست! اپنے تمام دوستوں سے سلوک کر، خصوصاً فقراء اور مساکین سے۔ فالحمدللہ رب العلمین

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی نصیحت حضرت سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ کے لئے:

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حضرت سید سلیمان ندوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ تشریف لے گئے۔ پورے ہندوستان میں جن کے علم کا ڈنکا بج رہا تھا۔ "سیرۃ النبی ﷺ" کے مصنف، محقق وقت اور سیاسی اعتبار سے بھی لوگوں کے اندر مشہور و معروف۔ حضرت سید صاحب خود بیان فرماتے ہیں کہ میں جب حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس سے رخصت ہونے لگا تو میں نے حضرت سے عرض کیا کہ "حضرت! کوئی نصیحت فرمادیں۔"

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ "میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ یا اللہ! یہ اتنے بڑے عالم ہیں اور مجھ سے کہہ رہے ہیں کہ میں نصیحت کروں۔ یا اللہ! ایسی نصیحت دل میں ڈال دیجئے جو ان کے حق میں فائدہ مند ہو۔" تو اسی وقت بے ساختہ میرے دل میں یہ بات آئی کہ "ہمارے ہاں اول و آخر ایک ہی چیز ہے، وہ یہ کہ اپنے آپ کو مٹا دینا۔"

حضرت سید صاحب فرماتے ہیں کہ یہ بات کہتے ہوئے حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ہاتھ کو جھٹکا دیا،

وہ جھٹکا میرے دل میں ایسا لگا کہ اسی وقت گریہ طاری ہوگیا۔ ہمارے حضرت ڈاکٹر صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ اس کے بعد حضرت سید صاحب نے اپنے آپ کو ایسا مٹایا، ایسا مٹایا کہ میں نے ایسی بہت کم نظیریں دیکھی ہیں کہ اتنے بڑے عالم نے اپنے آپ کو ایسا مٹایا ہو۔ اس طرح مٹایا کہ میں نے ایک دن حضرت سید صاحب کو دیکھا کہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس کے باہر حاضرین کی جوتیاں سیدھی کررہے ہیں۔

کہ دانہ خاک میں مل کر گل گلزار بنتا ہے

حضرت ڈاکٹر صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں نے دیکھا کہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سہ دری میں بیٹھ کر تصنیف کا کام کررہے تھے اور حضرت سید صاحب دور ایسی جگہ پر کھڑے ہو کر حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کو ٹکٹکی باندھ کر دیکھ رہے تھے جہاں سے حضرت تھانوی ان کو نہ دیکھ سکیں۔ میں اچانک پیچھے سے ان کے قریب پہنچا اور کہا کہ "حضرت! یہاں کیا کررہے ہیں؟ کیا دیکھ رہے ہیں؟؟"

میرے سوال پر اچانک چونک پڑے اور کہا کہ "کچھ نہیں۔"

میں نے جب اصرار کیا تو فرمایا کہ "میں یہ دیکھ رہا ہوں کہ ساری زندگی جن چیزوں کو علوم سمجھتے رہے، وہ تو جہل ثابت ہوئے، علوم تو ان بڑے میاں کے پاس ہیں۔"

پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت سید صاحب کو وہ مقام بخشا کہ خود ان کے شیخ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے ان کے بارے میں یہ شعر کہا:

از سلیمان گیر اخلاص عمل
داں تو ندوی را منزہ از دغل

یہ شعر حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں کہا۔ بہرحال، اپنے آپ کو مٹانا پڑتا ہے، تب جا کر کچھ بنتا ہے۔

مٹادے اپنی ہستی کو گر کچھ مرتبہ چاہئے
کہ دانہ خاک میں مل کر گل گلزار بنتا ہے

اپنے نفس کی بھلائی

ایک دفعہ بازار میں آگ لگ گئی۔ جب یہ خبر حضرت شیخ سری سقطی نے سنی تو کہا ''مقام شکر ہے، متاع دنیا سے خلاصی پائی۔''
جب آگ بجھ گئی تو معلوم ہوا کہ شیخ کی دکان بچ گئی ہے۔ یہ سن کر نہایت رنجیدہ ہوئے، فرمایا ''مسلمان بھائیوں کے ساتھ نقصان میں موافقت کرنا واجبات سے ہے۔'' اور تمام مال راہ خدا میں درویشوں کو دے دیا۔
رسالہ قشیریہ میں ہے کہ دکان بچنے کی اطلاع پر انہوں نے الحمدللہ کہا، مگر بعد میں تیس سال تک اس الحمدللہ کہنے پر استغفار کرتے رہے اور اللہ تعالیٰ سے معافی چاہتے رہے۔ اس لئے کہ انہوں نے ایک مصیبت میں جس میں سب مسلمان مبتلا تھے، اپنے نفس کے لئے بھلائی چاہی تھی۔

نماز فوت ہوجانے کی تاب نہ لاسکے:
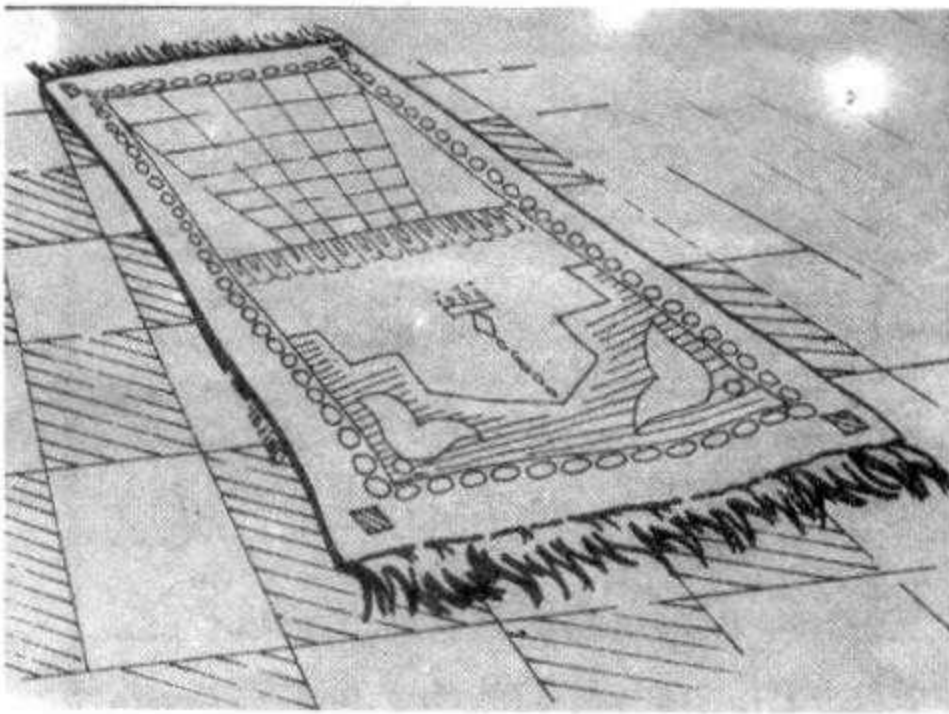
P-73

جب سلیمان بن داوٗد علیہ السلام اپنے گھوڑوں میں مگن (مصروف) ہوجانے کی وجہ سے نماز عصر ادا نہ کرسکے، یہاں تک کہ سورج غروب ہوگیا تو اس صدمہ کی تاب نہ لاسکے۔ انہوں نے اپنے اسپان باوفاؤں (قیمتی و نایاب گھوڑوں) کو کاٹ کر رکھ دیا تو اس کے عوض، اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے باد صبح گاہی (ہواؤں کو) تابع فرمان کردیا کہ ان کے دوش توانا پہ سوار ہوکر جہاں چاہیں جائیں۔

ہمت نہ ہارنا بھی استقامت والوں میں شمار کروادے گا

حضرت مفتی محمد حسن امرتسری رحمۃ اللہ علیہ نے ایسی عجیب بات لکھی ہے کہ پڑھ کر دل خوش گیا۔ ''اگر کسی نے سچے دل سے توبہ کرلی، لیکن پھر وہ توبہ توڑ بیٹھا، پھر توبہ کی توفیق مل گئی، پھر ٹوٹ بھی گئی، لیکن پھر بھی وہ اللہ کی رحمت سے مایوس نہیں ہوا توبہ کا دامن تھامے رکھا، بار بار گرتا رہا، اٹھتا رہا، یہ گر کر اٹھنا بھی اسے قیامت والے دن توبہ پر استقامت والوں میں شمار کروادے گا۔ کیونکہ اس نے کوشش جاری رکھی۔ حوصلہ نہیں ہارا۔'' سبحان اللہ۔

اللہ کی رضا نفس کے مکروہات میں

بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''ساٹھ شیطان اتنا فساد برپا نہیں کرتے جتنا برا دوست ایک لحظہ میں کرتا ہے اور ساٹھ بڑے دوست وہ نقصان نہیں کرتے جتنا ایک لحظہ میں نفس نقصان کرتا ہے۔ جب تمام کام انسان کی خواہش کے مطابق ہوں تو نفس کی طرف سے خلل ضرور آجاتا ہے، تمام مذاہب کا اس میں اتفاق ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی رضا نفس کے مکروہات میں ہے۔''

صرف ایک قلم کے لئے لمبا سفر کرنا

ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ''حرام کا ایک پیسہ نہ لینا (رد کردینا) سو پیسے صدقہ کرنے سے بہتر ہے۔''

ابن مبارک کے بارے میں منقول ہے کہ وہ ملک شام میں حدیث شریف کی کتابت کررہے تھے۔ ان کا قلم ٹوٹ گیا۔ انہوں نے عاریۃً کسی سے قلم مانگا۔ جب کتابت سے فارغ ہوگئے تو قلم واپس کرنا بھول گئے اور قلمدان میں وہ قلم پڑا رہ گیا۔ جب وہ شام سے مرو پہنچے تو قلمدان میں وہ قلم نظر آیا۔ فوراً پہچان گئے اور پھر انہوں نے قلم واپس کرنے کے لئے ملک شام کے سفر کی تیاری شروع کردی۔ (اور واپس جاکر دے دیا)۔

جھوٹ کے نقصانات

- ......جھوٹ ایک ایسا رشتہ ہے جس سے دوسرے رشتے ٹوٹ جاتے ہیں۔
- ......جھوٹ ایک ایسا زہر ہے جو انسان کو اندر ہی اندر ختم کر دیتا ہے۔
- ......جھوٹ ایک ایسا ہتھیار ہے جو انسان کی جڑیں کاٹ دیتا ہے۔
- ......جھوٹ بولنے والا کبھی آسودہ ذہن نہیں ہو سکتا۔
- ......جھوٹے انسان پر سے لوگوں کا اعتبار اٹھ جاتا ہے۔
- ......انسان جھوٹ پر جھوٹ بولتا چلا جاتا ہے اور آخر کار خود اپنے جھوٹ کا شکار ہو جاتا ہے۔
- ......جھوٹ بولنے والے زندگی کے ہر موڑ پر شرمندہ ہوتے ہیں۔
- ......جھوٹ انسان کو ذلیل و خوار کر دیتا ہے۔
- ......جھوٹا انسان احساسِ کمتری کا شکار ہو جاتا ہے۔
- ......جھوٹا شخص کبھی پرسکون نہیں رہتا۔
- ......جھوٹا شخص اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہے۔

اس کے مقابلے میں سچ کڑوا ضرور ہوتا ہے، لیکن تاثیر کے لحاظ سے میٹھا ہے۔

تقویٰ کے باعث

کسی نے سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کو خواب میں دیکھا کہ پرندے کی طرح آپ کے دو بازو ہیں اور جنت میں وہ ایک درخت سے اڑ کر دوسرے درخت پر پہنچ جاتے ہیں، ان سے پوچھا کہ ''آپ کو یہ مرتبہ کیسے ملا؟''

آپ نے جواب دیا کہ ''تقویٰ کے باعث۔''

بنالیجئے اور منالیجئے

اہل تقویٰ کی صورت بنا لیجئے
نور سنت سے چہرہ سجا لیجئے

روز محشر شفاعت سے محروم ہوں
اپنی مونچھیں نہ اتنی بڑھا لیجئے

بال سر پہ نہ انگریزی رکھئے جناب
اس کو سنت سمجھ کر کٹا لیجئے

ٹخنے ڈھکنا گناہ کبیرہ ہے جی
اپنی شلوار اوپر اٹھا لیجئے

ہو اگر غیر محرم مقابل کوئی
اپنی نظروں کو فوراً جھکا لیجئے

دل بھی گندے خیالات سے پاک ہو
اپنے مولیٰ کو دل میں بسا لیجئے

اپنے کانوں سے گانے نہ سنئے کبھی
ان کو قہر خدا سے بچا لیجئے

اپنے قابو میں رکھئے خود اپنی زبان
اس سے مت کام بے فائدہ لیجئے

اشک جاری نہ ہوں اگر آنکھ سے
رونے والوں کی صورت بنا لیجئے

پڑھ کے دو رکعت آپ حاجات کی
اپنے مولیٰ کو رو کر منا لیجئے

جن کی رحمت کے ہیں آپ امیدوار
ان کے پیاروں کی صورت بنالیجئے

اے اثر قرب حق چاہئے تو جگہ
اہل تقویٰ کے دل میں بنا لیجئے

گفتگو کا محاذ

خلیفہ ابوجعفر منصور کے سامنے ایک سپہ سالار کو پیش کیا گیا۔ یہ سپہ سالار خلیفہ کے ایک فوجی دستے کو شکست دے چکا تھا۔ اسے دیکھ کر خلیفہ منصور غصے سے بے قابو ہوگیا۔ اس نے چلا کر کہا ''اے مرد و عورت کے بیٹے! تجھ جیسا کمینہ شخص میرے عظیم لشکر کو شکست سے دوچار کرنا چاہتا تھا۔''

قیدی سپہ سالار نے کہا۔ ''کل میرے اور تمہارے درمیان تلوار کا مقابلہ تھا اور آج تم مجھ سے گالیوں کا مقابلہ کرنا چاہتے ہو۔ افسوس ہے تمہاری عقل پر...... تم اس شخص کو گالیاں دے رہے ہو جو اپنی زندگی سے بالکل مایوس ہو چکا ہے، اس حالت میں غلیظ ترین کلمات کہنے سے تم اسے کیا روک سکتے ہو؟''

خلیفہ منصور قیدی سپہ سالار کی بات سن کر سخت شرمندہ ہوا اور پھر اٹھ کھڑا ہوا، بولا ''اس بدبخت کو آزاد کردو، میں گفتگو کے محاذ پر بھی اس سے شکست کھا گیا ہوں۔''

قوت برداشت

ڈاکٹر عزیز احمد ایک ماہر نفسیات ہیں۔ فرمانے لگی کہ میں جب اعلیٰ ڈگری کے لئے بیرون ملک گیا تو وہاں نفسیاتی امراض سے بچنے کے لئے پگڑی نما ایک کپڑا سر پر باندھا جاتا تھا۔ میں نے جب دیکھا تو فوراً بولا'' یہ تو پگڑی ہے اور جس انداز سے آپ باندھ رہے ہیں، ہمارے نبی کریم ﷺ نے بالکل اسی طرح باندھی تھی۔''

ماہرین وہ پگڑی نما کپڑا اس لئے باندھتے تھے کہ اس سے آدمی کے اندر مسائل و مصائب کی برداشت اور قوت پیدا ہوتی ہے اور آدمی بے شمار نفسیاتی امراض سے بچ جاتا ہے۔ (حلم نام ہے قوت برداشت اور تدبر کا) ۱۴۲۴ھ سال قبل آقا دو جہاں ﷺ نے فرمادیا اور موجودہ سائنس اب تحقیق کررہی ہیں۔ (ماخوذ از سنت نبوی ﷺ اور جدید سائنس)

اللہ نے اپنے محبوب بندے کی حفاظت:

مولانا بدر عالم میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ ثم مہاجر مدنی فرماتے ہیں کہ ایک بار آپ دیوبند سے سفر فرما رہے تھے اور رفیق سفر کی حیثیت سے میں آپ کے ساتھ تھا۔ ریل کے جس ڈبہ میں سوار ہوئے اس میں دو خوش رو عورتیں بھی تھیں۔ حضرت شاہ صاحب جب گاڑی میں تشریف رکھتے تو اپنے منور چہرہ کی وجہ سے مرکز نگاہ بن جاتے۔ یہ عورتیں برابر آپ کو دیکھتی رہیں اور آپ حسب دستور کتاب کے مطالعہ میں مستغرق رہے۔

دونوں عورتوں کے ساتھ ایک بڑا پاندان تھا۔ انہوں نے پان لگایا اور طشتری میں رکھ کر مجھے دیا کہ ان بزرگوں کو پیش کروں۔ دونوں کا اصرار اتنا بڑھا کہ ان سے پان لینے اور شاہ صاحب کو پیش کرنے کے سوا میرے لئے کوئی چارہ نہ رہا۔ میں نے طشتری آپ کے سامنے کردی۔ استغراق مطالعہ میں آپ نے بھی بے تکلف پان منہ میں رکھ لیا، ابھی چند منٹ نہ گزرے تھے کہ آپ پر مسلسل متلی کی کیفیت شروع ہوگئی۔ پہلے تو مجھے خیال ہوا کہ کوئی تے آور چیز تو پان میں نہیں دے دی گئی لیکن ان کے پاس پان کو خوب دیکھنے کے بعد یہ بدگمانی بھی جاتی رہی۔
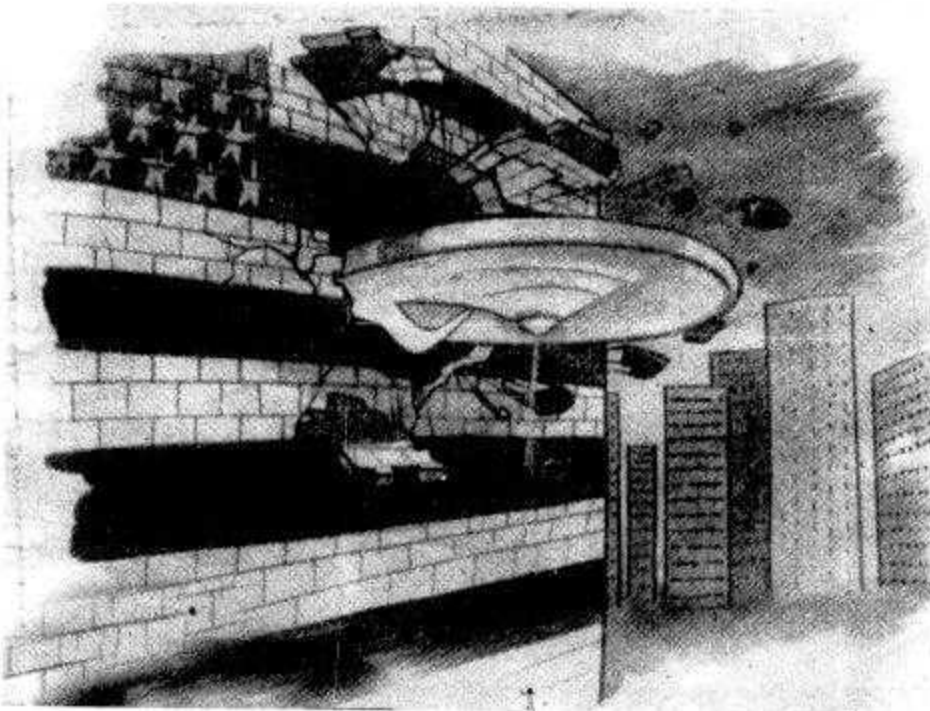
P-77

میرٹھ کے اسٹیشن پر معلوم ہوا کہ دونوں عورتوں کا تعلق طوائفوں سے تھا۔ اب معلوم ہوا کہ اس پاکیزہ باطن انسان کا معدہ حرام کسب کے پان کو بھی گوارا کرنے کے لئے تیار نہیں تھا۔ اللہ اکبر۔ مردان خدا کے ساتھ خدائے حفیظ و حافظ کا یہ حفاظتی معاملہ ہوتا ہے۔

نماز کس کی پڑھوں

ایک لڑکے سے میں نے کہا کہ ''تم نماز کیوں نہیں پڑھتے؟''

کہنے لگا کہ ''نماز کس کی پڑھوں، مجھے تو خدا کے وجود ہی میں شک ہے۔''

مجھے سخت صدمہ ہوا۔اس کے بعد وہ لڑکا بھی چشم نم ہوا۔اور اس نے کہا کہ ''اس کا وبال میرے ماں باپ کی گردن پر ہے کہ انہوں نے مجھے ایسی جگہ تعلیم کے لئے بھیجا، اپنے ہاتھوں اپنی اولاد کو بگاڑتے ہیں۔''

(وعظ ایضاً صفحہ ۱۹۹۔س ۱۱)

کرتے کی آستین کاٹنے کی وجہ

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کرتا پہنا، پھر فوراً قینچی منگا کر آدھی آستین اس کی کاٹ دی۔کسی نے پوچھا کہ ''حضرت یہ کیا کیا؟''

فرمایا کہ ''یہ کرتہ پہن کر اپنی نظر میں اچھا معلوم ہوا۔میں نے اس کو بدشکل کر دیا تاکہ برا لگنے لگوں۔''

بزرگوںؒ نے اس طرح مجاہدہ کئے ہیں اور نفس کو دبایا ہے۔

دانتوں کی صفائی اور جدید سائنس

آج کی سائنسی تحقیق یہ بتاتی ہے کہ انسان جو چیزیں کھاتا ہے تو منہ کے اندر پلازما پیدا ہو جاتا ہے۔اب یہ پلازما صرف کلی کرنے سے صاف نہیں ہوتا۔ مسواک کرنا یا برش کرنا ضروری ہے۔ سونے کی حالت میں دانت زیادہ خراب ہوتے ہیں۔وجہ یہ ہے کہ جب انسان سو جاتا ہے تو اس کا منہ بالکل بند ہوتا ہے اور بند منہ کے اندر جراثیم کے لئے تباہی پھیلانا بہت آسان ہوتا ہے۔دن کے وقت کبھی بندہ بول رہا ہے تو زبان چل رہی ہے کبھی کھا رہا ہے، کبھی پی رہا ہے، دن کے وقت
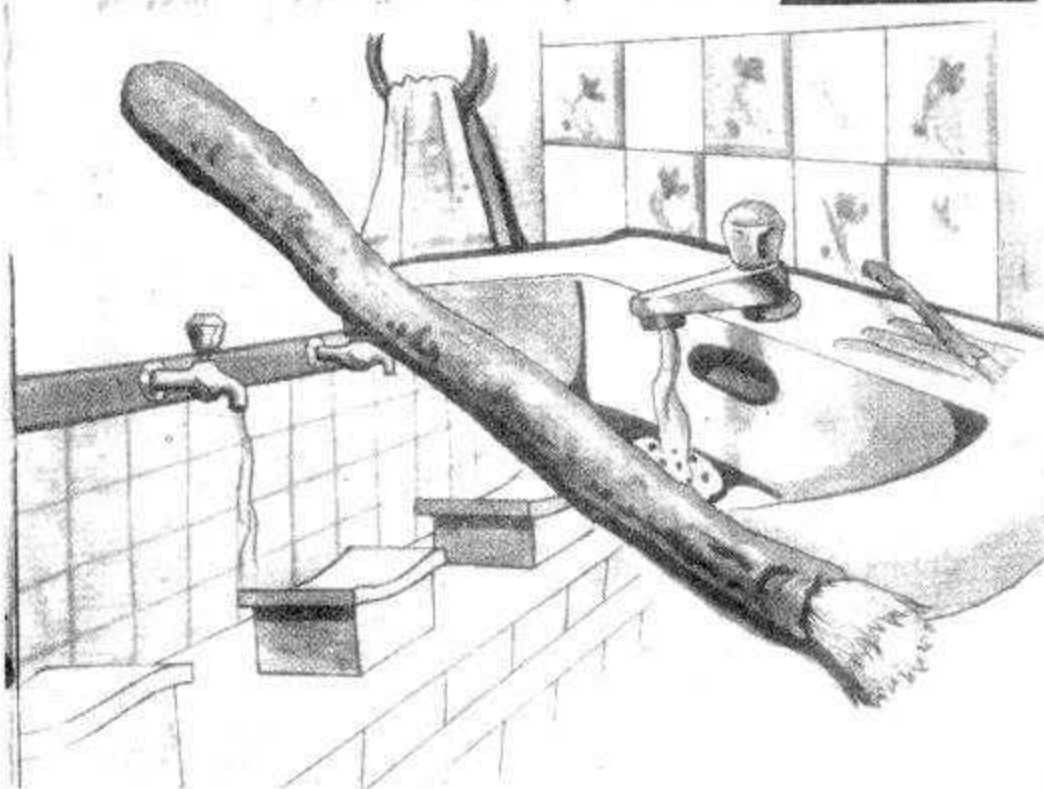
P-78

حرکت کرنے کی وجہ سے پلازمہ کو کام کرنے کا موقعہ نہیں ملتا اور رات کے وقت جب منہ بند ہوتا ہے تو کام کرنے کا موقع مل جاتا ہے۔اس لئے رات کے وقت دانت زیادہ خراب ہوتے ہیں۔صبح ٹوتھ پیسٹ کریں یا نہ کریں مرضی ہے،لیکن رات کو سوتے ہوئے ضرور مسواک یا ٹوتھ پیسٹ کرنا چاہئے۔

ساٹھ برس تک نہ لیٹ کر سوئے

حسان بن سفیان رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں روایت ہے کہ وہ ساٹھ برس تک نہ لیٹ کر سوئے نہ چربی (چکنائی) کھائی اور نہ ٹھنڈا پانی پیا۔آپ کے انتقال کے بعد کسی شخص نے آپ کو خواب میں دیکھا اور آپ سے پوچھا کہ ''اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ کیا؟''

فرمایا ''اچھا سلوک کیا۔لیکن ایک سوئی کے باعث جسے میں نے عاریۃً لیا تھا اور اسے واپس نہیں کیا تھا، جنت سے روک دیا گیا ہوں۔''

دنیا میں صرف نام لینے کی اجازت دی:

حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے پوچھا کہ ''حضرت میں اللہ کا نام لیتا ہوں، مگر کچھ نفع نہیں۔''
حضرت نے فرمایا کہ ''یہ تھوڑا نفع ہے کہ نام لیتے ہو۔یہ تمہارا نام لینا بھی نفع ہے اور کیا چاہتے ہو۔''

گفت آں اللہ تو لبیک ماست
ویں نیاز و سوز دردت پیک ماست

پس دنیا میں تو یہ رحمت کہ نام لینے کی اجازت دی اور آخرت میں اس پر قبول و رضا مرحمت فرمائیں گے۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد حضرت حسن بن زیاد نے ایک مرتبہ کسی کو غلط مسئلہ بتادیا۔سائل کے جانے کے بعد انہیں اپنی غلطی کا احساس ہوا تو ایک شخص کو اجرت پر لیا اور اس سے کہا کہ شہر میں آواز لگاتا پھرے کہ حسن بن زیاد نے ایک مسئلہ غلط بتادیا ہے۔جس نے ان سے کوئی مسئلہ پوچھا ہو وہ ان کے پاس جائے اور تصحیح کرلے۔یہاں تک کہ وہ شخص مل گیا اور انہوں نے صحیح مسئلہ بتادیا۔

بینائی لوٹ آئی

حدیث میں ہے انبیاء پر بڑی سخت آزمائشیں آتی ہیں، پھر جس کی انبیاء سے جتنی مماثلت ہوگی اتنی ہی سخت آزمائشوں میں مبتلا ہوگا۔

(۱) امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو بھی زندگی میں بڑے طوفانوں سے گزرنا پڑا، ابھی بچے ہی تھے کہ بینائی جاتی رہی۔ ماں کی مامتا نے نہ جانے کتنی دعائیں کی ہوں گی کہ ایک دن حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خواب میں دیکھا۔ فرمارہے ہیں ''اللہ نے آپ کی دعاؤں کی کثرت سے آپ کے بیٹے کی بینائی لوٹادی۔''

صبح ہوئی، دیکھا تو امام صاحب کی بینائی لوٹ آئی تھی۔

(۲) جب خراسان گئے تو دوبارہ جاتی رہی۔ کسی نے گل خطمی کو سر پر ملنے کے لئے کہا۔ اس سے بینائی پھر لوٹ آئی۔

صاحبو کیوں پیچھے ہٹ گئے

حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ ہے کہ ایک مرتبہ ان کے ہاں ایک بڑے عہدے دار کوئی شخص مہمان آئے۔ جب کھانے کا وقت ہوا تو حضرت نے اپنے ساتھ ان کو بٹھلایا، کیونکہ وہ بڑے آدمی سمجھے جاتے تھے۔ ان کو ساتھ بیٹھا دیکھ کر دوسرے غریب طلبہ مہمان پیچھے کو ہٹے۔ حضرت مولانا نے فرمایا کہ ''صاحبو! آپ لوگ کیوں ہٹ گئے؟ کیا اس وجہ سے کہ ایک عہدیدار میرے ساتھ بیٹھا ہے۔ خوب سمجھ لیجئے کہ آپ لوگ میرے عزیز ہیں، جس قدر آپ کو معزز سمجھتا ہوں اس کے سامنے ان کی کچھ بھی وقعت نہیں۔''
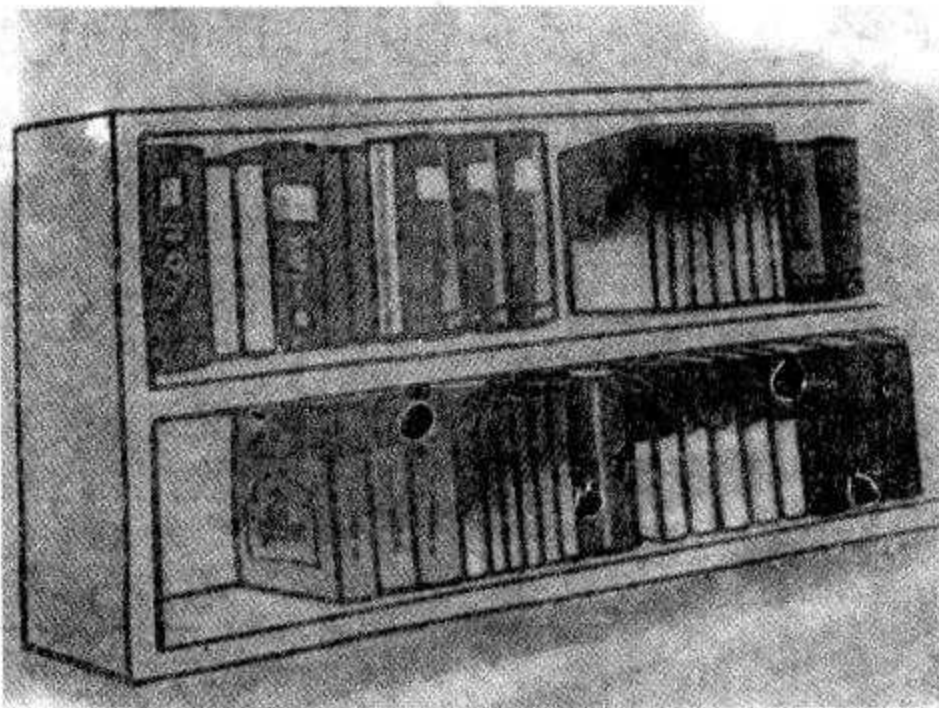
P-81

چنانچہ سب غریب طلبہ کو بھی ساتھ بٹھا کر کھلایا۔ شاید اس سے کسی کو یہ شبہ ہو کہ مولانا نے اپنی شان جتلانے کو ایسا کہہ دیا ہوگا۔ خوب سمجھ لینا چاہئے کہ وہاں شان اور برائی کا نام بھی نہ تھا۔ جن صاحبوں نے مولانا کو دیکھا ہے وہ تو خوب جانتے ہیں۔ مگر جن لوگوں نے نہیں دیکھا ہے ان کے لئے ایک قصہ بیان کرتا ہوں۔ اس سے اندازہ ہوگا کہ وہاں شان اور بڑائی کتنی تھی۔ ایک مرتبہ مولانا حدیث کا درس دے رہے تھے۔ ابر ہو رہا تھا کہ اچانک بوندیں پڑنا شروع ہوگئیں۔ جس قدر طالب علم شریک درس تھے، سب کتاب کی حفاظت کے لئے کتابیں اٹھا کر بھاگے اور سہ دری میں پناہ لی اور کتابیں رکھ کر جوتے اٹھانے چلے۔ صحن کی طرف جو رخ کیا تو کیا دیکھتے ہیں کہ حضرت مولانا سب کے جوتے سمیٹ کر جمع کر رہے ہیں۔

اس واقعہ سے معلوم ہو گیا ہوگا کہ وہاں کس قدر شان کو جتلایا جاتا تھا۔ شان نہ تھی، بلکہ محض محبت کی ضرورت تھی تا کہ محبین دنیا کو سنائیں۔ اس لئے انہوں نے فرمایا کہ **قوموا عنی فانکم تحبون الدنیا** اور کہا **من احب شیئاً اکثر ذکرہ** یعنی میرے پاس سے اٹھ جاؤ۔ اس لئے کہ تم لوگ دنیا کو دوست رکھتے ہو اور جو شخص کسی شے کو دوست رکھتا ہے اس کا ذکر زیادہ کرتا ہے۔

آپ کی برداشت دیکھ کر یہودی مسلمان ہو گیا

ایک مرتبہ کسی یہودی کے مکان کے قریب آپ نے کرایہ پر مکان لے لیا اور آپ کا حجرہ یہودی کے دروازے سے متصل تھا۔ چنانچہ یہودی نے دشمنی میں ایک ایسا پرنالہ بنوایا جس کے ذریعے پوری غلاظت آپ کے مکان میں ڈالتا رہتا اور آپ کی نماز کی جگہ نجس ہو جاتی۔ بہت عرصہ تک وہ یہ عمل کرتا رہا۔ لیکن آپ نے کبھی شکایت نہیں کی۔ ایک دن اس یہودی نے خود ہی آپ سے عرض کیا کہ "میرے پرنالے کی وجہ سے آپ کو کوئی تکلیف تو نہیں؟"

آپ نے فرمایا کہ "پرنالہ سے جو غلاظت گرتی ہے اس کو جھاڑ دے کر روزانہ دھو ڈالتا ہوں، اس لئے مجھ کو کوئی تکلیف نہیں۔"

یہودی نے عرض کیا کہ "آپ کو اتنی اذیت برداشت کرنے کے بعد بھی کبھی غصہ نہیں آیا۔"

فرمایا کہ "خدا تعالیٰ کا یہ حکم ہے کہ جو لوگ غصہ پر قابو پا لیتے ہیں، نہ صرف ان کے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں بلکہ انہیں ثواب بھی حاصل ہوتا ہے۔"

یہ سن کر یہودی نے عرض کیا کہ "یقیناً آپ کا مذہب بہت عمدہ ہے، کیونکہ اس میں معاندین کی اذیتوں پر صبر کرنے کو اچھا کہا گیا ہے اور آج میں سچے دل سے اسلام قبول کرتا ہوں۔" (شیخ فرید الدین عطار، تذکرۃ الاولیاء (اردو) صفحہ ۳۰)

کپڑا لاؤ مرد آگیا

میں ایک بزرگ تھے مولانا فرید الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے زمانہ میں ایک مجذوبہ تھی، وہ ننگی پھرا کرتی تھی۔ اس سے کسی نے پوچھا کہ ''تو پردہ کیوں نہیں کرتی۔''

اس نے کہا ''بیلوں اور گدھوں سے پردہ کا حکم نہیں ہے۔''

ایک روز حسب عادت ننگی پھر رہی تھی۔ اس حالت میں اس نے کہا کہ ''کپڑا لاؤ، مرد آگیا۔''

تھوڑی دیر میں مولانا فرید الدین صاحب تشریف لائے۔ پس حقیقت میں تو آدمی فرمانبردار ہی ہے۔ باقی تو سب جانور ہیں۔ لیکن ان حکایات سے کوئی کشف کو بڑا کمال نہ سمجھے، کیونکہ جانور بھی صاحب کشف ہوتے ہیں۔ دلیل اس کی یہ ہے کہ عذاب قبر کے بارے میں حدیث میں آیا ہے **یسمعہ کل دابتہ غیر الثقلین**۔ پس جو لوگ طالب کشف ہیں وہ نادان ہیں یہ تو کوئی کمال مقصد نہیں، کمال تو رضا و قرب ہے۔

تکبیر تحریمہ فوت ہوجانے کا غم:

آپ سوچیں گے کہ یہ تو پرانے زمانے کی بات ہے، میں آپ کو قریب کے زمانے کا واقعہ سناتا ہوں۔ فقیہ العصر حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی نور اللہ مرقدہ کا شاید آپ نے نام سنا ہوگا۔ وہ مرشد اور پیر بھی تھے، ہر وقت مریدوں کا جھمگٹا لگا رہتا تھا، اصلاح اور تزکیہ کا سلسلہ جاری رہتا تھا، وہ اپنے دور کے مفتی اعظم بھی تھے، پورے ہندوستان، بلکہ بیرون ہندوستان سے بھی استفتاء آتے رہتے تھے، جن کے وہ علمی اور تحقیقی جوابات دیا کرتے تھے۔ وہ ایک کامیاب مدرس اور استاد بھی تھے، علم کے پیاسے دور دور سے آتے تھے اور پیاس بجھاتے تھے۔

اس کے ساتھ ساتھ آپ صاحب عیال تھے، اس لئے ظاہر ہے کہ اہل وعیال کے حقوق بھی ادا فرماتے تھے اور گھر میں بھی کچھ نہ کچھ وقت دیتے تھے۔ لیکن ان تمام ذمہ داریوں اور مشاغل کے باوجود صرف نماز کا نہیں بلکہ نماز باجماعت کا اس قدر اہتمام تھا کہ بائیس برس تک تکبیر تحریمہ فوت نہیں ہوئی۔

ان کے حالات میں لکھا ہے کہ دیوبند میں دستار بندی کا جلسہ ہو رہا تھا۔ اس میں ایک دن غالباً عصر کی نماز میں ایسا اتفاق پیش آیا کہ مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ نماز پڑھنے کے لئے مصلّے پر کھڑے ہوگئے۔ حضرت گنگوہی

رحمۃ اللہ علیہ کسی عذر کی وجہ سے تھوڑی سی تاخیر سے پہنچے، لیکن آپ کے نماز میں شامل ہونے سے پہلے تکبیر تحریمہ ہوگئی تھی۔ سلام پھیرنے کے بعد دیکھا گیا کہ وہ عظیم انسان جو بڑے بڑے حوادث میں پریشان نہیں ہوتا تھا، جو عزیزوں کی موت کی خبر بھی بڑے صبر اور سکون سے سنا کرتا تھا، جس کے چہرے پر غربت اور تنگدستی کی وجہ سے کبھی پریشانی کے اثرات ظاہر نہیں ہوتے تھے، جو بیماریوں اور تکلیفوں کو بھی خاطر میں نہیں لاتا تھا، آج اس کے چہرے پر رنج وغم کے بادل چھائے ہوئے تھے۔ تلامذہ کو فکر لاحق ہوئی۔ مرید پریشان ہوگئے۔ اہل تعلق نے رنج وغم کی اس کیفیت کو فوراً پہچان لیا۔ پوچھا گیا ''حضرت اتنے غمزدہ کیوں ہیں؟ کیا کوئی حادثہ پیش آ گیا ہے؟''

آپ نے بڑے رنج کے ساتھ فرمایا ''افسوس، بائیس برس کے بعد تکبیر تحریمہ فوت ہوگئی۔''

بائیس برس زبان سے کہہ دینا آسان ہے، مگر اس پر عمل کر کے دکھانا مشکل ہے۔ عام لوگوں کے ہاں بزرگی کا معیار کرامت ہے، وہ بزرگ ایسے شخص کو مانتے ہیں جس سے کوئی کرامت ظاہر ہو۔ جس سے زیادہ کرامتیں ظاہر ہوں وہ بڑا بزرگ اور جس سے کم کرامتیں ظاہر ہوں وہ چھوٹا بزرگ اور جس سے کوئی کرامت بھی ظاہر نہ ہو وہ بزرگی سے خارج!

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا علم:

رسول اللہ ﷺ کے علم غیب کے بارے میں دیوبندیوں اور بریلویوں کا اختلاف ہے۔ لیکن حقیقت حال یہ ہے کہ:

(۱) دونوں فرقے یہ تسلیم کرتے ہیں کہ اللہ کا علم لامحدود ہے۔

(۲) دونوں فرقے یہ تسلیم کرتے ہیں کہ اللہ کا علم ذاتی ہے۔

(۳) دونوں فرقے یہ تسلیم کرتے ہیں کہ جس کو جو علم ہے، اللہ کا عطا کردہ ہے۔

(۴) دونوں فرقے یہ تسلیم کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو علم غیب تھا۔

(۵) دونوں فرقے یہ تسلیم کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو جتنا بھی علم غیب تھا، اللہ کا عطا کردہ تھا۔

(۶) اختلاف صرف اس میں رہ جاتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو کتنا علم غیب تھا۔ دیوبندی کہتے ہیں کہ اتنا تھا جتنا اللہ نے دیا، یعنی وہ تعین نہیں کرتے اور بریلوی تعین کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ آپ ﷺ کو کائنات کے ذرہ ذرہ کا علم تھا۔ لیکن جہاں تک یاد ہوتا ہے بہار شریعت کے مقدمہ میں جو بریلویوں کے نزدیک فتویٰ کی مستند کتاب ہے، یہ لکھا ہے کہ اگر یہ کہا جائے کہ آپ کو کائنات کے ذرہ ذرہ کا علم تھا تو کائنات کے ذرات بھی تو محدود ہیں۔ گویا بریلویوں کے نزدیک بھی حضور ﷺ کا علم اللہ کی طرح لامحدود نہیں۔

تواضع کی برکت

حضرت قاری محمد طیب صاحب رحمتہ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ بارہا حضرت سے سنا کہ میں نے سات سال کی عمر کے بعد دین کی کسی کتاب کو بغیر وضو کے ہاتھ نہیں لگایا اور مطالعہ کے دوران کبھی کتاب کو اپنے تابع نہیں کیا۔ اگر کتاب میرے سامنے رکھی ہوئی ہے اور حاشیہ دوسری جانب ہے تو ایسی کبھی نوبت نہیں آئی کہ حاشیہ کی جانب کو گھما کر اپنے سامنے کرلیا بلکہ اٹھ کر اس جانب جا بیٹھا ہوں جس جانب حاشیہ ہوتا۔ کتابوں کا ادب اور تواضع کی یہ برکت تھی کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو علم کی دولت سے مالا مال فرمایا۔ اپنے اساتذہ کرام کا احترام اور ان کے سامنے آپ پر تواضع وانکسار اس درجہ غالب رہتا تھا کہ مولانا اعزاز علی صاحب فرماتے ہیں کہ جب حضرت شیخ الہند رحمتہ اللہ علیہ کے روبرو شاہ صاحب ہوتے تو اس قدر جھک جاتے کہ آپ کے گرنے کا اندیشہ ہوتا۔

بیمار کی تیمارداری اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل:

آج کی سائنس، آج کی طب اور آج کے ڈاکٹر سب کے سب اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ ہسپتالوں میں جو مریض تنہا پڑے رہتے ہیں، وہ بہترین علاج کے باوجود تندرست نہیں ہوتے اور جن مریضوں سے لوگ ملنے جلنے کے لئے کے لئے آتے رہتے ہیں، ان میں تندرستی کی رفتار دوسروں سے بہت بہتر پائی گئی ہے۔ یہ تحقیق آج کی ہے، آیئے دیکھیں اسلام اس بارے میں کیا تعلیم دیتا ہے۔ حضور رحمت عالم ﷺ نے فرمایا:

P-84

✿...... مسلمان کے مسلمان پر پانچ حق ہیں، سلام کا جواب دینا، مریض کی عیادت کرنا، جنازوں کے ساتھ جانا، دعوت قبول کرنا، چھینک لینے والے کا جواب

دینا۔ (بخاری، مسلم)

❁......بھوکے کو کھانا کھلاؤ، مریض کی عیادت کرو، اور قیدی کو رہائی دلواؤ۔ (بخاری)

❁......ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ مریض کی عیادت کریں اور جنازہ کے ساتھ جائیں۔ (بخاری و مسلم)

❁......جب کوئی مسلمان اپنے کسی مسلمان بھائی کی عیادت کے لئے جاتا ہے تو وہ لوٹتے وقت تک جنت کے باغات سے میوہ خوری میں رہتا ہے۔ (مسلم)

❁......اللہ تعالیٰ قیامت کے دن فرمائے گا "اے ابن آدم! میں بیمار ہوا تو میری عیادت کے لئے آیا" وہ کہے گا "اے اللہ! تو، تو رب العالمین ہے۔" اللہ تعالیٰ فرمائے گا "کیا تجھے علم نہیں تھا کہ میرا فلاں بندہ بیمار ہے، تو نے اس کی عیادت کیوں نہیں کی۔ کیا تجھے علم نہیں تھا کہ اگر تو اس کی عیادت کرتا تو مجھے اس کے نزدیک پاتا۔" (مسلم)

یعنی اللہ تعالیٰ کتنے کریم ہیں کہ بیمار کے پاس موجود ہوتے ہیں، گویا عیادت کرنے والا بھی اللہ کے نزدیک ہوتا ہے۔

❁......حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کو آنکھوں کی تکلیف ہوئی، نبی کریم ﷺ ان کی عیادت کے لئے گئے۔ (ابوداؤد)

ارشاد نبوی ﷺ ہے "جب کوئی شخص مریض کی عیادت کرتا ہے تو وہاں دریائے رحمت میں اس وقت تک رہتا ہے جب تک وہاں رہا، لیکن وہ اس دریا میں ڈبکیاں لگاتا ہے۔" (مالک۔ احمد)

ارشاد نبوی ﷺ ہے "جب تو مریض کی عیادت کے لئے جائے تو اس سے اپنے لئے دعا کرا، کیونکہ اس کی دعا فرشتوں کی دعا ہے۔ (ابن ماجہ)

قارئین! ہمیں ان اسلامی اصولوں کا لحاظ رکھتے ہوئے بیماروں کی تیمارداری کے لئے ضرور وقت نکالنا چاہئے۔

کھوٹے درہم کی وجہ سے پردہ رکھ لینا

آپ (حضرت محبوب الٰہی) نے شیخ عثمان رحمۃ اللہ علیہ کے حالات بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ:

اگر کوئی شخص ان کے پاس آتا اور کھوٹا درہم دے کر جو کچھ ان کے پاس پکا ہوتا اسے خریدنا چاہتا تو وہ اس سے درہم لے لیتے، اگرچہ انہیں پتا ہوتا تھا کہ درہم کھوٹا ہے، لیکن وہ خریدار کے منہ پر کچھ نہ کہتے۔ نیز جو کھرا درہم لاتا اسے بھی اسی طرح پورا سالن دیتے۔ حتیٰ کہ لوگوں کو گمان ہونے لگا کہ یہ کھوٹے اور کھرے سکے میں امتیاز نہیں کر سکتے۔

چنانچہ بہت سے لوگ آتے اور انہیں کھوٹے درہم دیتے۔ جنہیں وہ کھرا سمجھ کر لے لیتے۔ مگر ان پر ظاہر نہ

کرتے اور انہیں سالن دے دیتے۔ جب ان کے انتقال کا وقت آیا تو انہوں نے اپنا منہ آسمان کی طرف کیا اور کہا ''اے خداوند تعالیٰ! تو دوسروں سے زیادہ آگاہ ہے کہ لوگ مجھے کھوٹے درہم دیتے تھے، اور میں انہیں کھرا سمجھ کر قبول کر لیتا اور ان کو رد نہ کرتا تھا۔ اگر مجھ سے بھی کھوٹی عبادت عمل میں آئی ہے تو، تو اسے اپنی عنایت سے قبول فرما لینا اور اس کو رد نہ کرنا۔'' (فوائد الفواد صفحہ ۹۷۔۹۸)

ہجرت پر اللہ کے ہاں مقام

حضرت مولانا بدر عالم صاحب رحمۃ اللہ علیہ جو ہمارے بزرگوں میں سے گزرے ہیں، یہ ہجرت کر کے مدینہ طیبہ چلے گئے تھے۔ آج کل تو ہجرت کرنا کوئی مشکل نہیں ہے۔ اس لئے کہ آج لوگ پیسے کمانے کے لئے ہجرت کرتے ہیں، کیونکہ وہاں پیسے بہت ملتے ہیں۔ اصل ہجرت تو اس زمانے کی تھی جب وہاں پیسوں کا کوئی مسئلہ نہیں تھا، صرف اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ ہی کے لئے ہجرت ہوتی تھی۔

بہرحال آپ نے اس طرح ہجرت فرمائی کہ ایک عرصے تک وہاں اس حال میں رہے کہ آپ کا کوئی ذریعہ آمدنی نہیں تھا۔ عقل حیران ہوتی ہے کہ وہ وقت آپ نے کس طرح گزارا ہوگا؟

چنانچہ خود اپنا واقعہ سنایا کرتے تھے کہ جب میں پہلی مرتبہ مدینہ منورہ گیا تو وہاں کسی سے جان پہچان تو تھی نہیں، ایک کمرے میں جو تنگ و تاریک تھا، قیام کیا، وہاں مجھے بخار آ گیا، اب وہاں پر نہ کوئی آنے والا نہ جانے والا، نہ مجھے کوئی دیکھنے والا، شدید بخار میں مبتلا اور تین دن مجھ پر اس طرح گزرے کہ ایک دانہ بھی میرے منہ میں نہیں گیا۔ شدید بخاری کی وجہ سے خود اٹھ کر بھی حرم نہیں جا سکتا تھا۔ کمزوری کی وجہ سے وہاں پر نماز پڑھنا مشکل ہو رہا تھا۔

تین دن کے بعد ایک شخص میرا نام ''بدر عالم...... بدر عالم'' پکارتا ہوا آیا، اپنے ساتھ کچھ دوا اور کھانا بھی لایا۔

حضرت مولانا نے اس شخص سے پوچھا کہ ''تمہیں کیسے پتہ چلا کہ میرا نام بدر عالم ہے؟ اور میں یہاں پر ہوں؟''

اس شخص نے بتایا کہ میں نے ایک خواب دیکھا اور خواب میں نبی کریم ﷺ کی زیارت ہوئی۔ آپ ﷺ نے یہ نام بتایا اور کہا کہ جا کر ان کو دیکھو، وہ فلاں جگہ پر بیمار پڑا ہوا ہے، اور اس کی خبر گیری کرو۔'' اللہ تعالیٰ نے ان کو یہ مقام عطا فرمایا تھا۔

مصلیٰ کی قیمت نصف دینے کے لئے چل دیئے

حضرت خواجہ ابراہیم بن ادھم رحمۃ اللہ علیہ ایک بار راستہ سے گذر رہے تھے کہ ایک مست جوان گھوڑے پر سوار سامنے آیا اور خواجہ کو زور سے کوڑا مار کر کہا "یہ شراب کا مٹکا سر پر اٹھا لے۔"

خواجہ صاحب سر پر مٹکا اٹھا کر چل دیئے اور اس کے گھر پہنچا دیا۔ وہاں ایک گویا سارنگی بجا رہا تھا۔ جب خواجہ نے شراب کا مٹکا اتارا تو اس جوان نے طنبورہ گویے کے ہاتھ سے لے کر خواجہ صاحب کے سر مبارک پر اس زور سے مارا کہ نہ صرف سر پھٹ گیا اور خون بہنے لگا بلکہ گویا کا طنبورہ بھی ٹوٹ گیا۔

خواجہ صاحب باہر آئے اور دریائے دجلہ پر جا کر کپڑے اور سر خون آلودہ دھویا۔ درویشوں کی شان ہی نرالی ہوتی ہے، ان کی سوچ بھی دنیا سے الگ ہوتی ہے اور ان کے ذہن کی پرواز بھی عام ذہنوں سے بہت بلند ہوتی ہے۔ اب خواجہ صاحب کو اپنے سر پھٹنے کی کوئی فکر یا غم نہ تھا بلکہ غم تھا تو یہ تھا کہ میری وجہ سے بے چارے گویے کا طنبورہ ٹوٹ گیا اور کچھ تھا نہیں۔ گھر آ کر ایک مصلیٰ لیا اور بازار میں لے جا کر بیچ دیا۔ پھر اس نوجوان کے گھر جا کر نصف قیمت مصلیٰ اس کے نذر کی اور کہا کہ "تم نے جو طنبورہ میرے سر پر اٹھا کر مارا، مبادا تمہارے ہاتھ کو کچھ رنج پہنچا ہو۔ یہ اس کا شکرانہ قبول کیجئے۔"

جب جوان نے یہ خوش خلقی خواجہ صاحب کی دیکھی تو اپنی پگڑی گردن میں ڈال کر قدموں میں گر پڑا اور خالص دل سے توبہ کی۔ پھر جناب خواجہ صاحب وہاں سے اس گویے کے گھر گئے اور باقی نصف قیمت مصلیٰ کی اس کے روبرو رکھی اور فرمایا "میرے سر کی وجہ سے تمہارا طنبورہ ٹوٹا ہے، یہ شکرانہ عوض اس کا قبول ہو۔" اس نے بھی جب جناب خواجہ صاحب کا خلق حسن دیکھا تو رویا اور آپ کے قدموں پر گر کر تائب ہوا۔ (خیر المجالس ملفوظات، حضرت خواجہ نصیر الدین محمود چراغ دہلوی، صفحہ ۱۷۴)

چھینکنے کے آداب

ایک محفل میں ایک شخص کو اوپر تلے زوردار قسم کی کئی چھینکیں آئیں، آس پاس بیٹھے افراد کے منہ بن گئے۔ ہم نے سوچا، کہیں ایسا نہ ہو کہ کسی محفل میں آپ کی وجہ سے دوسروں کے منہ بن جائیں، لہذا چھینکنے اور تھوکنے کے آداب اپنے نبی ﷺ سے کیوں نہ سیکھ لئے جائیں۔

جی ہاں! نبی رحمت ﷺ نے چھینکنے اور تھوکنے کے بھی آداب بتائے ہیں اور کیوں نہ بتاتے، آپ ﷺ تو اپنی

امت پر ایک ماں سے نہ جانے کتنے درجے زیادہ مہربان تھے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ''رسول اللہ ﷺ جب چھینکتے تو منہ اور ناک پر ہاتھ یا کپڑا رکھ لیتے تھے، آواز کو کم سے کم کر لیتے تھے۔'' (ابوداؤد۔ترمذی)

جدید تحقیقات سے معلوم ہوا ہے کہ بہت سے امراض کھانسی اور چھینک سے دوسروں میں منتقل ہو جاتے ہیں۔ ایک چھینک میں ایک سیکنڈ کے اندر گیارہ لاکھ ذرات ہوا میں پھیلتے ہیں۔ان ذرات میں جراثیمی نوآبادیات یعنی کالونیاں قائم کرنے کی صلاحیت ہوتی ہے۔یہ ذرات بارہ سے تیس منٹ تک پھیلنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔نصف گھنٹے تک فضا میں تیرتے رہتے ہیں۔اس طرح ان میں انفلوائنزا، بچوں میں چیچک، خسرہ، خناق، وبائی، کالی کھانسی، نمونیا اور دق کے جراثیم شامل ہو کر امراض پیدا کرنے کا سبب بن سکتے ہیں۔

برملا چھینکیں مارنے کی طرح سرعام تھوکنا اور جگہ جگہ ناک صاف کرنا بھی اچھی بات نہیں، مطلب یہ کہ یہ حکم ہر جگہ کے لئے ہے۔ بہت سے موذی امراض مثلاً دق اور سل وغیرہ تھوک کے ذریعے پھیلتے ہیں۔لہذا تھوکنے میں بھی احتیاط کریں۔ادھر ادھر نہ تھوکتے پھریں۔

یتیم بچے کی عید

عید کا دن تھا۔مرد، عورتیں، بچے، جوان، بڑے، چھوٹے، سب اپنے اس دینی تہوار کی آمد پر خوش تھے۔سب نے حسب مقدور عمدہ سے عمدہ کپڑے زیب تن کئے ہوئے تھے۔سب ایک دوسرے کے گلے مل رہے تھے اور ایک دوسرے کو مبارکباد دے رہے تھے۔اللہ کا ایک بندہ اس خوشی کے دن بھی مغموم نظر آرہا تھا اور بڑا متفکر تھا۔

حضرت سری سقطی (متوفی ۲۵۷ھ) فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ عید کے دن بھی حضرت معروف کرخی (متوفی ۲۰۱ھ) کھجوریں چن رہے ہیں۔میں نے وجہ پوچھی تو فرمایا کہ ''سامنے والا یتیم بچہ اس لئے اداس ہے کہ تمام بچے نئے نئے لباس میں ملبوس ہیں اور اس کے پاس کپڑے تک نہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ یہ یتیم بچہ بھی عید کی خوشی منائے۔اس لئے میں کھجوریں چن کر فروخت کرنا چاہتا ہوں تا کہ اس کے لئے کپڑا فراہم کرسکوں۔''

حضرت سری سقطی نے عرض کیا کہ ''یہ کام تو میں بھی انجام دے سکتا ہوں۔آپ کیوں زحمت فرماتے ہیں۔ چنانچہ میں بچے کو ہمراہ لے کر آیا اور اس کو نیا لباس پہنا دیا اور اس کے صلہ میں جو نور مجھ کو عطا کیا گیا، اس سے میری حالت ہی بدل گئی۔'' (شیخ عطار: تذکرۃ الاولیاء (اردو) صفحہ ۱۵۹)

ایک ہاتھی کا عجیب و غریب قصہ

بادشاہ بہادر شاہ ظفر خاندان مغلیہ کے آخری بادشاہ تھے۔ ان کی عمر کا آخری حصہ بڑا دردناک رہا۔ انگریزوں نے انہیں گرفتار کیا، ان کے سامنے ان کے عزیز قتل کئے گئے اور انہیں قید و بند کی تاریکیوں میں پھینک دیا۔ ان کا ایک ہاتھی تھا، جس کا نام تھا مولا بخش۔

مولا بخش ایک قدیم اور معمر ہاتھی تھا۔ اس نے کئی بادشاہوں کو سواری دی تھی۔ اس ہاتھی کی عادتیں بالکل انسان کی سی تھیں۔ قد و قامت میں ایسا بلند و بالا ہاتھی ہندوستان کی سرزمین میں نہ تھا اور نہ اب ہے۔ یہ ہاتھی جب بیٹھا ہوتا تو دوسرے ہاتھیوں کے پورے قد کے برابر ہوتا تھا۔ خوب صورتی میں اپنا جواب نہ رکھتا تھا۔ کسی آدمی کو سوائے فوج اور (پروٹوکول آفیسر) کے پاس نہ آنے دیتا تھا۔ جس دن بادشاہ کی سواری ہوتی تھی، اس سے ایک دن پہلے فوج دار جا کر حکم سنا دیتا کہ ''میاں مولا بخش کل تمہاری نوکری ہے۔ ہوشیار ہو جاؤ۔ نہا دھو کر تیار ہو جاؤ۔''

P-88

جس وقت بادشاہ سلامت ہوادار سواری میں نقار خانے (سلامی کا چبوترہ) کے دروازے سے برآمد ہوتے، مولا بخش چیخ مار کر تین سلام کرتا اور خود ہی بیٹھ جاتا۔ جس وقت تک بادشاہ سوار نہ ہولیں اور خواص نہ بیٹھ جائیں، کیا مجال ہے کہ جنبش کر جائے۔ جب بادشاہ سوار ہو جاتا اور فوج دار اشارہ کرتا تو فوراً کھڑا ہو جاتا۔ مختصر یہ کہ جب سواری سے فرصت پاتا، پھر ویسا ہی مست ہوتا اور کسی کو قریب نہ آنے دیتا۔

جب شاہی فیل خانہ پر انگریزوں کا قبضہ ہو گیا تو مولا بخش نے دانہ پانی چھوڑ دیا۔ فیل بان نے جا کر سانڈرس صاحب کو اطلاع دی کہ ہاتھی نے کھانا پینا چھوڑ دیا ہے۔ سانڈرس صاحب کو یقین نہ آیا۔ فیل بان کو گالیاں دیں اور کہا کہ ''ہم خود چل کر اسے کھلائیں گے۔ اور وہ پانچ روپے (آج کل کے لحاظ سے ہزاروں روپے) کے لڈو اور کچھ کچوریاں ہمراہ لے کر ہاتھی کے تھان پر پہنچے اور شیرینی کا ٹوکرا ہاتھی کے آگے رکھوا دیا۔ ہاتھی نے جھلا کر ٹوکرے کو اس طرح مارا کہ اگر کسی آدمی کے لگتا تو کام تمام ہو جاتا۔ ٹوکرا دور جا گرا اور تمام شیرینی بکھر گئی۔

سانڈرس صاحب بولے ''ہاتھی باغی ہے، اسے نیلام کر دو۔''

چنانچہ اسی روز صدر بازار میں لا کر کھڑا کر دیا۔ لیکن کوئی خریدار نہ ہوا۔ ایک پنساری نے ڈھائی سو روپے کے بدلے خرید لیا۔ فیل بان نے ہاتھی سے کہا "لے بھائی، تمام عمر تو تو نے بادشاہوں کی نوکری کی، اب تقدیر پھوٹ گئی کہ ہلدی کی گرہ بیچنے والے کے دروازے تک چلنا پڑا۔" یہ سنتے ہی ہاتھی صدمے کی وجہ سے کھڑے کھڑے زمین پر گرا اور جاں بحق ہو گیا۔

طالب علم کے لئے ضروری ہے کہ ......

طالب حق پر لازم ہے کہ:

(۱) اول مسائل ضروری وعقائد اہل سنت والجماعت حاصل کرے۔

(۲) ان رذائل کو دور کرے۔ حرص، امل، غضب، جھوٹ، غیبت، بخل، حسد، کبر، ریا، تکبر، کینہ وغیرہ۔

(۳) اور یہ اخلاق پیدا کرے۔ صبر، شکر، قناعت، علم، یقین، تفویض، توکل، رضا، تسلیم۔

(۴) اور شرع کا پابند رہے۔

(۵) اور اگر گناہ ہو جائے تو جلدی توبہ کر کے نیک عمل سے تدارک کرے۔

(۶) نماز باجماعت وقت پر پڑھے۔

(۷) کسی وقت یاد الٰہی سے غافل نہ ہو۔

(۸) لذت ذکر پر شکر بجالائے۔

(۹) کشف وکرامات کا طالب نہ ہو۔

(۱۰) اپنا حال یا سخن تصوف غیر محرم سے نہ کرے۔

(۱۱) دنیا و مافیہا کو دل سے ترک کرے۔

(۱۲) خلاف شرع فقراء کی صحبت سے بچے۔

(۱۳) لوگوں سے بقدر ضرورت خلق کے ساتھ ملے۔

لوگ مرزائی کیوں
بن جاتے ہیں

ایک مرتبہ حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ علامہ ڈاکٹر اقبال کے پاس پہنچے تو وہ حجامت بنوا رہے تھے۔ باتوں باتوں میں مولانا موصوف نے پوچھا کہ ''ڈاکٹر صاحب! نوجوان زیادہ تر مرزائی کیوں ہو رہے ہیں؟''
تو علامہ اقبال نے منہ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا ''مولوی صاحب! روٹی کے لئے۔ مرزائی بیٹی کا رشتہ دیتے ہیں اور نوکری بھی کرا دیتے ہیں۔ نوجوان کو اور کیا چاہئے، بیوی بھی مل گئی اور روٹی کا سوال بھی حل

حفاظت قرآن کا ایک محیر العقول واقعہ

حال ہی میں روزنامہ اسلام میں حضرت مولانا زاہد الراشدی زید مجدہ کا ایک مضمون ''حفاظت قرآن کا انتظام'' کے عنوان کے تحت شائع ہوا۔ جس میں انہوں نے فرمایا کہ چند نوجوانوں نے ان سے ملاقات کر کے اس بات پر پریشانی کا اظہار کیا کہ مختلف غیر مسلم گروپوں نے قرآن کے حوالے سے انٹرنیٹ پر ویب سائٹس بنا رکھی ہیں۔ جن پر وہ قرآن کریم کی سورتوں اور آیات کے ساتھ ملتی جلتی سورتیں اور آیات اپنی طرف سے گھڑ کر قرآنی آیات اور سورتوں کے ساتھ خلط ملط کر رہے ہیں۔ جس سے ایک ناواقف شخص الجھن اور دھوکے کا شکار ہو جاتا ہے۔

مولانا نے اس کے جواب میں انہیں تسلی دی اور فرمایا کہ ایسے بیسیوں گروپ بھی وجود میں آجائیں تو انشاء اللہ قرآن کریم کی صحت و حفاظت میں سرمو فرق نہیں آئے گا اور ان ابلیسی ہتھکنڈوں کے توڑ کے لئے دس بارہ سال کا ایک حافظ قرآن مسلمان بچہ ہی کافی ہے۔ جو چند گھنٹوں میں پورے قرآن کریم کی چھانٹی کر کے بتا دے گا کہ یہ سورۃ صحیح ہے، یہ جعلی ہے۔ یہ آیت درست ہے یہ جعلی ہے۔ اس آیت میں یہ لفظ صحیح ہے، یہ جعلی ہے۔

حق تعالیٰ شانہ نے قرآن کریم کی حفاظت کا ایسا تکوینی انتظام فرمایا ہے کہ کوئی جدید سے جدید ترین سائنسی

ایجاد، شیطانی حربہ یا سازش قرآن کریم کے کسی لفظ، حرف، زبر، زیر، پیش میں ردوبدل نہیں کرسکتی۔ یہ دور انٹرنیٹ کا دور ہے۔ جب انگریز شروع شروع میں برصغیر میں آئے تو زیادہ تر قرآن کریم کے قلمی نسخوں کا رواج تھا، اس وقت انہوں نے سوچا کہ اگر ہم تمام قلمی نسخے مسلمانوں سے خرید کر تلف کردیں اور تحریف شدہ نسخے پھیلادیں تو مسلمانوں کا حفاظت قرآن کا دعویٰ غلط ثابت ہوجائے گا۔ اس مقصد کے لئے انہوں نے عام قیمت سے کئی گنا زیادہ قیمت پر قرآن کریم کے نسخوں کو خریدنا شروع کردیا۔ سادہ لوح مسلمان پادریوں کے ہاتھوں دھڑا دھڑ قرآن کریم فروخت کرنے لگے۔

اس زمانے کے ایک عالم دین مولانا باقر علی صاحب نے پادریوں کو کہا کہ قرآن کریم کے نسخوں کو تلف کرنا تمہاری مطلب براری نہیں کرسکتا۔ یہ فرما کر ایک دس سالہ بچے کو بلوایا اور مختلف مقامات سے قرآن کریم زبانی پڑھوایا۔ پھر آٹھ سال کے بچے سے سنوایا اور آخر میں ایک سات سالہ حافظ قرآن بچے کو پیش کیا۔ اس وقت پادریوں کو اپنی حماقت کا احساس ہوا اور انہوں نے قرآن کریم کے نسخے تلف کرنے کا بے ہودہ مشغلہ ترک کردیا۔

بے شک حق تعالیٰ شانہ اس پر قادر ہے کہ جس طرح آسمان پر ستارے چمکتے ہیں، اسی طرح قرآن کریم کو چمکتے ہوئے الفاظ میں آسمان پر محفوظ فرمادیں۔ مگر حفاظت کے موجودہ نظام سے کمال قدرت کا زیادہ اظہار ہوتا ہے کہ ہر زمانے میں دشمنان اسلام کی کثرت کے باوجود اور ہر قسم کی سازشوں کے باوجود حق تعالیٰ شانہ نے محیر العقول طریق سے قرآن کریم کی حفاظت فرمائی۔

حفاظت قرآن کا ایک ایمان افروز واقعہ حافظ لدھیانوی مرحوم نے ۱۹۷۰ء میں تحریر فرمایا تھا۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ حق تعالیٰ شانہ نے قرآن کریم کو لاکھوں زندہ انسانوں کے سینوں میں اس طرح محفوظ فرمادیا ہے کہ وہ اپنے وجود و بقا میں ظاہری اسباب کتابت وطباعت وغیرہ سے کوسوں بالاتر ہے۔ حافظ صاحب فرماتے ہیں کہ:

ایک دفعہ میں اور حضرت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمتہ اللہ علیہ گاڑی میں ہم سفر تھے۔ شعر وشاعری ہوتی رہی، شاعری سے بات حفظ قرآن کریم پر شروع ہوئی تو شاہ صاحب نے دریافت فرمایا کہ ’’آپ نے قرآن کریم کس سے حفظ کیا؟‘‘

میں نے عرض کیا ’’اپنے والد محترم سے۔‘‘

شاہ صاحب نے پھر پوچھا ’’اور آپ کے والد محترم نے؟‘‘

عرض کیا کہ ’’حافظ قاسم صاحب۔‘‘

حافظ محمد قاسم صاحب کا نام سن کر حضرت شاہ صاحب نے فرمایا کہ ’’حافظ محمد قاسم صاحب جیسے جید حفاظ تاریخ میں خال خال پیدا ہوئے ہیں۔‘‘

اس پر حافظ لدھیانوی جو اپنے والد مرحوم سے حافظ محمد قاسم صاحب کے بہت سے کمالات سن چکے تھے، شاہ صاحب کی خدمت میں عرض کیا کہ ''میرے والد مرحوم بتایا کرتے تھے کہ میرے استاذ گرامی کو تمام عمر قرآن پاک کی تلاوت میں کبھی غلطی نہیں لگی اور نہ ہی تمام عمر انہوں نے کلام پاک کے کسی لفظ کو لوٹا کر پڑھا۔ حافظ صاحب رمضان المبارک میں لدھیانہ سے امرتسر تشریف لے جاتے اور وہیں تراویح پڑھاتے۔ بیسیوں حفاظ مختلف شہروں سے ان کے کلام پاک کی سماعت کے لئے آتے، مگر کبھی کسی حافظ نے حافظ محمد قاسم صاحب کو لقمہ نہیں دیا۔ یادداشت کا یہ عالم تھا کہ ایک گھنٹے میں ایک سیپارہ پڑھیں یا پانچ سیپاروں کی تلاوت کریں۔ حسن اور صحت حروف میں فرق نہیں آتا تھا۔ حفاظ جانتے تھے کہ معمولی یادداشت کا حافظ کم رفتار سے نہیں پڑھ سکتا، اگر پڑھے گا تو بے شمار غلطیاں کرے گا۔''

یہ سن کر حضرت امیر شریعت نے فرمایا کہ ''لدھیانہ میں ایک بزرگ اور خدا رسیدہ شخص خواجہ احمد شاہ ہوا کرتے تھے۔ انہوں نے ایک مرتبہ قرآن کریم کی کتابت کرائی۔ کتابت مکمل ہونے کے بعد تصحیح کا مسئلہ تھا۔ خواجہ صاحب کتابت شدہ قرآن کریم رئیس احرار مولانا حبیب الرحمٰن صاحب کے والد مولانا زکریا مرحوم کے پاس لائے۔ مولانا نے چھ ماہ میں قرآن کریم حفظ کیا تھا اور ان کا شمار جید حفاظ میں ہوتا تھا۔ خواجہ صاحب نے اپنے آنے کا مقصد بیان کیا تو مولانا فرمانے لگے کہ ''اس کام کے لئے سارے ہندوستان میں ایک ہی حافظ ہیں اور وہ حافظ محمد قاسم ہیں۔ میں یہ کلام پاک ان کو سناؤں گا، اس کے بعد غلطی کا امکان نہیں رہے گا۔''

تواضع اختیار کرنا

یحییٰ بن خالد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ ''شریف جب عبادت کرتا ہے تو تواضع کرتا ہے، برخلاف کمینہ کے۔''

حدیث شریف میں آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ خادمہ کے ساتھ مل کر کھانا کھاتے اور جب وہ تھک جاتی اس کے ساتھ چکی پیستے اور آپ کو بازار سے کوئی چیز اٹھا کر لانے میں حیا مانع نہ ہوتی اور آپ ﷺ غنی اور مفلس دونوں سے مصافحہ کرتے۔ جب آپ نے حج کیا اور رمی جمرۂ عقبہ کی تو آپ ﷺ کے آگے آگے کوئی چپڑاسی لوگوں کو ہٹانے والا نہ تھا۔

چنانچہ مولانا زکریا حافظ صاحب کے پاس آئے اور عرض کیا کہ ''میں کلام پاک پڑھتا جاتا ہوں، آپ سنتے جائیں، تاکہ اشاعت سے پہلے کتابت کی کوئی غلطی نہ رہے۔''

حافظ صاحب نے فرمایا کہ ''کیا اس طرح قرآن کریم درست ہو جائے گا؟''

مولانا نے عرض کیا کہ آپ نابینا ہیں، اس کے علاوہ کوئی طریقہ میری سمجھ میں نہیں آتا۔''

حافظ صاحب مسکرائے اور فرمایا ''اور طریقہ بھی ہے وہ یہ کہ آپ کلام پاک دیکھتے جائیں، میں اعراب (زیر،

زبر، پیش) بولتا جاتا ہوں۔" اور بسم اللہ سے شروع ہوکر والناس تک صرف اعراب بولتے گئے، کوئی لفظ نہیں بولا۔

شاہ جی نے فرمایا کہ واقعہ سننے کے بعد مجھے یقین نہ آیا۔ میں مولانا زکریا صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا۔ انہوں نے اس محیر العقول واقعہ کی حرف بحرف تصدیق کی اور شہادت دی کہ یہ واقعہ میرے ساتھ گذرا ہے۔ واقعی حافظ محمد قاسم صاحب کو قرآن کریم ایسا یاد تھا، جس کی مثال تاریخ میں نہیں ملتی۔ شاہ جی نے فرمایا میں نے اسلامی تاریخ کا مطالعہ کیا۔ مگر ایسا واقعہ نہ سنا نہ پڑھا۔

ایسے حفاظ قرآن کریم کا کیا کہنا جن کے قرآن کریم سے عشق کا یہ عالم ہو کہ قرآن کریم ان کے سانسوں کی مہک، روح کی غذا، زندگی کا جزو، آنکھوں کا نور اور دل کا سرور بن جائے اور جسم کے ریشے ریشے اور رگ رگ میں قرآن کریم کے انوار جاری وساری ہوجائیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے پاک کلام سے محبت اور اس کی اطاعت کی دولت سے ہمیں بھی سرفراز فرمائیں۔

ماں کی رضا ہی میں رب کی رضا ہے

حضرت عبداللہ بن اوفی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے جناب نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کیا "یارسول اللہ ﷺ! ایک نوجوان شخص وقت نزع کے عالم میں ہے، اس کو کلمہ طیبہ تلقین کیا جاتا ہے، لیکن اس کے منہ سے یہ کلمہ ادا نہیں ہو رہا ہے۔"

P-92

آپ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ کیا وہ شخص اس کلمہ کو اپنی زندگی میں نہیں کہتا تھا؟" لوگوں نے عرض کیا "وہ برابر کلمہ کورہا ہے۔" تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ "جو شخص زندگی بھر یہ کلمہ کہتا رہا، آخر وقت میں کلمہ جاری نہ ہونے کی کوئی وجہ نہیں۔" (یعنی ضرور اس کو آخر وقت میں کلمہ نصیب ہوجانا چاہئے۔) پھر رسول اللہ ﷺ اٹھے اور ہم بھی آپ ﷺ کی ہمراہی میں چلے۔ آپ ﷺ اس نوجوان کے پاس پہنچے تو آپ ﷺ نے فرمایا "لاالہ الااللہ پڑھو۔" تو نوجوان نے عرض کیا "اس کلمہ کی ادائیگی پر قادر نہیں

ہوں۔''

آپ ﷺ نے پوچھا ''اس کی کیا وجہ ہے؟''

اس نوجوان نے کہا ''اس کی وجہ شاید یہ ہے کہ میں اپنی والدہ کی نافرمانی کرتا تھا۔'' (اس لئے اس کی بددعا لگی ہوگی)۔

آپ ﷺ نے پوچھا ''کیا تیری والدہ زندہ ہے؟''

تو اس نے کہا ''ہاں!''

آپ ﷺ نے آدمی بھیج کر اس جوان کی والدہ کو بلوایا۔ جب وہ خاتون دربار نبوی ﷺ میں حاضر ہوئی تو آپ ﷺ نے اس خاتون سے پوچھا ''کیا یہ تیرا بیٹا ہے؟''

اس خاتون نے کہا۔ ''ہاں۔''

تو آپ ﷺ نے فرمایا ''اگر آگ دہکائی جائے اور یہ کہا جائے کہ تو اس بیٹے کی سفارش نہ کرے گی تو تیرے بیٹے کو آگ میں ڈالا جائے گا۔''

تو اس خاتون نے کہا کہ ''اس وقت میں ضرور اس کی سفارش کروں گی۔''

تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ ''پھر اللہ تعالیٰ اور ہم سب کو گواہ بنا کر کہہ دے کہ میں نے اس کو معاف کر دیا اور میں اس بیٹے سے راضی ہوگئی۔''

چنانچہ ماں نے رضامندی کا اظہار کیا۔ پھر نبی کریم ﷺ نے اس قریب المرگ جوان سے فرمایا ''لا الہ الا اللہ کہہ۔''

تو اس نے واضح الفاظ میں صاف صاف لا الہ الا اللہ پڑھا تو رسول اللہ ﷺ نے خوش ہو کر فرمایا ''تمام تعریفیں اس رب کریم کے لئے ہیں جس نے میری وجہ سے اس نوجوان کو جہنم کی آگ سے نجات دی۔''

فائدہ:

ماں کا اپنی اولاد پر بہت بڑا احسان ہے، پیدا ہونے سے پہلے حمل کے زمانہ سے ہی قسم قسم کی مشقتیں برداشت کرتی ہے۔ پھر پیدائش کے وقت کی تکلیف، پھر بچپن میں اولاد کو راحت پہنچانے کی خاطر ہر طرح کی تکلیفیں برداشت کرتی ہے۔ سردی کی راتوں میں کئی کئی مرتبہ اٹھ اٹھ کر پیشاب، پاخانہ دھلانا، دودھ پلانا اور کبھی بچہ بیمار ہو جائے تو رات بھر جاگ کر اولاد کو راحت پہنچانا وغیرہ۔۔ یہی انسان جس وقت جوان ہوتا ہے اپنی قوت کو، مال و دولت کو، بیوی

بچوں کو دیکھتا ہے۔ دوسری طرف ماں باپ کو دیکھتا ہے کہ ماں باپ کئی قسم کی بیماریوں میں مبتلا ہیں، جسمانی قوت سے محروم ہیں۔ اولاد کو زندگی کا آخری سہارا سمجھ کر اپنی ضروریات زندگی کے لئے محتاج اور کمزور ونا تواں ہاتھوں کو آسمان کی طرف اٹھا کر طویل طویل دعائیں مانگتے ہیں کہ "اے ربا! میری اولاد کو خوشحال زندگی عطا فرما۔"

جب بیٹا کام کاج سے فارغ ہو کر گھر آتا ہے، ماں آگے بڑھ کر پسینہ صاف کرتی ہے اور ٹھنڈی آہ بھرتی ہے۔ ان سب کے باوجود بیٹا سمجھتا ہے یہ بوڑھے ماں باپ میرے اوپر بوجھ ہیں۔ میری عیاشی میں مخل ہیں۔ مجھے اضافی خرچہ برداشت کرنا پڑتا ہے۔ اس لئے بات بات پر ماں باپ کو جھڑکتا ہے۔ بیوی بچوں کی ہر خواہش پوری کرتا اور ماں باپ کو روکھی سوکھی کھلاتا ہے۔ ایسی اولاد کو خوب غور کرنا چاہئے اور مذکورہ بالا واقعہ سے عبرت حاصل کرنی چاہئے۔ اپنی موت اور موت کے بعد کی زندگی کو بھی یاد رکھنا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ اپنے دین کی سمجھ عطا فرمائے۔ آمین۔

کیا غیبت حلال ہے؟:

شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مرتبہ اپنے استاد سے عرض کیا کہ "فلاں ہم عمر مجھ سے حسد رکھتا ہے۔"

استاد نے کہا "اے سعدی! تیرے نزدیک حسد حرام ہے اور کیا غیبت حلال ہے کہ تو اس شخص کی میرے نزدیک غیبت کرتا ہے اور اس کے حسد کی شکایت کرتا ہے؟"

خریدار کو کیوں دھوکہ نہ ہو جائے

یونس بن عبید رحمۃ اللہ علیہ چادریں اور اوڑھنی وغیرہ فروخت کیا کرتے تھے۔ لیکن جب آسمان ابر آلود ہوتا تو فروخت نہ کرتے اور نہ بازار لے کر جاتے۔ کسی نے اس کا باعث دریافت کیا۔ آپ نے فرمایا "ابر کے دن خریدار کو اکثر دفعہ معیوب شے صاف نظر نہیں آتی۔"

صرف ایک زندگی

اگر آپ کے پاس صرف ایک روٹی ہے تو آپ اسے پرندوں کے آگے ڈالنے سے پہلے سوچیں گے۔ اگر آپ کے پاس صرف ایک چھاگل پانی ہے اور آپ کو ریت کا صحرا عبور کرنا ہے تو آپ اس سے پاؤں نہیں دھوئیں گے۔ لیکن آپ کے پاس صرف ایک زندگی ہے، پھر بھی...... کیا آپ اسے بے کار اور فضول کاموں میں صرف کر دیں گے؟

طالب علمی کے زمانے میں چار معمولات

جب حضرت تھانوی رحمتہ اللہ علیہ دارالعلوم دیوبند میں پڑھ رہے تھے تو طالب علمی کے دوران حضرت کے چار معمولات تھے:

پہلا تو یہ تھا کہ انہوں نے اپنے لئے کچھ ساتھی منتخب کرلئے تھے اور ان سے معاہدہ کرلیا تھا کہ نماز عشاء کے بعد نہ تکرار کریں گے نہ مطالعہ کریں گے، بلکہ فوراً سو جائیں گے اور اخیر شب میں اٹھ کر تہجد پڑھیں گے اور اس کے بعد مطالعہ تکرار کریں گے۔ چنانچہ ان کے سب ساتھی اس کے پابند ہوگئے۔

دوسرا معمول یہ تھا کہ منڈی میں جو دارالعلوم کا بازار ہے وہاں چوراہے پر تحصیل کے سامنے عصر کی نماز کے بعد روزانہ وعظ فرماتے تھے۔ قرآن شریف کی تلاوت فرماتے اور ہر روز پابندی سے وعظ فرماتے۔ ایک آدمی آجائے جب بھی اور دس آدمی آجائیں جب بھی۔ سردی پڑ رہی ہو یا گرمی، بلاناغہ ہمیشہ وعظ کرنے کا معمول تھا۔ اسی لئے حضرت تھانوی رحمتہ اللہ علیہ نے طالب علمی کے زمانے میں پورے قرآن کریم کا وعظ وہاں سنایا۔

تیسرا معمول یہ تھا کہ جمعہ کا دن اساتذہ کرام کی خدمت میں حاضری کے لئے منتخب کر رکھا تھا۔ مولانا محمد یعقوب صاحب کی خدمت میں ایک گھنٹہ، مولانا سید احمد دہلوی صاحب کی خدمت میں ایک گھنٹہ اور مولانا منفعت علی صاحب کی خدمت میں ایک گھنٹہ۔ غرض جتنے اساتذہ تھے، جمعہ سے پہلے ایک ایک گھنٹہ ان کی خدمت میں حاضر ہونا ضروری تھا اور یہ اپنے اساتذہ کی خدمت میں حاضر ہوکر فرمایا کرتے کہ میرے متعلق جو خدمت ہو میں حاضر ہوں، اور بعض اوقات اساتذہ کرام نے جو کام بتادیا وہ کام کردیا اور اگر کوئی علمی بات کسی استاد سے معلوم کرنی ہوتی یا کوئی مسئلہ پوچھنا ہوتا تو پوچھ لیا کرتے۔

چوتھا معمول یہ تھا کہ حجرے میں ایک گھڑا رکھ چھوڑا تھا۔ جو خط آتا بغیر پڑھے اسی گھڑے میں ڈال دیا کرتے۔ ایک سال میں جو دس بیس خط جمع ہوجاتے ان کو سالانہ امتحان سے فارغ ہوکر پڑھتے کسی میں یہ لکھا ہوتا کہ فلاں کا انتقال ہوگیا، فلاں کے ہاں بچہ پیدا ہوا ہے وغیرہ وغیرہ۔ پھر تھانہ بھون پہنچ کر کسی کے یہاں تعزیت کے لئے حاضر [illegible]

تین سو مرتبہ قرآن کی ورق گردانی

امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ کو ایک مسئلہ کے بارے میں تردد تھا کہ آیا یہ قرآن میں ہے یا نہیں تو انہوں نے تین سو مرتبہ قرآن کریم کی ورق گردانی کی، تب جا کر انہیں وہ آیت معلوم ہوگئی، جس سے مسئلہ کا حل نکل آیا۔

سب لوگ کہتے کہ ''بھائی ہم نے خط لکھا تھا، مگر تم نے جواب بھی نہیں دیا۔''

تو حضرت فرماتے کہ ''میں پڑھنے گیا تھا، کتابیں پڑھنا میرا موضوع تھا، خط پڑھنا میرا موضوع نہیں تھا۔ میں خطوط کو گھڑے میں ڈال دیتا تھا۔ اب سالانہ امتحان سے فارغ ہو کر ان کو پڑھا، اب میں خدمت میں حاضر ہوں۔''

(حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے حیرت انگیز واقعات)

ایک بچی کی معصومیت

کسی گاؤں میں بارش نہیں ہو رہی تھی۔ نماز استسقاء کا اعلان ہوا۔ گاؤں کے لوگ ایک میدان میں جمع ہو گئے۔ کسی نے دیکھا، ایک گیارہ سالہ بچی بھی چھتری لئے آ رہی تھی۔ جب وہ لوگوں کے پاس میدان میں پہنچی تو ایک صاحب نے ان سے کہا ''بیٹی! ہم تو ابھی بارش کی دعا مانگنے جا رہے ہیں، تم چھتری لے کر کیوں آئی ہو؟''

جواب میں بچی نے معصومیت سے کہا۔ ''جب ہم دعا مانگ کر واپس آ رہے ہوں گے، اس وقت تو بارش ہو رہی ہو گی نا۔''

P-96

آٹھ کا ہندسہ اور خلیفہ معتصم باللہ:

عباسی خلیفہ معتصم باللہ کی زندگی میں آٹھ کا ہندسہ بڑی اہمیت کا حامل تھا۔ معتصم باللہ کا پورا نام ابواسحاق محمد بن ہارون تھا۔ معتصم باللہ مشہور عباسی خلیفہ ہارون الرشید کی آٹھویں اولاد تھے۔ معتصم باللہ کے آٹھ بیٹے اور آٹھ ہی بیٹیاں تھیں۔ وہ ۲۱۸ھ میں مامون کے بعد بنوعباس کے حکمران بنے۔ بنوعباس کی خلافت میں ابوالعباس السفاح، ابوجعفر منصور، محمد مہدی بن منصور، موسیٰ بن مہدی، ہارون الرشید بن مہدی، محمد امین بن ہارون اور عبداللہ المامون بن ہارون

کے بعد ان کا آٹھواں نمبر تھا۔ وہ ۲۱۸ھ سے ربیع الاول ۲۲۷ء تک بنو عباس کی خلافت پر متمکن رہے۔ یہ مدت بھی تقریباً آٹھ سال بنتی ہے۔ معتصم باللہ اور آٹھ کے ہندسے کا یہ تعلق یہیں ختم نہیں ہوگیا۔ مشہور مورخ خطیب کا بیان ہے کہ انہوں نے اپنے آٹھ سالہ دور خلافت میں کل آٹھ ملک فتح کئے۔ ان کے متعلق مشہور عالم علامہ سید سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کا کہنا ہے کہ ان کے عہد میں مختلف علاقوں کے جو حکمران اسیر ہوئے ان کی تعداد بھی آٹھ ہی تھی۔

امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی امام یوسف رحمۃ اللہ علیہ کو بیش بہا نصیحتیں اور وصیتیں

حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے اسم گرامی سے کون واقف نہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ بڑے اولوالعزم بزرگ، بیدار مغز، حاضر جواب، متقی، پرہیزگار اور صاحب علم و عمل رہنماء تھے۔ اب آپ کی خدمت اقدس میں حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی کچھ نصیحتیں او کچھ وصیتیں پیش کرتا ہوں، جو انہوں نے اپنے شاگرد رشید یوسف بن خالد سمنی بصری کو کی تھیں۔ یہ نصیحتیں اور وصیتیں آب زر سے لکھنے کے قابل ہیں۔

حضرت یوسف بن خالد سمنی بصری نے جب امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے علم حاصل کیا اور اپنے شہر بصرہ کو واپسی کا ارادہ کیا تو امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے اجازت چاہی۔ حضرت نے ارشاد فرمایا کہ:

''جانے میں جلدی نہ کرو، کچھ تو انتظار کرو، یہاں تک کہ تم کو ایسی وصیت کروں جس کی تم کو لوگوں سے ملاقات رکھنے، اہل علم کے مرتبے کو پہچاننے، اپنے نفس کو آداب زندگی پر ڈالنے، ماتحتوں سے مناسب طریقے سے برتاؤ کرنے، خاص و عام کے ساتھ اچھے تعلقات قائم رکھنے اور لوگوں کے حالات سے باخبر رہنے میں ضرورت پڑے گی۔ میری وصیت کو لے کر جب تم باہر نکلو گے تو تمہارے ساتھ اس نصیحت کا ایک آلہ ہوگا جس کی علم کو بہت ہی ضرورت ہے اور وہ علم کو چار چاند لگائے گا اور اسے یہ عیب دار ہونے سے محفوظ رکھے گا۔''

اس کے بعد فرمایا ''صبر کرو، یہاں تک کہ میں آپ کو تفصیلی وصیت کرنے کے لئے فرصت کا وقت نکال لوں اور اپنی فکر کو تمہاری طرف پوری طرح متوجہ کر سکوں اور تم کو ایسی بات بتا دوں، جس کی وجہ سے تم اپنے دل میں میرے شکر گزار رہو گے۔''

حضرت یوسف بن خالد فرماتے ہیں کہ جب اتنا وقت گزر گیا، جس کے گزر جانے پر وصیت کرنے کا وعدہ کیا تھا تو مجھ کو تنہائی میں وقت دیا اور فرمایا کہ ''میں اب تم کو وہ تمام باتیں کھول کر تفصیل سے بتا دیتا ہوں، جن کے لئے میں تمہارے واپس جانے میں مزاحم ہوں۔ وہ منظر گویا میری آنکھوں کے سامنے ہے، جب تم بصرہ میں داخل ہو گے اور تمہارے مخالفین تمہاری طرف متوجہ ہوں گے اور اس وقت تم اپنے نفس کو (علم کے غرور) میں ان کے مقابلے میں بلند

کرو گے اور علم کے ذریعے سے ان کے سامنے بطور فکر بڑھ چڑھ کر بولنے والے بنو گے (جس کے نتیجہ میں یہ ہوگا) تم ان کے پاس اٹھنے بیٹھنے اور ساتھ رہنے سے دلبرداشتہ ہو جاؤ گے۔ تم ان کے مخالف ہو جاؤ گے اور وہ تمہارے مخالف ہو جائیں گے اور پھر تم ان سے تعلقات ختم کرو گے اور پھر تم ان لوگوں سے خراب الفاظ میں بات کرو گے اور وہ تمہیں خراب لفظوں میں یاد کریں گے۔ تم ان لوگوں کو گمراہ کہو گے اور وہ تمہارے راستے کو غلط بتائیں گے۔ وہ سب تم کو بدعت کی طرف منسوب کریں گے۔

ان تمام باتوں کا مطلب یہ ہوگا کہ ہم اور تم دونوں کی ذاتوں پر عیب لگایا جائے گا۔ آخر نتیجہ یہ نکلے گا کہ تم لوگوں کو چھوڑ کر کسی اور مقام پر چلے جانے پر مجبور ہو جاؤ گے۔ لیکن یہ کوئی اچھی بات نہیں کہ آدمی ایسے حالات پیدا کرے، جن کی وجہ سے خاص و عام میں نہ رہ سکے۔ ہوشیاری اور عقلمندی کی بات یہ ہے کہ میل جول اور اچھے تعلقات قائم کرنے کی کوشش کرنی ہے، کیونکہ وہ عقلمند نہیں ہے جو ایسے شخص سے نبھانے کا خیال نہ رکھے، جس کے ساتھ نبھانا ضروری ہو۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اس کے لئے کوئی راہ نکالے۔

خیالات کی خرابی

فرمایا کہ لوگوں کے خیالات اس قدر خراب ہوگئے کہ ایک مرتبہ میں ایک شخص کی عیادت کے لئے گیا۔ اس پر سورۂ یٰسین پڑھ کر دم کرنے کا خیال ہوا۔ میں نے اس خوف سے کہ اس کے گھر والے برا مانیں گے کہ اس کو مرنے والا سمجھ کر سورۂ یٰسین پڑھ رہے ہیں۔ نیز اگر یہ مرگیا تو اس کے گھر کے لوگ کہیں گے کہ سورۂ یٰسین سے مرگیا ہے۔ اس لئے سورۂ یٰسین شریف آہستہ پڑھی۔ مگر خدا کا شکر کہ وہ مریض صحت مند و تندرست ہوگیا۔

(ملفوظات دعوات عبدیت)

جب تم بصرہ میں داخل ہو گے تو وہاں کے لوگ تمہارا خیر مقدم کریں گے اور تمہاری زیارت کو آئیں گے اور تمہارا حق پہچانیں گے، اس وقت تم ہر فرد کو اس کے مرتبے کے مطابق جگہ دینا اور شریفوں کی عزت کرنا، اہل علم کی تعظیم کرنا، بوڑھوں کا ادب کرنا، نوعمروں اور نوجوانوں کے ساتھ لطف سے پیش آنا۔ عوام کے نزدیک ہونا، بدکرداروں کی مدارت کرنا، اچھے افراد کی صحبت اختیار کرنا، صاحب اقتدار، بادشاہ، قاضی وغیرہ سے (قول وعمل میں) اس طرح پیش آنا جس طرح وہ ایک معمولی فرد سمجھے جائیں، کسی کو کبھی حقیر مت سمجھنا، مروت میں کوتاہی مت کرنا، اپنا بھید کسی پر ظاہر نہ ہونے دینا، کسی کی دوستی پر بغیر امتحان کے بھروسہ نہ کرنا۔

کسی کمینے اور خبیث شخص سے دوستی نہ کرنا اور اس شے سے الفت نہ رکھنا جو تمہارے ظاہر کو حال کے مطابق نہ سمجھتی ہو۔ بے وقوف دوستوں سے بے تکلفی نہ برتنا، صبر، خوش خلقی اور سینے کی کشادگی کو لازم کر لینا، نئے کپڑوں کو استعمال کرنا۔ اپنی ذاتی ضرورتوں کو تنہائی کا وقت نکال کر پورا کرنا۔ اپنے خادموں اور ماتحتوں کے معاملات کی ٹوہ میں

لگے رہنا اور اس سلسلے میں تم ان کے ساتھ نرمی کے ساتھ پیش آتے رہنا۔ ڈانٹ ڈپٹ زیادہ نہ کرنا، ورنہ بے اثر ہو جائیں گے۔ (یعنی وہ ڈھیٹ ہو جائے گا) اور ان کو اپنے ہاتھ سے سزا نہ دینا اس سے تیرا وقار دیرپا رہے گا اور اپنی نمازیں پابندی سے ادا کرتے رہنا اور اپنے عزیز و اقارب کی دعوتیں کرتے رہنا، کیونکہ ایک بخیل کبھی سرداری کے قابل نہیں ہو سکتا۔ تیرا ایک خاص مشیر کار بھی ہونا چاہئے جو لوگوں کے حالات سے تجھ کو باخبر کرتا رہے۔

اس کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ جب تجھے کسی گڑبڑ کی اطلاع ملے گی تو اس کو ٹھیک کرنے کے لئے جلدی کرے گا اور جب کسی کام کی خوبی کا پتہ چلے گا تو اور زیادہ دلچسپی سے اس کام کو انجام دے گا۔ جو تجھ سے ملاقات کرنے آئے اور جو نہ آئے تو ان دونوں قسم کے افراد کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنا اور ان سے ملاقات کرنے جانا اور جو شخص تجھ سے اچھا یا برا برتاؤ کرے تو اس کے ساتھ اچھی طرح پیش آتے رہنا اور معاف کرتے رہنا اور ان کو نیکیوں کا حکم دیتے رہنا اور کبھی غافل نہ رہنا، جو تجھ کو تکلیف دے یا پریشان کرے اسے چھوڑ دینا، بدلہ لینے کی کوشش مت کرنا۔ جو ملاقاتی بیمار ہو جائے، یا کسی پریشانی میں مبتلا ہو جائے تو بذات خود اس کی مزاج پرسی کرنے ضرور جانا اور اپنے قاصدوں کے ذریعے ان کے حالات کی خبر رکھنا۔ اگر کوئی شخص (ملاقاتی) آنا بند کر دے تو اس کے حالات کی تفتیش کرتے رہنا اور اگر کوئی شخص تیرے بارے میں خراب الفاظ نکالے یا گالی دے تو اس کے بارے میں اچھی باتیں کرنا۔

اگر کوئی شخص انتقال کر جائے (اور اگر اس کا حق تیرے ذمے ہو) تو اس کا حق اس کے وارثوں کو ادا کر دینا۔ جس کسی کے گھر میں کوئی خوشی ہو تو اس کو مبارکباد دینا اور مصیبت میں گرفتار ہو جائے تو اس کو تسلی دینا۔ اگر کوئی شخص اپنے کام کے لئے تجھ کو اپنے ساتھ لے جانا چاہے تو اس کے ساتھ جانے کے لئے کھڑے ہو جانا۔ جہاں تک ہو سکے لوگوں کے سامنے دوستی ظاہر کرنا، جب کسی دوسرے کے ساتھ کسی محفل یا مجلس میں بیٹھے یا کسی مسجد میں لوگوں کے ساتھ تیری ملاقات ہو اور سوالات ہونے شروع ہو جائیں اور ان کے سوالات تیرے مسلک کے خلاف ہوں تو جلدی سے اپنی رائے کا اظہار مت کرنا۔

لوگ جو کام تجھ سے نہ لیں، اس میں دخل اندازی مت کرنا، لوگوں کے لئے اس حالت پر تیار یا راضی نہ ہو جانا جس پر وہ اپنے نفسوں کے ساتھ راضی ہوں۔ ان کی طرف سے اپنی نیت کو صاف رکھنا۔ سچائی کو ہمیشہ کام میں لانا اور غرور و تکبر ایک طرف پھینک دینا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ غرور و تکبر کو پسند نہیں کرتا اور کبھی کسی کو دھوکہ یا فریب مت دینا۔ اگرچہ لوگ تجھ سے خیانت کا برتاؤ بھی کریں اور اگر کسی سے کوئی عہد یا وعدہ کرو تو اس کو پورا کرنا اور پرہیزگاری کو اپنے ہاتھ سے نہ جانے دینا۔ دوسرے مذاہب والوں سے مناسب معاشرتی آداب کے ساتھ پیش آنا۔''

ان نصیحتوں کے بعد حضرت امام صاحب نے اپنے شاگرد عزیز سے فرمایا کہ ''بے شک تو اگر میری ان نصیحتوں کو مضبوطی سے پکڑے گا تو میں امید کرتا ہوں کہ (تو سب خرابیوں اور مصیبتوں سے) محفوظ رہے گا۔

اس کے بعد فرمایا کہ ''مجھ کو تیری جدائی سے رنج وغم ہے اور تجھ سے جو جان پہچان ہے وہ میرے لئے انس کا ذریعہ ہے۔ تو اپنے خطوط کے ذریعے مجھ سے تعلق باقی رکھنا اور اپنی ضروریات وحاجات سے مطلع کرتے رہنا اور اس بارے میں تو میرے لئے ایک بیٹے کی مانند ہے اور میں باپ کی طرح ہوں۔''

حضرت معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات و واقعات

عرب کا ریگستان ہے۔ گرمی اپنے جوبن پر ہے۔ ریت کے ذرے ہیں کہ تپتے ہوئے انگارے جیسے ہیں۔ ایک ستم رسیدہ شخص کو تپتی ریت پر لٹا کر سینے پر ایک بھاری پتھر رکھ دیا گیا ہے۔ تکلیف کی شدت سے آنکھیں ابل رہی ہیں، حبشہ کے باشندے کی رنگت گرمی کی تپش سے مزید گہری ہوگئی ہے کمر کی کھال ادھڑ کر خون رسنے لگا ہے۔ درے مار مار کر ظالم آقا بھی نیم بے ہوش ہونے کو ہے لیکن یہ دیوانہ ایسا ہے کہ مصلحت کے تمام سبق فراموش کیے ایک ہی کلمہ دھرا رہا ہے۔ ''احد احد'' ظالموں کا ظلم اس کے پائے استقلال میں ذرہ برابر بھی لغزش پیدا نہ کر سکا۔ ظلم وستم جھیلتے ہوئے ایک عرصہ ہو گیا۔ پر احد احد کا سبق نہ بھولا۔ بالآخر اللہ کے اس نیک بندے (حضرت بلال رضی اللہ عنہ) کی آزمائش ختم ہوئی اور مکہ کے ایک باثروت اور سچے انسان امت محمدی کے پہلے مومن مرد ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اسے اس کے ظالم آقا کی غلامی سے رہائی دلائی اور آزاد کر دیا۔

انگریز کے ہاں عورت کا مرتبہ

ایک انگریز گورنر نے اپنی میم کے ساتھ آپ کی خدمت میں حاضری کی اجازت چاہی۔ وہ میم کے ساتھ زیارت کے لئے پہنچ گیا۔ یہ انگریز کی حکومت کا زمانہ تھا۔ جب لوگ سپاہی سے اتنا ڈرتے تھے کہ آج کل صدر مملکت اور وزیراعظم سے بھی اتنا نہیں ڈرتے۔ جب وہ پہنچے گورنر تو سامنے چٹائی پر بیٹھ گیا اور ایک کونے میں مٹکا اوندھا رکھا ہوا تھا۔ جس پر بہت گرد وغبار پڑا ہوا تھا۔ میم سے فرمایا کہ ''بی! تم اس پر بیٹھ جاؤ۔'' اسے وہاں بندریا کی طرح بٹھا دیا۔

......☆......☆......☆......

اس واقعے کو گزرے تقریباً ڈیڑھ صدی ہونے کو ہے۔ دوسری صدی ہجری کا دور چل رہا ہے۔ اسلام کا پیغام حجاز سے نکل کر دور دور تک پھیل چکا ہے اور اطراف عرب اللہ کے پر سرار بندوں کی جبین نیاز سے شاد و آباد ہے۔ ایسے میں عراق کے مشہور شہر بغداد کے علاقہ ''کرخ'' کے ایک عیسائی خاندان میں ایک بچہ پیدا ہوا، عیسائیوں کے مذہبی طریقے کے مطابق اسے بتیسمہ دیا گیا۔ خوشیاں منائی گئیں اور لاڈ اٹھائے گے، لیکن یہ سعید روح مضطرب تھی۔ بچہ ذرا

بڑا ہوا، والدین کو تربیت کی فکر لاحق ہوئی، درسگاہ میں داخل کرادیا۔

ایک عیسائی استاد اس کی تعلیم وتربیت پر مقرر ہوا، جو اسے عیسائیت کی تعلیم دیتا تھا۔ لیکن معصوم ذہن اسے قبول کرنے سے انکار کر دیتا ہے۔ اس بچہ کا بھائی بھی اس کے ساتھ زیر تعلیم ہے جو اس کی زمانہ طالب علمی کے حالت کو یوں واضح کرتا ہے۔ ''اللہ تعالیٰ نے اسی زمانہ سے ان کو عقیدۂ توحید کے لئے چن لیا تھا۔ میں اور وہ ایک عیسائی استاد کے پاس پڑھا کرتے تھے۔ استاد ہمیں باپ بیٹا کا عقیدہ سمجھاتا تھا لیکن آپ جواب میں ''احد احد'' فرما کر سنت بلالی رضی اللہ تعالیٰ عنہ زندہ کرتے۔ اس پر استاد انہیں بے تحاشہ مارتا۔ ایک مرتبہ استاد نے اتنا مارا کہ آپ گھر سے بھاگ کھڑے ہوئے اور لاپتہ ہو گئے۔ آپ کو بہت ڈھونڈا گیا، پر نہ ملے۔ ان کی والدہ رو رو کر کہتی تھیں کہ ''اگر اللہ تعالیٰ نے معروف کو میرے پاس لوٹا دیا تو وہ جو دین چاہے گا اختیار کرنے سے نہیں روکوں گی۔''

کئی سال بعد آپ گھر واپس آئے تو ماں نے پوچھا ''بیٹا! تم کس دین پر ہو؟''

آپ نے جواب دیا کہ ''اسلام پر''

اس پر والدہ بھی مسلمان ہو گئیں اور پورا گھر مشرف بہ اسلام ہو گیا۔''

جی ہاں یہ حضرت معروف کرخی بن فیروز رحمۃ اللہ علیہ ہیں جو دوسری صدی ہجری کے مشہور اولیاء میں سے ہیں۔ یہ حضرت علی بن موسیٰ الرضا رحمۃ اللہ علیہ کے آزاد کردہ غلام تھے۔ اعلیٰ پائے کے صوفی بزرگوں میں شمار ہوتے ہیں اور ان کے ملفوظات صوفیاء کرام کے لئے مشعل راہ ہیں۔

ان پر کثرت نوافل سے زیادہ ذکر وفکر کا غلبہ رہتا تھا۔ ان کے ہم عصر ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں حضرت معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس گیا۔ نماز کا وقت ہوا تو انہوں نے اذان کہنی شروع کی تو ان پر اضطراب کی عجیب کیفیت طاری تھی۔ حتیٰ کہ جب شہادتین پر پہنچے تو ان کی داڑھی اور ابرو کے بال کھڑے ہو گئے اور اس حد تک جھک گئے کہ مجھے یہ اندیشہ ہوا کہ آپ اذان بھی پوری کر سکیں گے یا نہیں۔ اللہ کا ذکر اس کثرت سے کیا کرتے تھے کہ ایک مرتبہ حجام سے خط بنوا رہے تھے اور ساتھ ساتھ ذکر میں بھی مصروف تھے۔ حجام نے ان سے کہا کہ ''اگر آپ تسبیح پڑھتے رہیں گے تو خط نہیں بن سکے گا۔''

تو فرمانے لگے۔ ''تم تو اپنا کام کر رہے ہو، کیا میں اپنا کام نہ کروں۔''

حضرت معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ معمول تھا کہ اگر کوئی دعوت دیتا تو سنت کے مطابق اس کی دعوت قبول فرما لیتے تھیے۔ ایک مرتبہ ایک صاحب نے آپ کو ولیمہ پر بلایا تو آپ نے حسب معمول اس کی دعوت قبول فرمائی۔ وہاں پہنچے تو دیکھا کہ انواع اقسام کے پر تکلف کھانے چنے گئے ہیں اور مزید کھانے آتے جا رہے ہیں۔ ایک اور بزرگ بھی وہاں تشریف فرما تھے۔ کہنے لگے ''حضرت آپ دیکھ رہے ہیں کہ یہ کیسے کھانے ہیں؟''

ان کا مطلب یہ تھا کہ ایسے پرتکلف کھانے کھانا مناسب نہیں ہے اور بار بار اس شکایت کو دہرانے لگے تو حضرت کرخی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ”میں تو غلام ہوں، میرا آقا مجھے جو چیز کھلاتا ہے، کھالیتا ہوں اور جہاں لے جاتا ہے چلا جاتا ہوں۔“

تواضع ان میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ اور ہر دم اللہ کی رحمت کے طالب رہتے تھے۔ ایک مرتبہ ایک شخص لوگوں کو پانی پلا رہا تھا اور یہ آواز لگا رہا تھا کہ ”جو مجھ سے پانی پیئے اللہ اس پر رحم کرے۔“

آپ رحمۃ اللہ علیہ وہاں سے گزرے تو اس شخص سے پانی لے کر پی لیا۔ لوگوں نے پوچھا۔ ”حضرت آپ تو روزہ سے تھے؟“

فرمایا کہ ”شاید اس کی دعا کی وجہ سے اللہ مجھ پر رحم فرمادے۔“ (نفلی روزہ ہوگا اس لئے توڑ لیا۔ بعد میں قضا کرلی ہوگی۔) جس طرح خود ہدایت کے طالب رہے اور بالآخر اسی اس کو پالیا، اسی طرح لوگوں کی ہدایت کی فکر میں رہا کرتے تھے۔ اگر کوئی شخص ان پر زیادتی کرتا یا ان کے سامنے گناہ کرتا تو اس کے لئے بھی دعا فرماتے تھے۔ چنانچہ ایک مرتبہ آپ دجلہ کے کنارے پر بیٹھے تھے کہ سامنے سے کچھ کشتیاں گزریں جن پر کچھ لوگ سوار تھے اور گانے بجانے اور لہو ولعب میں مشغول تھے۔ لوگوں نے آپ سے کہا کہ ”دیکھیں یہ لوگ دریا میں بھی اللہ کی نافرمانی کررہے ہیں، ان کے لئے بددعا کیجئے۔“

معافی کا اِک بہانہ

علماء نے شیطان کے پیدا کرنے کی ایک حکمت یہ بھی لکھی ہے کہ اگر انسان دنیا میں آتا اور شیطان نہ ہوتا اور یہ اپنے نفس کی وجہ سے برائی کرتا تو پھر اس کی معافی کے چانس ختم ہوجاتے اور کہا جاتا کہ اس نے خود برائی کی۔ اس لئے اب معافی نہیں ہوسکتی اور اب چونکہ شیطان پیدا ہوچکا ہے اور وہ بھی ورغلاتا ہے اس لئے اللہ رب العزت قیامت کے دن جن کو معاف کرنا چاہیں گے ان کا سارا بوجھ شیطان کے سر پر ڈال دیں گے اور اللہ تعالیٰ معاف فرمائیں گے کہ میرے ان بندوں کو شیطان نے بہکایا تھا، لہٰذا اب میں ان کو معاف کرکے جنت میں داخل کردیتا ہوں۔

حضرت معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ نے ہاتھ اٹھا کر یوں دعا فرمائی۔ ”الٰہی میری آپ سے التجا ہے کہ جس طرح آپ نے ان نوجوانوں کو دنیا میں مسرتیں عطا فرمائی ہیں، اسی طرح ان کو (آخرت میں بھی) جنت میں بھی مسرتیں عطا فرمایئے۔“

لوگوں نے کہا کہ ”ہم نے تو آپ سے بددعا کے لئے کہا تھا، تو فرمایا ”اگر اللہ تعالیٰ نے انہیں آخرت میں خوشیاں عطا فرمائیں تو دنیا میں ان کے گناہوں کی توبہ قبول فرمالے گا، اس میں تمہارا کیا نقصان ہے۔“

حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ جو کہ حضرت معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ خاص ہیں، فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے جو اچھی حالت بخشی ہے تو یہ سب حضرت معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ کی برکت سے ہے۔ ایک دن میں عید کی نماز پڑھ کر واپس آ رہا تھا تو میں نے دیکھا کہ حضرت معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ ایک پراگندہ حال بچے کو اپنے ساتھ لے جا رہے ہیں۔ میں نے پوچھا ''حضرت یہ کون ہے؟''

فرمایا ''میں نے راستے میں کچھ بچوں کو کھیلتا ہوا دیکھا۔ یہ بچہ ان کے پاس اداس کھڑا تھا۔ میں نے پوچھا کہ تم کیوں نہیں کھیلتے تو کہنے لگا: میں یتیم ہوں، میرے ماں باپ نہیں ہیں، اس لئے اداس ہوں۔''

حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، میں نے پوچھا ''حضرت آپ اس بچے کو ساتھ لے جا کر کیا کریں گے؟''

فرمانے لگے ''اسے اپنے پاس رکھوں گا، اس کی دیکھ بھال کروں گا، کہیں سے کچھ گٹھلیاں جمع کر کے دوں گا، جس سے اخروٹ خرید کر یہ خوش ہوگا۔''

اس پر میں نے عرض کیا کہ ''یہ بچہ مجھے دے دیجئے۔ میں اس کی دیکھ بھال کروں گا۔''

تو انہوں نے مجھ سے وعدہ لیا کہ ''واقعی کرو گے؟''

میں نے وعدہ کیا تو فرمایا ''لے جاؤ، اللہ تمہارا دل غنی کرے گا۔''

حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ کی دعا کی بدولت میرے دل کی یہ حالت ہوگئی کہ مجھے حقیر سے حقیر شے سے بھی دنیا زیادہ حقیر معلوم ہوتی ہے۔ حضرت معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات ۲۰۰ھ میں ہوئی، بغداد میں دفن ہوگئے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے اسلاف جیسے اعمال کی توفیق عطا فرمائے۔

میرے پاس یہی ہیں تو ان کو قبول کرلے

ایک مجذوب اپنے عالم جذب میں ایک عجیب وغریب شعر پڑھ رہا تھا:

چہار چیز آوردہ ام شاہا کہ در گنج تو نیست
نیستی و حاجت و عذر و گناہ آوردہ ام

''یا الٰہی! چار چیزیں تیرے خزانے میں بھی نہیں ہیں۔ نیستی محتاجی، عذر، گناہ۔ یا اللہ! میں کیا کروں، میرے پاس یہی چیزیں ہیں تو انہیں قبول فرمالے اور مجھے معاف فرمادے۔''

پیر مہر علی اور زیارت رسول ﷺ

حضرت پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں ایک مشہور واقعہ ہے۔ وہ ایک مرتبہ حج پر تشریف لے گئے۔ وہ تھکے ہوئے تھے۔ حضرت نے عشاء کی نماز کے صرف فرض پڑھے اور سو گئے۔ خواب میں نبی علیہ السلام کا دیدار نصیب ہوا آپ ﷺ نے فرمایا ''مہر علی! تو نے فرض پڑھ لئے اور سنتیں نہ پڑھیں۔ جب آپ ہماری سنتیں چھوڑ دیں گے تو باقی لوگوں کا کیا حال ہوگا؟'' بیدار ہوئے تو حضرت پر گریہ طاری ہو گیا۔ اس کے بعد عشاء کی نماز مکمل کی اور پھر بعد میں اپنی مشہور نعت لکھی۔

مخلص کی کیا علامت ہے

امام ثوری رحمۃ اللہ علیہ کے پاس جب ان کی لاعلمی میں کوئی حاکم آتا اور آپ مدرسہ اشرفیہ جامع بنی امیہ میں پڑھاتے ہوتے تو اس کے آنے سے مکدر ہوتے اور اگر انہیں معلوم ہو جاتا کہ آج کوئی رئیس ان کی ملاقات کو آئے گا تو اس دن سبق نہ پڑھاتے۔ اس خیال سے کہ آپ کو کوئی بڑے حلقہ میں بیٹھا نہ دیکھ لے اور فرماتے، مخلص کی علامت یہ ہے کہ اگر لوگوں کو اس کی خوبی معلوم ہو تو رنجیدہ ہو، کیونکہ نفس کا اس پر خوش ہونا گناہ ہے۔ بسا اوقات ریا اکثر گناہوں سے بدتر ہوتی ہے۔

شاہ اسمعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ اور شاہ اکبر ثانی کا واقعہ

شاہان مغلیہ کے عہد زوال کے ایک بادشاہ اکبر شاہ ثانی گزرے ہیں۔ ان کی بادشاہت کے دور میں جبکہ انگریزوں کا دہلی اور دہلی کے نواح و اطراف میں قبضہ ہو چکا تھا لال قلعہ اور جامع مسجد وغیرہ پر ان کا تسلط نہیں تھا۔ اسی دوران ایک دن مولانا اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ جامع مسجد کے حوض پر بیٹھے ہوئے اصحاب ارادت وعقیدت و وعظ و نصیحت فرما رہے تھے۔ تھوڑی دیر میں مجاوروں نے جامع مسجد کے ایک حجرے سے تبرکات کے نام سے کچھ چیزیں نکالیں۔ وہ چیزیں آنحضرت ﷺ کی طرف منسوب موئے مبارک اور نعلین شریف تھیں ان کو مجاوروں نے ہاتھ میں لیا اور باہر نکالتے ہی حاضرین میں جن جن لوگوں نے دیکھا سلام کیا۔ ادب و احترام سے سروقد کھڑے ہو گئے۔

لیکن جب مولانا اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کے پاس سے گزرے تو نہ انہوں نے کھڑے ہو کر احترام کیا اور نہ ان کے اصحاب مجلس نے تکرم کی۔ جب یہ مجاور حضرات تبرکات کو لے کر لال قلعہ تک پہنچے تو اکبر شاہ ثانی کے ملاحظہ میں ان تبرکات کو پیش کرتے ہوئے رونے لگے۔ دوبارہ استفسار پر کہنے لگے ''ان تبرکات کی توہین ہو گئی۔'' واقعہ کے طور پر

کہا کہ ''ان تبرکات کو لے کر ہم لوگ جامع مسجد سے نکلے تو ہر ایک نے تکریم و تعظیم کی، لیکن مولانا اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے حلقہ کے لوگ جامع مسجد میں بیٹھے رہے اور ان تبرکات کی کوئی تکریم ہی نہیں کی۔''

بادشاہ نے ان کو انعام دے کر رخصت کیا اور کہا کہ ہم مولانا اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کو بلا کر ان سے دریافت کریں گے اور ہرکارہ مولانا اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں بھیج دیا۔

P-104

مولانا اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ہرکارہ پہنچا تو انہوں نے خط کے جواب میں لکھا ''میں اس وقت مقرر پر حاضر ہو جاؤں گا اور سلام مسنون کر کے آپ کے پاس بیٹھ جاؤں گا۔ میں جھک جھک کر سات مرتبہ فرشی سلام کو نہیں اختیار کروں گا جو آپ کے سامنے علماء و حاضرین دربار کیا کرتے ہیں۔''

مشورہ کے لئے شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آئے۔ انہوں نے فرمایا ''تم کو جانے سے انکار کرنا چاہئے۔ ہم لوگ کسی تقریب کے موقع پر بلائے جاتے ہیں۔ ہاتھ کے ہاتھ نہیں بلائے جاتے۔''

تو مولانا نے کہا ''میں نے تو جانے کا فیصلہ کر لیا ہے۔''

تو شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ''جب تم نے فیصلہ کر لیا ہے تو جاؤ، لیکن انگریز ریذیڈنٹ کو خبر دو تا کہ بادشاہ کوئی غلط قدم تمہارے معاملہ میں نہ اٹھائے۔''

فرمایا ''میں انگریز ریذیڈنٹ کے پاس نہیں جاؤں گا، میرا توکل صرف اللہ پر ہے۔'' اور شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کو یہ آیت کریمہ سنائی:

قل لن یصیبنا الا ما کتب اللہ لنا ھو مولانا و علی اللہ فلیتوکل المومنون
یعنی ''ہمیں کوئی ضرر نہیں پہنچے گا، مگر یہ کہ تقدیر الٰہی میں جو کچھ پہلے سے لکھا ہو وہ ہمارا آقا ہے اور اہل ایمان اسی پر بھروسہ کرتے ہیں۔''

چنانچہ آپ لال قلعہ میں تشریف لے گئے اور اکبر شاہ ثانی لال قلعہ سے اٹھ کر شاہی محل میں چلا گیا۔ پھر مولانا اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ شاہی محل میں پہنچ گئے۔ اکبر شاہ ثانی جہاں بیٹھے تھے وہیں آپ بھی السلام علیکم کہہ کر بیٹھ گئے۔ بادشاہ نے کہا ''آپ حضرات کی زیارت و ملاقات کا شرف بہت کم مل پاتا ہے۔ آج کی آپ کی تشریف آوری سے ہمیں بڑی سعادت حاصل ہوئی۔ ہم چاہتے ہیں کہ آنحضور ﷺ کی سیرت پاک سے آپ ہمیں کچھ سنائیے۔''

آپ نے وعظ فرمانا شروع کیا اور سیرت پاک کے ان واقعات کو بیان کیا جن میں رسول اللہ ﷺ کو دعوت و تبلیغ کے موقع پر ابوجہل وغیرہ سے تکلیف پہنچی تھی اور جو تکلیف طائف کی تبلیغ کے موقع پر وہاں کے شریر اور اوباش لڑکوں نے حضور ﷺ کو پہنچائی اور بدن پر ریت اور کنکر کی بوچھاڑ کی تھی اور تیر اندازوں نے تیروں کی بارش کر کے آپ ﷺ کے بدن کو زخمی کر دیا تھا۔ آپ ﷺ کے جسم سے خون بہہ کر ایڑیوں میں پہنچا جو جوتے سے چپک گیا تھا۔ زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کو بچانے کی بہت کوشش کی، لیکن آپ رضی اللہ عنہ بھی زخمی ہوئے۔

جب وہاں سے مایوس لوٹنے لگے تو ایک حوض کے کنارے زخموں کو دھونے کے لئے زید رضی اللہ عنہ نے پاؤں سے آپ ﷺ کے جوتے کو نکالنا چاہا تو ہاتھ سے نکل نہ سکا۔ زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ نے اپنے دانت سے جوتے کو کھینچا، زید رضی اللہ عنہ کا ایک دانت بھی ٹوٹ گیا، پھر جوتا پاؤں سے الگ ہوا۔ اسی دوران آپ ﷺ کو القاء ہوا کہ کوئی فرشتہ کہہ رہا ہے کہ اگر آپ ﷺ اجازت دیں تو طائف والوں کو ان ہی دونوں پہاڑوں کے درمیان پیس کر کے رکھ دیا جائے تو اس مظلومیت کے وقت بھی آپ ﷺ نے یہ دعا فرمائی کہ ''اے اللہ! ایسا نہ کر، میری قوم کو ہدایت دے، ابھی اپنے نبی کو نہیں پہچانتی۔ شاید کہ ان کی ذریت اور آئندہ نسلوں میں ایسے لوگ پیدا ہوں جو اسلام قبول کریں، ایمان باللہ اور ایمان بالرسول کے شرف سے مشرف ہوں۔''

حضور ﷺ کی اس دعوت و تبلیغ کے ایسے پر درد و پر تاثر واقعات کو بیان فرمایا کہ اکبر شاہ ثانی رونے لگا اور مولانا اپنی پرکشش اور پر تاثیر باتیں بیان فرماتے رہے، کئی رومال اس کے آنسوؤں سے تر ہو گئے۔ جب مولانا اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ نے سمجھا کہ اب بہت رو چکا تو اپنی تقریر کے لب و لہجہ کو ہلکا کیا۔ دھیرے دھیرے بادشاہ کی سسکیاں باقی رہ گئیں۔ مولانا نے بھی اپنے وعظ کی گرمی کو مدھم کیا اور آخر میں وعظ ختم کر کے بیٹھ گئے۔

اس پر اکبر شاہ ثانی نے کہا کہ ''اس نبی ﷺ کی محبت میں اور اس کی دعوت و تبلیغ کے پر تاثیر واقعات کے بیان میں آپ خود بھی روتے ہیں اور دوسروں کو بھی رلاتے ہیں تو اس نبی ﷺ کے تبرکات سے آپ نے کوئی محبت کیوں نہ فرمائی اور ان کی تکریم و تعظیم آپ نے کیوں نہ کی؟''

مولانا نے فرمایا'' وہ تبرکات کیسے ہوں گے اور نبی ﷺ کے نعلین شریف اور موئے مبارک کا ثبوت کہاں سے ملا کہ وہ حضور ﷺ ہی کی چیزیں ہیں۔''

تو بادشاہ نے کہا'' ہمارے دادا بابر شاہ کے عہد سے یہ تبرکات آئی تھیں اور وہیں سے دہلی لائی گئیں۔''

مولانا نے فرمایا ''بادشاہوں کے پاس تبرکات کے نام سے چیزیں لانے والے

دوائی کا برتن سونگھ کر نسخہ تیار کرنا

خلیل بن احمد رحمۃ اللہ علیہ انسانی تاریخ کے ذہین اور اختراعی صلاحیت کے حامل لوگوں میں سے ایک تھے، لکھا ہے کہ ایک مرتبہ آنکھ کی کسی خاص بیماری کی دوا بنانے والا طبیب انتقال کر گیا۔ لوگوں کو اس دوا کی بڑی ضرورت پڑی، خلیل رحمۃ اللہ علیہ نے کہا'' کسی کے پاس اس دوا کا نسخہ ہے؟''

لوگوں نے کہا'' نہیں۔''

تو وہ برتن منگوایا جس میں دوا بنائی جاتی تھی۔ چنانچہ سونگھتے سونگھتے برتن سے اس دوا کا ایک ایک جز نکالتے رہے۔ یہاں تک کہ پندرہ اجزاء اس طرح نکال کر جمع کر دیئے۔ ان پندرہ اجزاء کی تعیین کے بعد دوا بنائی اور حسب سابق لوگوں کو اس سے نفع ہوا۔ اتفاقاً بعد میں اس کا لکھا ہوا نسخہ اس طبیب کے کتب خانے سے مل گیا۔ دیکھا تو اس میں سولہ اجزاء تھے۔ خلیل رحمۃ اللہ علیہ سے صرف ایک جز رہ گیا تھا۔

لاتے ہیں اور بادشاہ ان کو انعام دے کر رخصت کر دیتا ہے اور تبرک کی چیزوں کو قبول کر لیتا ہے، لیکن ان کی کون سی سند ہے کہ ان کی لائی ہوئی چیزیں اصلاً حضور ﷺ کی ہیں۔'' پھر مولانا نے فرمایا کہ '' آپ کے یہاں صحیح بخاری شریف ہو تو منگوائیے۔''

بادشاہ کے حکم سے صحیح بخاری شریف کتب خانے سے آ گئی۔ اکبر شاہ ثانی اور مولانا بدستور بیٹھے رہے۔ مولانا نے صحیح بخاری شریف کو ہاتھ میں لیا اور کہا'' صحیح بخاری کی تمام احادیث رسول اللہ ﷺ کی طرف صحیح نسبت رکھتی ہیں۔ آپ ﷺ کے تمام اقوال اور آپ کے تمام افعال آپ کے سامنے کئے گئے۔ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے افعال سب کے سب اس میں اصلی نسبت کے ساتھ موجود ہیں۔ یہ گنجینۂ عامرہ جو نبی ﷺ کی صحیح نسبتوں کا مجموعہ ہے، لیکن آپ

نے اور ہم نے اس کی کوئی تعظیم نہیں کی اور ان مشکوک نعلین اور موئے مبارک کی آپ نے تعظیم کی جن کا کوئی ثبوت نہیں کہ یہ چیزیں رسول اللہ ﷺ کی طرف واقعی نسبت رکھتی ہیں؟ علاوہ ازیں اگر وہ تبرک کی چیزیں تھیں تو ان کی زیارت آپ کو وہاں جا کر کرنی تھی نہ یہ کہ وہ چیزیں آپ کے پاس لائی جاتیں۔ مثل ہے کہ پیاسا کنویں کے پاس جاتا ہے، کنواں پیاسے کے پاس نہیں لایا جاتا۔ اگر وہ چیزیں خیر و برکت کی تھیں تو آپ کو وہاں جانا چاہئے۔''

اس کے بعد اکبر شاہ ثانی لاجواب ہو گیا اور مولانا نے اکبر شاہ ثانی سے مزید کہا کہ ''اپنے جس نانا جان کی محبت میں ابھی آپ رو رہے تھے، ان کا فرمان آپ کو کیا نہیں معلوم کہ یہ سونے کے کنگن جسے آپ پہنے ہوئے ہیں، آپ کے نانا جان نے مردوں پر حرام کیا ہے۔''

اکبر شاہ ثانی نے فوراً کہا کہ ''میرے نانا جان نے جب اس کو حرام ٹھہرایا تو اس کو میں فوراً نکالتا ہوں۔ آپ بھی اس کنگن کو ہاتھوں سے نکالنے میں مدد فرمائیے۔''

جب دونوں کنگن نکل گئے تو اکبر شاہ ثانی نے کہا کہ ''میرے دربار میں پچاسوں علماء آج بھی موجود ہیں جن کی پوری طرح خبر گیری اور کفالت کرتا ہوں۔ لیکن کسی نے یہ نہیں بتایا کہ میرے نانا جان نے سونے کو حرام کیا ہے، ورنہ میں کب کا نکال چکا ہوتا۔'' پھر مولانا سے اکبر شاہ ثانی نے کہا کہ ''میرے دونوں کنگن ہمراہ لیتے جائیے گا اور فقیروں کو دے دیجئے گا۔''

مولانا نے فرمایا کہ ''آپ اسے خود اپنے ذریعہ سے صدقہ کیجئے۔ اگر میں اسے لے جاؤں گا تو آپ کے درباری علماء یہی کہیں گے کہ اسمٰعیل آیا تھا اور بادشاہ کے سونے کے کنگن اینٹھ کر لے گیا۔ یہ آپ کا فرض ہے کہ آپ اس کو فقراء میں تقسیم کرادیں۔''

اکبر شاہ ثانی نے مولانا کو بڑی عزت و احترام کے ساتھ رخصت کیا۔ سواری کے لئے گھوڑا دیا۔ سات پارچہ خلعت دیا اور شاہی خوان غلاموں کے ساتھ گھر بھیج دیا۔ اکبر شاہ ثانی نے مولانا کی بہت عزت و تکریم کی تھی۔ یہ اس کی علم دوستی اور علمائے اسلام کی قدردانی اور سرپرستی کا ایک نادر واقعہ تھا۔ اس طرح اور بھی علماء نوازی اور معارف پروری کے واقعات کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔

سانس اللہ تعالیٰ کی کتنی بڑی نعمت

آپ ذرا اس آدمی کو دیکھیں جو دمہ (Asthma) کا مریض ہو۔ ہم نے ایسے مریضوں کو دیکھا ہے۔ ان بیچاروں کی اندر کی سانس اندر اور باہر کی باہر رہتی ہے۔ ان کی حالت بالکل ایسے ہوتی ہے جیسے مرغ نیم بسمل کی تڑپتے

وقت ہوتی ہے۔سانس ان کے قابو میں نہیں ہوتی۔گویا سانس کا آرام سے اندر چلے جانا اور پھر اندر سے آرام سے باہر آجانا اللہ رب العزت کی بہت بڑی نعمت ہے۔ایسے مریضوں نے اپنے پاس پمپ رکھے ہوتے ہیں۔ذرا سی گرد یا مٹی آجائے تو پمپ لگا لیتے ہیں اور کہتے ہیں جی کہ کیا کریں،سانس اکھڑ جاتا ہے۔

یہ آدمی نہیں ہیں
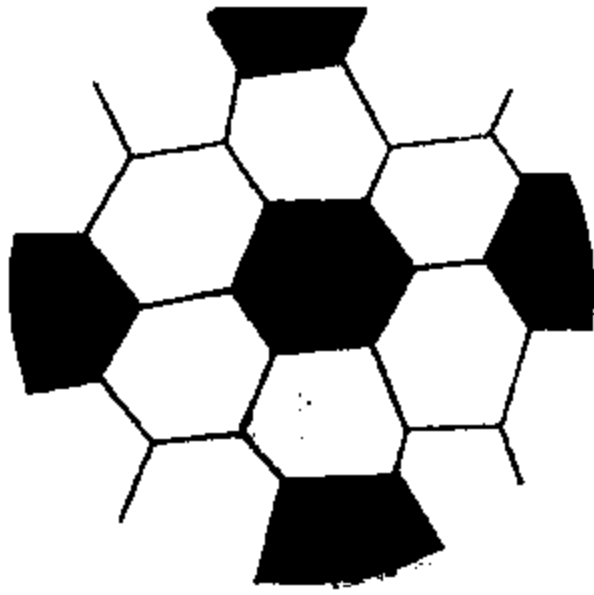
P-107

ایک بزرگ کہیں جا رہے تھے۔انہوں نے شیطان کو ننگا دیکھا۔انہوں نے کہا ''او مردود! تجھے آدمیوں کے درمیان اس طرح چلتے شرم نہیں آتی۔''

وہ کہنے لگا۔''خدا کی قسم! یہ آدمی نہیں ہیں، اگر یہ آدمی ہوتے تو میں ان کے ساتھ اس طرح نہ کھیلتا جس طرح لڑکے گیند سے کھیلتے ہیں آدمی تو وہ لوگ ہیں جنہوں نے ذکر اللہ کے ذریعے میرے بدن کو بیمار کیا ہوا ہے۔''

عورت کی عزت نفس کا احترام

حضرت حاتم اصم رحمۃ اللہ علیہ کو اصم (بہرا) کہنے کی وجہ بڑی ایمان افروز ہے۔وہ یہ کہ ایک مرتبہ ایک عورت آپ کے سامنے آئی اور آپ سے مسئلہ دریافت کیا۔اتفاقاً اس کی ہوا نکل گئی اور وہ بڑی شرمندہ ہوئی۔آپ نے بلند آواز سے کہا ''کیا کہتی ہو؟ سنائی نہیں دے رہا۔میرے کان بہرے ہیں۔''

آپ کا یہ کہنا اس لئے تھا کہ وہ شرمندہ نہ ہو۔آپ نے اس مسئلے کا جواب دیا اور عورت کو یہی معلوم ہوا کہ آپ نے ہوا کی آواز نہیں سنی ہے۔

جھوٹ نہ بولو، اللہ سے ڈرو

حضرت تھانوی رحمتہ اللہ علیہ کے خلیفہ بابا نجم احسن رحمتہ اللہ علیہ نے یہ واقعہ سنایا کہ حضرت تھانوی رحمتہ اللہ علیہ کے ایک خادم تھے جن کا نام ''بھائی نیاز'' تھا۔ وہ حضرت کے بہت قریب رہتے تھے، اس وجہ سے ذرا منہ چڑھے خادم تھے اور جو کسی بڑے کا منہ چڑھا ہوتا ہے وہ دوسروں پر ناز بھی کیا کرتا ہے، بقول کسی کے:

بنا ہے شاہ کا مصاحب پھرے ہے اتراتا

شاہ کا مصاحب دوسروں پر ناز کرتا ہے۔ اس لئے حضرت والا کے پاس جو آنے جانے والے مہمان ہوتے، بعض اوقات ان کے ساتھ نامناسب انداز میں پیش آتے۔ حضرت تھانوی رحمتہ اللہ علیہ کو اس کی اطلاع ہوگئی کہ یہ بھائی نیاز آنے جانے والوں کے ساتھ درشتی کا معاملہ کرتے ہیں۔ حضرت نے ان کو بلایا اور سخت لفظوں میں ان سے کہا ''میاں نیاز! تم آنے والوں کے ساتھ لڑتے جھگڑتے رہتے ہو اور ان کے ساتھ بے تہذیبی سے بات کرتے ہو۔''

جواب میں نے انہوں نے کہا ''حضرت! جھوٹ نہ بولو، اللہ سے ڈرو۔''

دیکھئے کہ ایک نوکر اور خادم اپنے آقا سے کہہ رہا ہے کہ ''جھوٹ نہ بولو، اللہ سے ڈرو'' اس وقت تو اور زیادہ اس نوکر کو ڈانٹنا چاہئے تھا لیکن حضرت تھانوی رحمتہ اللہ علیہ ''استغفر اللہ، استغفر اللہ'' کہتے ہوئے دوسری طرف چلے گئے۔

میں نے یکطرفہ بات سن کو ڈانٹا

بعد میں لوگوں کے سوال کرنے پر حضرت والا نے بتایا کہ ''جب بھائی نیاز نے مجھ سے کہا کہ ''جھوٹ نہ بولو، اللہ سے ڈرو''۔ اس وقت مجھے تنبہ ہوا کہ میں نے یکطرفہ بیان سن کر ان کو ڈانٹنا شروع کر دیا تھا، ابھی میں نے صرف لوگوں کی بات سنی تھی کہ انہوں نے لوگوں کے ساتھ یہ زیادتی کی ہے، مجھے یہ چاہئے تھا کہ میں ان کا بیان بھی سنتا اور ان سے پوچھتا کہ لوگ تمہارے بارے میں یہ کہہ رہے ہیں، بتاؤ! یہ صحیح ہے یا غلط ہے؟ ان کے بیان کو سننے کے بعد ڈانٹنے کا فیصلہ کرتا، لیکن میں نے یکطرفہ بات پر ڈانٹنا شروع کر دیا، اس وجہ سے مجھ سے غلطی ہوئی، اس لئے میں استغفار کرتا ہوا چلا گیا۔''

خیالات کالانا گناہ ہے

حضرت تھانوی رحمتہ اللہ علیہ کو کسی نے خط میں لکھا کہ ''حضرت! جب میں نماز میں کھڑا ہوتا ہوں تو طرح طرح کے خیالات آتے رہتے ہیں اور اس کی وجہ سے پریشانی ہوتی ہے کہ میری نماز تو کچھ بھی نہیں۔''

حضرت نے اس کے جواب میں لکھا کہ ''خیالات کا آنا گناہ نہیں، خیالات کالانا گناہ ہے۔''

یعنی اگر وہ خیالات خود بخود آرہے ہیں تو یہ گناہ نہیں ہے، ہاں جان بوجھ کر ارادہ کر کے دل میں خیالات لا رہے ہیں تو یہ گناہ ہے۔

مجھے خود اجازت نہیں

تعویذ گنڈوں کے بارے میں لوگوں کے خصوصاً عوام کے عقائد بہت خراب ہو گئے ہیں۔ چنانچہ عام طور پر ایک غلط خیال یہ پھیل رہا ہے کہ (کسی عمل تعویذ وغیرہ سے) نفع کی شرط اجازت کو سمجھتے ہیں۔ خود بعض لوگ مجھ کو لکھتے ہیں کہ اعمال قرآنی آپ کی کتاب ہے۔ آپ اس کی اجازت دے دیں، میں لکھ دیتا ہوں کہ مجھے خود کسی عامل کی اجازت نہیں۔ ایسے شخص کا اجازت دینا کیسے کافی ہو سکتا ہے؟ اس کا کوئی جواب ہی نہیں آتا۔

(ملفوظات حکیم الامت)

بچوں کی تربیت ہو تو ایسی ہو

ماشاء اللہ! ہماری تین سال کی بچی جب گانے یا ڈھول کی آواز سنتی ہے تو فوراً کانوں میں انگلیاں دے لیتی ہے۔ کوئی کاغذ تصویر والا آجائے تو فوراً پھاڑ دیتی ہے، کوئی بچی ہمارے یہاں ناخن پالش لگا کر آجائے تو اس کو بھگا دیتی ہے اور کہتی ہے ''اللہ تعالیٰ آگ میں ڈال دیتے ہیں۔'' اس سے چھوٹی بچی جس کی عمر دو سال ہے، کسی کو کھڑے ہو کر پانی پیتے دیکھ لے تو کہتی ہے ''گندی بچی، کھڑی ہو کر پانی پیتی ہے۔''

ہم سب کے لئے دعا کی درخواست ہے۔

ہارون الرشید اور زبیدہ کی طلاق

ہارون الرشید نے اپنی ملکہ زبیدہ سے کسی بات پر ناراض ہو کر قسم کھالی کہ ''اگر تو آج رات میری ملکیت میں گزارے تو تجھے تین طلاق۔''

غصہ ٹھنڈا ہونے پر پچھتایا۔ امام ابو یوسف کو بلا کر کوئی ایسی تدبیر دریافت کی کہ طلاق نہ ہو۔ امام صاحب نے جواب دیا کہ ''زبیدہ سے کہئے کہ وہ آج کی رات مسجد میں گزارے، اس لئے کہ مسجدیں اللہ کے سوا کسی کی ملکیت نہیں ہوتی۔ اللہ کا ارشاد ہے: وان المساجد للہ (مسجدیں اللہ کی ملکیت ہیں)۔'' (مفتاح السعادہ ج۴)

نیک مرد کی دعا

ایک آدمی نے مطرف بن عبداللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ پر جھوٹی تہمت لگائی تو مطرف نے دعا کی ''یا اللہ! اگر یہ کاذب ہے تو اسے فی الفور موت دیدے۔'' وہ اسی وقت مر گیا اور لوگ اسے دیکھتے رہ گئے۔ پھر لوگ مطرف کو چمٹ گئے اور حاکم بصرہ کے پاس لائے اور واقعہ بیان کیا۔ جب حاکم نے سنا تو کہنے لگا ''یہ نیک مرد کی دعا ہے جو اس شخص کی موت کے ٹھیک

وقت پر صاد ہوئی۔“

نافرمانوں میں یہ بھی شامل ہے

ایک گاؤں کی نسبت جبرائیل علیہ السلام کو حکم ہوا کہ ”اس کو الٹ دو۔“

جبرائیل علیہ السلام نے عرض کیا کہ ”اس گاؤں میں ایک شخص ہے کہ اس نے کبھی نافرمانی نہیں کی۔“

فرمایا کہ ”مع اس کے الٹ دو۔ اس لئے ہماری نافرمانی دیکھتا تھا اور کبھی اس کو تغیر تک نہ ہوا۔“

(وعظ اختیار خلیل دعوات نمبر ۶۔ صفحہ ۱۹۷ س ۶)

ساٹھ سالہ زندگی کا عجیب تجزیہ:

قال النبی صلی الله علیه وسلم الكیس من دان نفسه وعمل لما بعد الموت (مشکوٰۃ)

جناب رسول اللہ ﷺ نے اپنے ہر امتی کو چودہ سو سال پہلے باخبر فرما دیا کہ سمجھدار شخص وہ ہے جو اپنا محاسبہ کرتا رہے اور موت کے بعد کے لئے تیاری کرے۔ یعنی اپنا لین دین اور اپنے تمام شعبوں سے متعلق سب اعمال چیک کر کے درست کر لے۔ اگر حساب کتاب شروع ہو گیا اور گڑ بڑ نکلی تو پکڑا جائے گا۔ اس لئے مناسب خیال ہوتا ہے کہ ہم اپنی اوسط ساٹھ پینسٹھ سالہ زندگی کا بغور جائزہ لیں۔ (اس امت کی عمریں اوسطاً ساٹھ پینسٹھ سال ہیں)۔ اس مختصر سی زندگی میں ہم کیا کردار ادا کرتے ہیں۔ کتنی نیکیاں جمع کرتے ہیں اور کتنے گناہ اپنے سر پر لادتے ہیں۔ آیئے ہم مل کر ا...

P-110
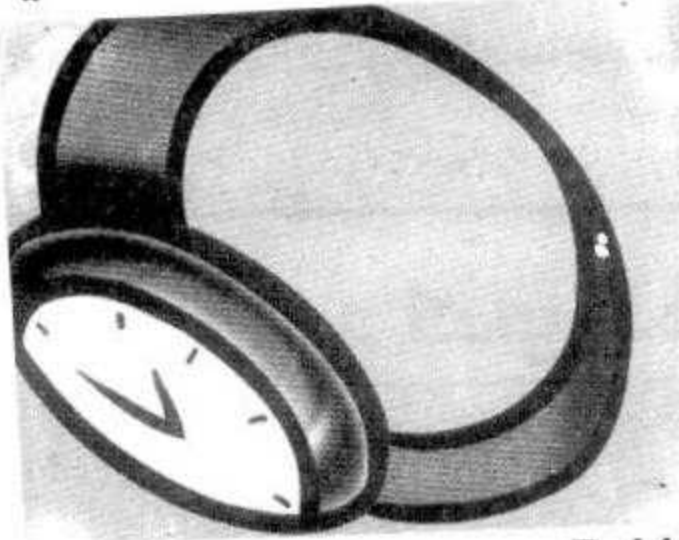
زندگی کا تجزیہ یعنی الٹرا ساؤنڈ کریں۔ ایک اندازے کے مطابق عمومی سطح پہ انسان کی زندگی یوں گزرتی ہے۔

(۱) ساٹھ سال میں ایک آدمی پانچ کروڑ پچیس لاکھ ساٹھ ہزار سانس لیتا ہے۔ کیونکہ سائنسدانوں کا کہنا ہے کہ ہر آدمی یومیہ چوبیس ہزار سانس لیتا ہے۔

(۲) انسان اپنی ساٹھ سالہ زندگی میں سے پچیس سال صرف نیند میں گزارتا ہے۔ وہ اس طرح کہ پانچ سال بچپن کے مکمل نیند (شب و روز) اور اوسطاً یومیہ آٹھ گھنٹے نیند کے حساب سے۔

(۳) نو سو اکتیس دن (۳۰ ماہ) یعنی اڑھائی سال انسان صرف کھانے پینے میں خرچ کرتا ہے۔ روزانہ ایک گھنٹہ شمار کرکے۔

(۴) تین سو پانچ دن (دس ماہ) تقریباً ایک سال انسان کا بیت الخلاء میں گزرتا ہے۔ روزانہ بیس منٹ کے اعتبار سے۔

(۵) اگر آدمی کی ایک بیوی ہو اور بیس سال کی عمر میں شادی ہوجائے اور ایک ماہ میں اوسطاً چھ گھنٹے بیوی کے ساتھ خرچ ہوں تو ساٹھ سالہ اوسطاً زندگی میں انسان چار ماہ اپنی بیوی کے ساتھ مشغولی و غسل میں لگاتا ہے۔ اگر کسی صاحب کے ایک ماہ میں مثلاً بارہ گھنٹے خرچ ہوں یا اس کی دو بیویاں ہوں تو وہ حساب دوگنا کرلے۔

(۶) مردوں کے تیرہ سو اڑسٹھ دن (۱۳۶۸) یعنی تین سال نو ماہ نماز میں خرچ ہوتے ہیں۔ روزانہ اوسطاً دو گھنٹے پانچ وقتی نماز باجماعت شمار کرکے۔ جبکہ عورتوں کا تقریباً ڈیڑھ سال نماز میں لگتا ہے۔ روزانہ ایک گھنٹہ کے حساب سے۔ عورت پندرہ سال کی بالغ شمار کریں اور پچپن سال کی ہوجانے پر ماہواری کا سلسلہ ختم ہوجاتا ہے۔ تو گویا چالیس سال عورت کو ماہواری آسکتی ہے۔ تو ان چالیس سالوں میں اوسطاً آٹھ دن ہر

زندگی قیمتی بنانے کا طریقہ

سب گناہوں سے توبہ کرکے یہ نیت کرلینی چاہئے کہ یااللہ میں نے جو نیک کام کیا ہے یا کررہاہوں یا کروں گا سب آپ کی رضا کے لئے ہے۔ مہربانی فرماکر حقیقت میں نیکی شمار فرماکر قبول فرمالیں اور یااللہ جو میں نے جائز کام کیا ہے یا کررہاہوں یا کروں گا وہ سب آپ کی رضا وعبادات کی تیاری کے لئے ہے۔ مہربانی فرماکر ان جائز کاموں کو بھی اچھی نیت کی وجہ سے نیک کاموں میں شامل فرماکر قبول فرمالیں۔ اس نیت سے انشاء اللہ چوبیس گھنٹے نیکی میں شمار ہوسکتے ہیں۔

کھانے پینے، پہننے اور جائز ملازمت کرنے، بلکہ بیت الخلاء تک جانے میں نیکیاں ہی نیکیاں لکھی جاتی رہیں گی۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ اس لئے کہ جائز کام کو اچھی نیت کرکے نیک کام بنایا جاسکتا ہے۔ اور نیک کام میں بھی تازہ خالص نیت کرتے رہنا چاہئے۔ باقی رہے گناہ کے کام تو ان سے فوری طور پر بچنا ہی بچنا ہے۔ گناہ کے کام میں کوئی اچھی نیت نہیں چلتی اور وہ ہر حال میں چھوڑنا ہی ہیں۔

ماہ میں ان کی نماز چھوٹتی ہے۔ لہٰذا کل دس سال پوری عمر میں عورتوں کی نمازیں چھوٹتی ہیں اور پینتیس سال باقی بچ گئے۔ ساٹھ سال سے ان میں اگر پابندی سے نماز پڑھیں تو مجموعی طور پر ڈیڑھ سال خرچ ہوتا ہے۔

(۷) آدمی پندرہ سال کا بالغ شمار کریں تو پینتالیس سال کے اندر آدمی تئیس سو چالیس جمعے ادا کرتا ہے۔ جس میں انچاس دن (پونے دو ماہ) خرچ ہوتے ہیں۔

(۸) بالغ ہونے کے بعد مرد تیرہ سو پچاس (عورت تقریباً ایک ہزار) روزے رکھتے ہیں۔ جس میں تقریباً چار سال خرچ ہوتے ہیں۔

(۹) ایک سال تلاوت قرآن مجید میں خرچ ہوتا ہے، بشرطیکہ ساری زندگی تھوڑا تھوڑا پڑھتا رہے۔

(۱۰) ایک سال دوسری عبادات اور اچھے کاموں اور اچھی باتوں میں لگتا ہے۔

نتیجہ

یہ کل ساڑھے اڑتالیس سال ہوئے جو کسی نہ کسی کام میں لگے۔ ان میں بھی صرف دس سال عبادات میں مصروف ہوئے۔ باقی اوسطاً پینسٹھ سالہ زندگی کا اندازہ لگائیں کہ پچاس پچپن سال نیکی سے بظاہر خالی اور بے کار گزرتے ہیں۔ آیئے ہم اپنی زندگی کو ضائع ہونے سے بچائیں۔

نوٹ

یہ ہے اپنے اعمال وافعال کا محاسبہ...... زندگی کا کوئی بھروسہ نہیں ہے۔ کسی کی عمر اسّی سال سے بھی زائد ہو جاتی ہے اور کسی کو چالیس سال بھی نصیب نہیں ہوتے۔ اگر نمازیں، روزے، سجدہ، تلاوت، حج، زکوٰۃ وغیرہ قضا ہیں تو ان کا غالب گمان سے حساب کر کے لکھ دے اور حسب طاقت ادا کرنا شروع کر دے۔ ساتھ وصیت لکھ دے کہ میرے ذمہ یہ کچھ ہے۔ اگر میں ادا کرنے سے پہلے مر جاؤں تو فدیہ دے دیا جائے۔ بس اب اگر یہ مرے گا تو سیدھے جنت میں جائے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ اللہ پاک ہمیں زندگی کی قدر کرنے اور اعمال صالحہ کا ذخیرہ کرنے کی توفیق دیں۔ آمین ثم آمین یارب العالمین۔

پورا دیندار شخص

ان سے پوچھا گیا ''دینداری کیا ہے؟''

جواب میں انہوں نے فرمایا۔ ''دینداری یہ ہے کہ ڈاکیا ایک لفافہ دے کر جائے، اس کا ٹکٹ مہر سے بچا ہوا نظر آئے، یعنی دوبارہ استعمال کے قابل ہو اور اس وقت کوئی شخص پاس بھی نہ ہو کہ کسی کو خبر ہو جانے کا ڈر ہو، اور وہ شخص ایسے وقت میں صرف خدا کا خوف کر کے لفافہ کھولنے سے پہلے اس ٹکٹ کو اتار کر پھاڑ دے۔ اگر کوئی ایسا کرے گا تو یہ سمجھا جائے گا کہ وہ شخص پورا دیندار ہے۔''

جواب دینے والے یہ بزرگ تھے حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمتہ اللہ علیہ۔

دو حلال میں تیسرا حلال

دستر خوان بچھا ہوا تھا۔ سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمتہ اللہ علیہ اور مولانا محمد علی جالندھری رحمتہ اللہ علیہ ناشتہ کر رہے تھے۔ مولانا محمد علی رحمتہ اللہ علیہ نے سویاں چائے میں ڈال کر کھانا شروع کر دیں۔ شاہ جی یہ دیکھ کر مسکرائے اور کہنے لگے:

''یہ آرائیں کچھ بھی بن جائیں، لیکن انہیں کھانے کا طریقہ نہ آیا۔''

ان کی بات سن کر مولانا ہنس دیئے۔ بولے ''شاہ جی! حلال میں حلال ملا کر کھا رہا ہوں...... بھلا آپ کو کراہت کیوں ہو رہی ہے؟''

شاہ جی نے کوئی جواب نہ دیا...... خاموش...... رہے...... مولانا سویاں کھاتے رہے...... شاہ جی نے جب دیکھا کہ سویاں تھوڑی سی رہ گئی ہیں تو انہوں نے ان میں پانی ڈال دیا اور مسکراتے ہوئے بولے۔ ''یہ لیجئے...... میں نے تیسرا حلال بھی شامل کر دیا ہے...... اب اور مزے لے لے کر کھاؤ۔''

ان کی بات سن کر وہاں موجود لوگ ہنس ہنس کر لوٹ پوٹ ہو گئے۔ (بخاری رحمتہ اللہ علیہ کی باتیں ۸۲، ۸۳)

جھوٹی گواھی کا انجام

ہمیں حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ کی نسبت سے معلوم ہوا ہے، آپ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے ولید پر جھوٹی گواہی دیدی تو ولید نے دعا کی ''اے اللہ! اگر یہ شخص مجھ پر جھوٹ بولتا ہے تو اسے اسی وقت مار دے۔''

راوی کہتے ہیں کہ وہ شخص منہ کے بل گر پڑا اور تڑپنے لگا اور پھر تھوڑی دیر کے بعد مر گیا۔

حکمت کی باتیں

۱۔ جل کر کباب ہونے سے کھل کر گلاب ہو جانا بہتر ہے۔

۲۔ انسان کی شخصیت کا اندازہ سفر میں، محفل میں اور دسترخوان پر ہوتا ہے۔

۳۔ زندگی کے ہر قدم پر پھول بکھیرتے جاؤ، کسی دن باغ لگا پاؤ گے۔

۴۔ کسی کی طرف انگلی اٹھانے سے پہلے یہ دیکھو کہ تین انگلیاں تمہاری ہی گردن کی طرف ہیں۔

۵۔ میں نے ارادہ کیا تھا، اسی جملے سے آپ سمجھ جائیں کہ آپ مستقل مزاج نہیں ہیں۔

۶۔ آرام اور آرام میں وہ مزہ نہیں جو کہ کام، کام اور کام کے بعد آرام میں ہے۔

تکبر کی وجہ سے
نعوذ باللہ داڑھی بھی گئی

تکبر کے برے انجام کا ایک واقعہ ہے کہ انگلینڈ میں ایک صاحبزادہ صاحب تھے۔ وہ بڑے متکبرانہ بول بولتے تھے۔ کہتے تھے، میں سید ہوں، میرا یہ مقام ہے، میرا وہ مقام ہے۔ اگر میرے سامنے فلاں ولی بھی ہوتے تو میرے جوتے صاف کرتے اور اٹھاتے۔

بس ان بولوں کے بعد اس پر کچھ ایسے حالات آئے کہ اسے انگلینڈ سے داڑھی منڈا کر اور شکل بدل کر بھاگنا پڑا۔ یہ تکبر بہت بری بلا ہے۔

ہر وقت مسجد میں دل معلق رہتا تھا:

عن ابی مخارق رضی الله تعالیٰ عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم مررت لیلة اسریٰ بی برجل مغیب فی نورالعرش قلت من هذا ملک قیل لا قلت نبی قیل لاقلت من هذا قال هذا رجل کان فی الدنیا لسانه رطب من ذکر الله وقلب معلق بالمساجد البخاری و مسلم

حضرت ابی مخارق رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ فرمایا جناب رسول اللہ ﷺ نے کہ شب معراج میں، میں نے ایک شخص کو عرش الٰہی کے قریب نور کے دریا میں مستغرق دیکھا۔ میں نے پوچھا کہ کیا یہ کوئی فرشتہ ہے؟ حکم ہوا کہ نہیں۔ پھر میں نے کہا کہ یہ کوئی نبی ہے؟ فرمایا کہ نہیں۔ پھر میں نے پوچھا یہ کون ہے؟ ارشاد ہوا کہ ایک مسلمان ہے، جس کی زبان دنیا میں ہر وقت یاد الٰہی میں جاری تھی اور دل میں ہر وقت مسجد اور نماز کا خیال رکھتا تھا۔ (بخاری و مسلم)

اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمن ایک شیعہ کا بھیانک انجام

حضرت مولانا امیر علی ملیح آبادی حاشیہ اشعتہ اللمعات پر تحریر فرماتے ہیں:

تقریباً دس سال کی بات ہے کہ عظیم آباد میں ایک سنی اور ایک شیعہ میں گہری دوستی تھی۔ سنی نے حج کا ارادہ کیا اور شیعہ دوست سے ملنے گیا۔ اس نے ایک درخواست کی اور کہا کہ ''تم سے کہنے کی ہمت نہیں پڑتی۔''

سنی کے اصرار پر پوشیدہ رکھنے کا وعدہ لے کر کہا کہ ''میری جانب سے دربارِ رسالت میں عرض کرنا کہ یا حضرت! فلاں شخص عرض کرتا ہے کہ میری دلی تمنا ہے کہ زیارت کے لئے حاضر ہوں، مگر ایک وجہ سے حاضر نہیں ہو سکتا کہ آپ ﷺ کے دو دشمن (معاذ اللہ) آپ کے پہلو میں مدفون ہیں۔''

سنی کو ذرا تامل ہوا تو اس نے کہا کہ ''اس میں تمہارا کیا حرج ہے؟ یہ پیغام تو میری جانب سے ہے۔'' بہر حال اس کو راضی کیا۔ حج کے بعد جب روضہ اقدس کی زیارت سے فارغ ہو چکا تو دوست کا پیغام یاد آیا۔ مگر موقعہ نہ ملا۔ آخر قافلہ کی روانگی کا وقت قریب آ گیا تو ایک رات بڑی ہمت کر کے لرزتے ہوئے معذرت کے ساتھ دوست کا پیغام عرض کرنے کی کوشش کی۔ وہ پیغام جس کو زبان پر لاتا کیا، اس کا تصور بھی نہیں کر سکتا تھا۔ دل پر ایسا خوف ولرزہ طاری ہوا کہ بے ہوش ہو گیا۔

اسی حالت میں دیکھتا ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ ایک جگہ تشریف فرما ہیں۔ حضور ﷺ کی داہنی جانب سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ حمائل بگردن کھڑے ہیں اور بائیں طرف سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ ہاتھ میں تلوار لئے کھڑے ہیں اور دور پرے ایک جانب وہی شیعہ دوست موجود ہے۔ حضور ﷺ نے سنی کو بلا کر فرمایا کہ ''اس شخص نے تم سے وہ پیغام کہلایا تھا؟''

اس نے عرض کیا ''ہاں یا رسول اللہ! یہ وہی شخص ہے۔''

حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو اشارہ فرمایا۔ انہوں نے حکم پاتے ہی اس کا سر تن سے جدا کر دیا۔ سر لڑھک کر ایک پرنالہ میں پہنچ گیا۔ ہوش میں آیا تو اس کی عجیب حالت تھی۔ کسی طرح قیام گاہ پر پہنچا اور تاریخ یاد کر لی۔

وطن پہنچنے کے بعد اس واقعہ کا تذکرہ مولانا خدا بخش مرحوم سے کیا اور اطمینان ہونے پر دوست کے مکان پر ملنے گیا۔ اس کو دیکھتے ہی بیوی بچے روتے ہوئے آئے اور واقعہ بیان کیا کہ ''تمہارے دوست کا عجیب حال ہوا۔ ایک

مطالعے کا شوق

ہمارے بزرگ حضرت نانوتوی رحمتہ اللہ وہ حضرت گنگوہی رحمتہ اللہ علیہ جب دہلی میں پڑھتے، اس وقت ان کے ایک ساتھی کا واقعہ ہے کہ مطالعہ کے لئے روشنی کا سامان نہ ہونے کی وجہ سے وہ حلوائی کی دکان کے سامنے کھڑے ہو کر مطالعہ کیا کرتے تھے۔

دن بیت الخلاء گئے ہوئے تھے، کوئی دشمن موری کے راستہ اندر پہنچ کر ان کو قتل کر گیا۔ اور سر حوض میں اور بدن قدمچہ میں ڈال دیا۔ صبح لوگوں کو اطلاع ہوئی، مگر آج تک قاتل کا سراغ نہ ملا۔"

دونوں واقعات کی تاریخوں کے موازنہ سے ایک ہی تاریخ معلوم ہوتی ہے۔ (اشعۃ اللمعات ج۴ صفحہ ۶۶۵)

قبر میں لاش مسخ ہوگئی

علامہ ابن حجر مکی کمال ابن قدیم کی تاریخ حلب سے نقل کرتے ہیں کہ جب حلب میں ابن المنیر کا انتقال ہوا تو حلب کے چند نوجوان ایک دن بغرض تفریح نکلے۔ آپس میں گفتگو کرنے لگے کہ "سنا گیا ہے کہ جو شخص حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ خصوصاً سیدنا ابوبکر صدیق و عمر فاروق رضی اللہ عنہم کو برا کہتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کو قبر میں مسخ کر کے خنزیر بنا دیتا ہے اور بے شک ابن المنیر اس فعل قبیح کا مرتکب ہوتا تھا۔ آؤ دیکھا جائے کہ کیا یہ سچی بات ہے؟"

نے متفق الرائے ہو کر قبر کھوی تو سچ مچ ابن المنیر خنزیر کی شکل میں قبلہ کی طرف سے پھر کر پڑا ہوا ہے۔ ان لوگوں نے عبرت کے لئے اس کی لاش باہر نکالی، پھر اس کو جلایا اور قبر میں ڈال کر مٹی سے ڈھک دیا۔ (الزواجر ج۲ صفحہ ۱۹۳)

سو احادیث صحیح متن اور سند کے ساتھ سنادیں

ایک دفعہ حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ ایک جگہ تشریف لے گئے۔ اس وقت وہ نوعمر تھے۔ لیکن وہ اپنے علم کی وجہ سے بہت مشہور ہو گئے تھے۔ وہاں کے محدثین نے ان کا امتحان لینے کا ارادہ کیا۔ چنانچہ انہوں نے دس دس احادیث اس طرح یاد کیں کہ ہر حدیث کی سند اور متن کو کسی دوسری حدیث کے متن کے ساتھ خلط ملط کر دیا۔ سند ایک کی متن، دوسری کا۔ اسی طرح ایک ٹکڑا ایک حدیث کا اور دوسرا دوسری کا۔ وہ تعداد میں دس تھے اور ہر ایک نے دس احادیث یاد کیں۔ اب وہ امتحان لینے کے لئے تیار تھے۔ وہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے پاس پہنچے۔ ان میں سے ایک نے تحریر پڑھی تو آپ نے فرمایا:

''لا ادری (میں نہیں جانتا)۔''

وہاں موجود لوگ یہ سن کر حیران رہ گئے۔ وہ محدث باری باری ان کے سامنے احادیث پڑھنے لگے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ ان کی ہر حدیث کے جواب میں ایک ہی جواب دیتے کہ میں نہیں جانتا۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ گو اس وقت نوعمر تھے، لیکن قوت حافظہ اور حدیث دانی کی دھاک لوگوں پر بیٹھ چکی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ وہاں بہت سے لوگ جمع ہو گئے تھے۔ ادھر امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ ہر حدیث کے جواب میں لا ادری یعنی میں نہیں جانتا، کہہ رہے تھے۔ وہ حیران وہ پریشان تھے۔ ان کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ وہ محدثین کو کوئی جواب کیوں نہیں دے رہے۔

جب وہ دس محدث اپنی سو احادیث پڑھ چکے تو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ گویا ہوئے ''سنئے! اب آپ کی احادیث میں پڑھتا ہوں۔''

آپ نے سو کی سو احادیث صحیح سند اور متن کے ساتھ سنا دیں۔ زیادہ حیرت کی بات یہ ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ان حضرات کی سنائی ہوئی غلط احادیث بھی اسی ترتیب کے ساتھ سنا کر بعد میں ان کی اصلاح کی۔ واقعی حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے غضب کا حافظہ پایا تھا۔

تکبر کی سزا کا سبق آموز واقعہ

ایک بزرگ نے بیان فرمایا کہ میں نے ایک شخص کو مطاف میں دیکھا کہ اس شان کے ساتھ طواف کر رہا ہے کہ اس کے پیچھے خدام ہیں۔ اس کے لئے راستہ صاف کیا جارہا ہے۔ دھکوں، مکوں کے ذریعہ طواف کرنے والوں کو ہٹایا جارہا ہے۔ لوگ گردنیں اٹھا اٹھا کر ان کو دیکھ رہے ہیں، میں نے بھی ان صاحب کو غور سے دیکھا۔ دل میں خیال آیا کہ یہ تو اظہار بندگی، عجز وانکساری کا مقام ہے، جس کو اللہ تعالیٰ اس مقام پر پہنچا دے اس کو تو خوب شکر ادا کرنا چاہئے اور اپنے دل سے دنیا کی حرص، کبر، نخوت، خیالات وتصورات کو نکال کر صرف ایک اللہ کی بڑائی کو دل میں جمانا چاہئے۔ اسی دھیان کے ساتھ اس کے آگے سر کو جھکانا چاہئے۔ یہاں پہنچ کر اپنی شان ظاہر کرنا، اگرچہ ظاہری طور پر ہی ہو، قطعاً مناسب نہیں، بس یہ خیالات آئے اور ختم ہو گئے، وہ صاحب بھی طواف سے فارغ ہو کر چلے گئے۔

چند سالوں کے بعد بغداد جانا ہوا، وہاں ایک پل کے کنارہ ایک فقیر پر نظر پڑی جو ہر گذرنے والے سے بھیک مانگتا پھر رہا تھا۔ لوگ اس کو حقارت کی نگاہ سے دیکھتے اور گذر جاتے۔ میں نے اس فقیر کی طرف غور سے دیکھا تو وہ کہنے لگا۔ ''کیوں گھور کر دیکھ رہے ہو؟''

تو میں نے کہا کہ ''چند سال قبل میں نے ایک امیر شخص کو بڑی شان وشوکت کے ساتھ طواف کرتے دیکھا تھا، وہ شخص آپ کی شکل کا تھا، اس لئے غور سے دیکھ رہا ہوں۔''

تو اس نے کہا کہ ''وہ امیر شخص میں ہی تھا۔ میں نے اس عبدیت کے مقام پر تکبر کیا، اس لئے اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ سزا دی کہ مجھے مخلوق کے سامنے ذلیل کیا، آج میں دن بھر لوگوں سے بھیک مانگتا ہوں اور ذلیل ہوتا ہوں، اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو کبر ونخوت کی بلا سے حفاظت میں رکھے اور میرے انجام بد سے سبق حاصل کرنے کی توفیق دے۔''

یہ تو دنیا کی سزا ہے، آخرت کی سزا تو اس سے بڑی ہے۔ حدیث شریف میں آتا ہے کہ جس کے دل میں رائی کے دانہ کے برابر کبر ہو وہ دخول جنت سے محرم ہوگا۔ اس کے علاوہ بھی عجب و کبر پر وعیدیں مذکور ہیں۔ **فاعتبروا یااولیٰ الابصار۔**

وہ بہت شرمندہ ہوئے

حضرت مفتی رشید صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ایک واقعہ سنایا کہ دارالافتاء کے عقب میں اوپر کی منزل والے روزانہ دارالافتاء کے اندر کوڑا پھینک دیا کرتے تھے۔ انہیں کئی بار کہلوایا، مگر کوئی اثر نہ ہوا۔ کسی نے مجھ سے کہا کہ ''ایک ٹرک پتھروں کا منگوا لیتے ہیں اور ان پر برساتے ہیں تو ان کا دماغ درست ہو جائے گا۔''

میں نے کہا کہ ''نہیں، یہ مناسب طریقہ نہیں۔''

پھر میں نے پڑوسی کو کہلوایا کہ ''میں آپ سے ملاقات کرنا چاہتا ہوں۔ لیکن معلوم نہیں کہ آپ کس وقت گھر پر ہوتے ہیں اور فارغ اوقات کیا ہیں؟''

P-118

میرا یہ پیغام سن کر وہ میرے پاس خود ہی آ گئے۔ میں نے کہا کہ ''میں آپ کو کچھ ہدایا
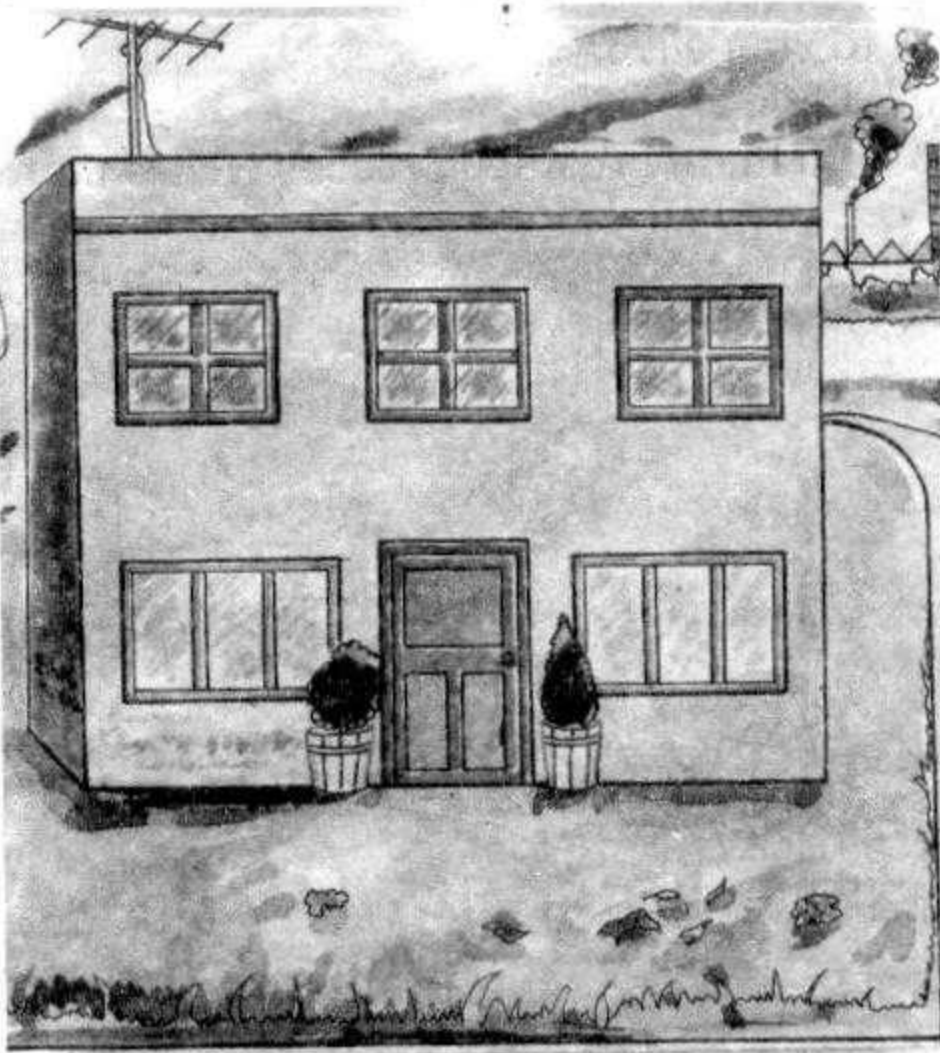
وغیرہ دینا چاہتا ہوں۔اس لئے خیال ہوا کہ پہلے کچھ جان پہچان ہو جائے تو بہتر ہے۔''
وہ کہنے لگے کہ ''یہ تو ہمارا فرض ہے کہ ہم ہدایا دیا کریں، ہماری بدقسمتی ہے کہ اب تک محروم ہے۔۔''
میں نے کوڑے کے ڈھیر کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ ''نہیں، آپ کے ہاں سے تو بہت وافر مقدار میں ہدایا آتے رہتے ہیں،ٹوکروں کے ٹوکرے،اس لئے تو خیال ہوا کہ مجھے بھی احسان کا بدلہ دینا چاہئے:

هل جزاء الاحسان الا الاحسان (۵۵.۶۰)

جب آپ کے ہاں سے اس قدر ہدایا آتے رہتے ہیں تو مجھے بھی تو کچھ دینا چاہئے۔'' وہ بہت نادم ہوئے اور اس کے بعد ان کے گھر سے کوڑا آنا بند ہو گیا۔

ماں باپ کا مقام و خدمت

والدین کا تعلق اولاد سے اتنا خصوصی ہے کہ اس کے برابر دنیا میں کوئی تعلق نہیں ہے۔اسی وجہ سے شریعت اسلامیہ نے والدین کی اطاعت اور ان کی خدمت اور ان کے ساتھ حسن سلوک کی بے حد تاکید کی ہے۔باری تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

وقضٰی ربک الا تعبدوا الا ایاہ وبالوالدین احسانا اما یبلغن
عندک الکبر احدھما او کلھما افلا تقل لھما اف ولا تنھرھما
وقل لھما قولاً کریما واخفض لھما جناح الذل من الرحمة وقل
رب ارحمھما کما ربینی صغیرا (سورہ بنی اسرائیل)

''اور حکم کر چکا تیرا رب کہ نہ عبادت کر اس کے سوائے اور ماں باپ کے ساتھ بھلائی کرو، اگر پہنچ جائیں بڑھاپے کو تیرے سامنے ایک ان میں سے یا دونوں تو نہ کہہ اُف ان کو اور نہ جھڑک اُن کو اور کہہ بات اُن سے ادب کی اور جھکا دے ان کے آگے کندھے عاجزی کے نیازمندی سے اور کہہ اے رب ان پر رحم کر، جیسا پالا انہوں نے مجھ کو چھوٹا سا۔''

مختصر الفاظ میں ماں باپ کے حقوق واجبہ کو بیان کر دیا گیا ہے۔جن کی تفصیل بہت کچھ کی جا سکتی ہے۔جناب آقا و مولیٰ محمد رسول اللہ ﷺ نے بھی اپنے ارشادات کے ذریعے اسی آیت کی تفصیل فرمائی ہے۔جن کا احاطہ واستیعاب طوالت سے خالی نہیں۔ان میں سے تبرکاً چند احادیث کا خلاصہ تحریر کیا جاتا ہے:

۱۔ احب الاعمال الی اللہ۔ (بخاری ومسلم عن ابن مسعود)

''اللہ تعالیٰ کے نزدیک (ماں باپ کی خدمت) بہت پسندیدہ عمل ہے۔''

۲۔ جہاد کی اجازت نہیں دی گئی، بلکہ ماں باپ کی خدمت کو جہاد قرار دیا۔

(عبداللہ ابن عمرؓ، بخاری، مسلم، ترمذی، ابوداؤد، نسائی)

۳۔ ہجرت کی بھی اجازت نہیں ملی۔ (عن عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ ابوداؤد)

۴۔ ماں باپ ہی کو جنت فرمایا، یعنی ذریعہ۔ (ابن ماجہ)

۵۔ اپنی محبوبہ بیوی کو طلاق دے دی، جبکہ باپ کی ناراضگی معلوم ہوئی اور طلاق کا حکم ملا۔ (عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سنن اربعہ)

۶۔ عمر کی زیادتی اور رزق میں اضافہ۔ ماں باپ کے ساتھ بھلائی کرنے سے ہوتا ہے۔ (انس ابن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ، مسند احمد)

۷۔ ماں باپ کے ساتھ بھلائی کرو، تمہاری اولاد بھی تمہارے ساتھ بھلائی کرے گی۔ (ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ حاکم)

۸۔ والدین کو بڑھاپے میں پاکر ان کی خدمت نہ کی نہ ان کی دعائیں لیں تو ایسا شخص رحمتِ خداوندی سے دور اور دوزخ کا مستحق ہوتا ہے۔ (ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، جابرؓ، کعب ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حاکم ابن حبان، مسلم)

۹۔ مصیبت میں پھنسا ہوا آدمی ماں باپ کے ساتھ کی ہوئی نیکی کے توسل سے دعا مانگتا ہے تو مقبول ہوتی ہے اور مصیبت دور ہو جاتی ہے۔ (عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ ابن حبان۔ بخاری، مسلم)

۱۰۔ حسن سلوک کی تاکید ماں کے ساتھ پہلے ہے پھر باپ کے ساتھ۔ (ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ بخاری و مسلم)

۱۱۔ ماں اگر کافرہ یا مشرکہ ہے تب بھی خدمت و احسان کی حقدار ہے۔ (اسماء بنت ابی بکرؓ بخاری، مسلم)

۱۲۔ والدین کی رضامندی یا ناراضی اللہ تعالیٰ کی رضامندی و ناراضی ہے۔

(عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ابن حبان، طبرانی، ترمذی، حاکم)

۱۳۔ گناہ عظیم کرنے کے بعد ماں یا اس کی بہن کے ساتھ بھلائی کرنے کے بعد توبہ قبول ہوتی ہے۔

(عبداللہ ابن عمرؓ۔ ترمذی، ابن حبان، حاکم)

۱۴۔ ان کے انتقال کے بعد ان کے لئے مغفرت کی دعا، ان کے کئے ہوئے وعدے پورے کرنا اور ان کے دوستوں کے ساتھ نیک سلوک کرنا گویا انہی کے ساتھ سلوک کرنا ہے۔ (مالک ابن ربیعہؓ، ابوداؤد، ابن ماجہ، ابن حبان)

۱۵۔ والدین کی نافرمانی حرام و گناہ کبیرہ ہے اور قتل، شرک اور اولاد کو زندہ درگور کرنا، سود کھانا، جادو سیکھنے و

شراب ہمیشہ پیتے رہنے وغیرہ سخت گناہوں کے برابر ہے۔ ایسوں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہوتی ہے۔

تمام احادیث کو اگر ان کے پورے مضامین کے ساتھ نقل کرتا تو اس طرح کے کئی صفحات درکار ہوتے ہیں، اس لئے صرف انہی اشاروں کو اخذ کیا گیا جن کا تعلق ماں باپ کے ساتھ تھا۔

یہ ارشادات ہی نیک دل اور انصاف پسند اولاد کے لئے کافی ہیں۔ ماں باپ کی خدمت اور ان کی اطاعت اور ان کے ساتھ اچھا سلوک کرنا عجیب وغریب چیز ہے۔ خاتمہ بخیر ہونے کے لئے انسان کے نامہ اعمال کو تمام نیکیوں کے ساتھ ان سے بھی مالا مال ہونا ضروری ہے۔

حضرت جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ کی اپنے بیٹے کو وصیتیں

حضرت ہشیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ کے بعض شاگردوں اور رفقاء نے مجھے بتایا کہ وہ ایک مرتبہ حضرت جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ سے ملنے گئے۔ آپ کے سامنے آپ کے صاحبزادے حضرت موسیٰ کاظم رحمۃ اللہ علیہ بیٹھے تھے اور آپ اپنے صاحبزادے کو یہ نصیحت فرما رہے تھے:

''اے میرے پیارے بیٹے! میری وصیت ونصیحت یاد کرو اور اس پر عمل کر۔ اس سے تیری زندگی بھی سعادت منداور قابل رشک ہوگی اور موت بھی قابل صد تعریف ہوگی۔''

(۱) اے میرے پیارے بیٹے! جو شخص اللہ تعالیٰ کی تقسیم رزق پر راضی ہو جائے وہ غنائے قلبی کے ذریعے مستغنی رہتا ہے اور جو غیر کے مال پر طمع یا حسد کے طور پر نگاہ رکھے وہ فقیر ومسکین ہی مرتا ہے اور جو شخص اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے رزق پر راضی نہ ہو وہ اللہ جل جلالہ پر برے اور غلط فیصلے کرنے کی تہمت لگاتا ہے (جو انتہائی تباہ کن بات ہے)۔

(۲) اور جو شخص اپنے گناہ کو کم سمجھے وہ غیر کے گناہ کو بڑا سمجھتا ہے (اور یہ بڑی بری بات ہے) اور جو غیر کے گناہ کو کم سمجھے وہ اپنی لغزش اور اپنے گناہ کو بڑا اور نہایت خطرناک سمجھتا ہے (اور اپنے گناہ کو بڑا سمجھنا نیک بختی کی علامت ہے)۔

(۳) جو شخص دوسروں کے عیوب ظاہر کرے تو اس پاداش میں کسی وقت اس کے اور اس کے اہل خانہ کے چھپے ہوئے عیوب ظاہر ہو جائیں گے۔ (لہذا دوسروں کی پردہ دری سے اپنے آپ کو بچاؤ)۔

(۴) جو شخص شر وفساد کی تلوار نیام سے باہر نکالتا ہے (یعنی فساد برپا کرنے کے لئے تلوار نکالتا ہے) تو وہ خود اسی تلوار سے قتل کیا جاتا ہے۔ (لہذا سرکشی اور شر وفساد سے اپنے نفس کو محفوظ رکھو۔)

(۵) جو شخص دوسروں کی ہلاکت کے لئے گڑھا کھودے تو وہ خود اس میں گر کر تباہ ہوگا۔

(۶) جو بے وقوفوں اور بے دینوں کے ساتھ رہتا ہو وہ حقیر و ذلیل سمجھا جاتا ہے اور جو علماء و اولیاء کی صحبت میں رہتا ہو وہ معزز و محترم سمجھا جاتا ہے۔

(۷) جو شخص بری اور ناپسندیدہ جگہوں میں جائے وہ متہم ہوتا ہے۔ یعنی لوگ اسے بھی برا سمجھتے ہیں۔

(۸) اے پیارے بیٹے! لوگوں پر عیوب کی تہمت نہ لگانا، ورنہ وہ بھی مقابلے میں تجھ پر تہمت لگائیں گے۔

(۹) بے فائدہ امور میں نہ گھسنا، ورنہ ذلیل ہو جاؤ گے۔

(۱۰) اے پیارے بیٹے! حق بات کہا کر، خواہ وہ دنیاوی لحاظ سے تیرے لئے مفید ہو یا غیر مفید۔ اس بات کے ذریعے اپنے ہم عمروں میں تیری شان بلند رہے گی۔

(۱۱) اے پیارے بیٹے! قرآن پاک کی تلاوت کثرت سے کیا کر (کیونکہ یہ بہت بابرکت کلام ہے)۔

(۱۲) اشاعت اسلام کی کوشش کیا کر (کیونکہ یہ مسلمان کا فرض ہے)۔

(۱۳) امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کیا کر (یعنی لوگوں کو نیک کام کرنے اور برے کام چھوڑنے کی تبلیغ کیا کر، کیونکہ تبلیغ بہت ضروری ہے)۔

(۱۴) اور جو رشتہ دار جھگڑ کر یا کسی اور وجہ سے تجھ سے رشتہ توڑ دے تو، تو محبت و احسان سے اس رشتے کو جوڑنے کی کوشش کیا کر اور جو عزیز اور دوست قطع تعلق کر کے تجھ سے بات کرنا چھوڑ دے تو، تو پہل کر کے اس کو منانے کی کوشش کیا کر۔

صرف ایک بات زندگی میں انقلاب برپا کر دیتی ہے

بڑے بڑے مقررین اور جادو بیان خطیب تقریریں کرتے ہیں، وقتی طور پر بڑے بڑے اجتماع ان کی تقریروں کو سنتے بھی ہیں۔ لیکن اکثر تقریریں ختم ہونے کے ساتھ ہی فضاء میں تحلیل ہو جاتی ہیں اور بعض اللہ کے نیک بندے نہ تقریر کرنا جانتے ہیں، نہ ان کو خطابت کے انداز آتے ہیں۔ سیدھی سادھی مختصر بات کہتے ہیں اور وہ دلوں میں اتر کر ہزاروں انسانوں کی زندگی میں انقلاب پیدا کر دیتی ہے۔ اخلاص عمل کے راستہ میں نام و نمود، جذبہ شہرت اظہار، علم، مالی منفعت وغیرہ رکاوٹ بنتے ہیں۔ لیکن اگر انسان ان چیزوں کو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے نظر انداز کر دے تو یہ فوائد مع زوائد کے اللہ تعالیٰ خود بخود حاصل کرا دیتے ہیں۔ جو لوگ اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لئے دنیا کو ٹھوکر مار دیتے ہیں، اللہ تعالیٰ دنیا کو ان کے قدموں میں تابع بنا کر ڈال دیتے ہیں۔

(۱۵) جو شخص تجھ سے کچھ مانگے، تو، تو حسب استطاعت اسے کچھ دیا کر۔

(۱۶) چغلی (یعنی ایک شخص کی بات دوسرے شخص تک شرارت کی نیت سے پہنچانے کی بری خصلت) سے بچا

کر، کیونکہ چغلی سے دلوں میں افتراق اور بغض پیدا ہوتا ہے۔

(۱۷) لوگوں کے عیوب کے درپے نہ ہوا کر، کیونکہ یہ کام اپنے آپ کو لوگوں کی زبانوں کا نشانہ بنانے کے مترادف ہے۔

(۱۸) اے پیارے بیٹے! جب کسی سے کچھ مانگنا ہو تو معدنِ جود یعنی شریف النسب انسان سے مانگ۔ کیونکہ جود وسخاوت کے اپنے معدن یعنی مرکز ہوتے ہیں اور معدن کے اصول ہوتے ہیں اور اصول کے فروغ اور فروع کا ثمر یعنی پھل ہوتا ہے اور پھل کا شیریں ہونا اصل کا مرہون منت ہے اور اصل کا ثابت ومحکم ہونا پاکیزہ معدن یعنی پاکیزہ نسب پر موقوف ہوتا ہے۔

(۱۹) اے پیارے بیٹے! اگر کسی سے ملاقات کرنی ہو تو علماء کی زیارت وملاقات کر اور فاجروں کی صحبت سے بچ، کیونکہ فاجر لوگ اس چٹان کی طرح ہیں، جس سے ذرہ بھر پانی نکلنے کی توقع نہیں ہوتی اور اس خشک درخت کی طرح ہیں، جس کے پتے کبھی سرسبز نہیں ہوتے اور اس زمین کی طرح ہیں جس پر کبھی گھاس نہیں اگتی۔

علی بن موسیٰ بن جعفر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ''میرے والد موسیٰ بن جعفر رحمۃ اللہ علیہ موت تک اسی نصیحت پر کاربند رہے۔'' (حلیۃ الاولیاء، ج۳، صفحہ ۱۹۵)